

76

130

مطالعہ کتابت شیخ الاسلام

(عہد رسالت تا خلافت نبی امیہ)

مؤلفہ

پروفیسر محمد ارشد خاں کھڑکی - ایم۔ اے، ایم ایس سی

صدر شعبہ علوم اسلامیہ و معارف حیاتیات

ایم۔ اے - او۔ کالج، لاہور

ناشر

خانم بازار - انارکلی - لاہور

انتساب

علامہ محمد علاء الدین صدیقی ایم اے ایل ایل بی

صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

کے نام

جن کی کاوش محض سے مشرق کی اس بڑی درس گاہ میں
علوم اسلامیہ کا دیا جلا اور اس سے سینکڑوں ویسے چلتے
چلے گئے۔ اللہ کا یہ خاص فضل و کرم ہے جس سے بندہ
بھی فیض یاب ہوا خلوص دل سے یہ دعا ہے کہ باری تعالیٰ
علامہ محترم کو تادیر سلامت رکھے اور خدمت دین کی
مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد ارشد خان محسبی

۱۰۰۲

حجرت

مال سے زائد عرصہ ہوا میری دو تالیفات "مخزون اسلام" اور "کتاب اسلامیات" بیٹے کے لئے شائع ہوئیں اور اس قدر مقبول ہوئیں کہ سال کے اندر اندر لاہور ریپبلک ٹیسٹ کالجوں میں جن میں بیٹینگز گورنمنٹ کالج تھے، بطور درسی کتب پڑھائی گئیں۔ میری اس حقیر سعی کو جو قبولیت کا شرف حاصل ہوا یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر تھا۔ میں اپنے محسن رفقاء اور اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری دو سہاروں کا اہتمام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا نوحنا بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

ظالمہ تاریخ اسلام جو آپ کے ہاتھ میں ہے دراصل طلبہ انٹریسیڈری سکول (س) کے اس جدید نصاب کو پورا کرتی ہے جو سال ۱۹۱۱ء سے شروع ہوا ہے۔ اگرچہ یہ پورا اسلامیات کے طلبہ کے لئے لکھی گئی ہے لیکن تاریخ کے طلبہ کے لئے بھی یہ لکھی گئی۔ کتاب کا مواد بہترین اور مستند کتب سے ماخوذ ہے اور تاریخی حقائق اور تمام محاسن کو آسان و دلکش پیرایہ میں بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ کی مزید سہولت کے لئے بعض مشکل اور تشریح طلب الفاظ یا اصطلاحات عربیہ میں مطالب بھی لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ دوران مطالعہ میں طلبہ کو کوئی حیرت نہ رہے۔

یہ کی مزید سہولت کے لئے کتاب مختلف حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں عربیہ سے پہلے تک عرب کے ہمسایہ ممالک کی تاریخ اور ان کے حالات بیان ہوئے

ہے، دوسرے حصہ میں رسالتِ محمدی سے پہلے عربوں کی تہذیب و تمدن دی گئی ہے۔ تیسرے حصہ میں سیرتِ انبیٰ درج ہے، چوتھا حصہ خلافتِ راشدہ کا ہے اور پانچویں حصہ میں خلافتِ بنی اُمیہ بیان کی گئی ہے۔ ہر حصے کے ہر دور کے بعد انتہائی سوالات درج ہیں۔

میں نے فرقہ پرستی سے قطع نظر کر کے بالکل غیر جانبداری سے مستند مواد جمع کر دیا ہے تاکہ ہر ٹیپے والا واقعات کی روشنی میں خود اپنی رائے قائم کر سکے۔ خلافتِ راشدہ سے پہلے صفحہ ۱۲۲ پر میں نے "خلافت" کا صحیح مفہوم مختصراً لیکر دیا۔ جامع الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ اس مفہوم کی روشنی میں خلافتِ راشدہ کے بعد کی تاریخ کو دیکھا جاسکے گا کہ کہاں کہاں اور کس کس موقع پر حکومت میں صحیح اسلامی روح تھی اور کس زمانہ میں خلافت محض شخصی حکومت بن کر رہ گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ طلبہ کے علاوہ یہ کتاب عوام کے لئے بھی دل چسپ مواد پیش کرے گی تاکہ زندگی میں سوچ کی کئی مزید راہیں کھول دے گی۔

آخر میں اساتذہ کرام اور دوسرے بزرگوں سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی یا نقائص باقی ہیں تو بندہ کو مطلع فرمائیں تاکہ بعد کے ایڈیشن میں تصحیح کر کے کتاب کی افادیت کو بڑھا دیا جائے۔ مشوروں کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

مؤلف
محمد ارشد شاہ مہدی

۱۵ ستمبر ۱۹۶۱ء

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	مذہبی زندگی	2۷	قبل از اسلام دنیا کی حالت
۳۹	دینِ حنفی	۱۹	اشور اور بابل
۳۹	مشرکین	۲۰	پیر قبطی سلطنت
۴۰	مجوسی	۲۱	عیسائیت
۴۰	ہیود		ساسانی حکمران اور
۴۱	نصاری	۲۲	{ زندگی مذہب
۴۱	کاہن		عرب اسلام سے پہلے
۴۱	موحدین	۲۲	عرب کا نقشہ
	اجتماعی اور سیاسی زندگی	۲۵	جزیرہ نمائے عرب
۴۲	قبائلی زندگی	۲۸	اہل عرب
۴۲	اجتماعات	۳۳	علوم و فنون
۴۳	متمدن سلطنتیں		خلافتی اور معاشرتی حالت
۴۵	خاندانِ قریش	۳۵	اجتماعی اور انفرادی اوصاف
		۳۶	معاشرتی برائیاں

مضمون	صفحہ	مضمون
سخت مصائب		سیرت النبی ﷺ
ذات ابوطالب	۵۱	حضرت محمد ﷺ
حضرت خدیجہؓ	۵۱	صلی اللہ علیہ وسلم
طائف کا سفر	۵۱	نسب نامہ
واقعہ معراج	۵۱	ولادت
شرب اور دوسرے	۵۲	رضاعت
شہروں میں اسلام	۵۲	بچپن
بیعت عقبہ اولیٰ	۵۲	جوانی
بیعت عقبہ ثانیہ	۵۳	حضرت خدیجہؓ سے شادی
ارادہ قتل	۵۳	تجدید کعبہ
ہجرت مدینہ ✓	۵۳	خلوت نشینی
اہمیت ہجرت ✓	۵۳	بعثت
مدینہ میں مختلف جماعتیں	۵۶	ابتداءً تبلیغ
مسجد نبویؐ کی تعمیر	۵۶	پہلے مسلمان
مواخات	۵۷	وعوت اسلام
معاہدہ مدینہ	۵۸	گفار کی مخالفت
تحويل قبیلہ	۵۹	اسباب مخالفت
غزوہ بدر	۶۰	حضرت حمزہؓ اور
اسباب بدر	۶۰	حضرت عمرؓ کا اسلام
واقعات	۶۲	ہجرت حبشہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۲	جنگِ ہند	۱۲۵	احمد رضا ابوالکیر صدیقی رحمہ اللہ
۱۳۲	جنگِ ولجہ	۱۲۵	نام و نسب
۱۳۳	جنگِ الیس	۱۲۵	قبل اسلام زندگی
۱۳۳	جنگِ اخیوتیا	۱۲۵	قبول اسلام
۱۳۳	سرخسیر جبرہ	۱۲۸	سقیفہ بنی ساعدہ
۱۳۳	فتح انبار	۱۳۰	زمانہ خلافت
۱۳۳	سرخسیرین القم	۱۳۰	مشکلات
۱۳۵	فتح و متزلزلہ	۱۳۱	شک آسامہ بن زید
۱۳۴	سرخسیر حصہ	۱۳۳	فتنہ اشرار
۱۳۴	خنافس و صبح	۱۳۳	مدعیان نبوت کا خاتمہ
۱۳۴	جنگِ فرائض	۱۳۳	طلحہ بن خوہد
۱۳۴	حضرت خالد کا حج	۱۳۵	سیرت نبوت حارث
۱۳۴	فتح شام	۱۳۶	مسئلہ نواب
۱۳۸	جنگِ یموک	۱۳۶	انور غسی
۱۳۸	نظامِ حکومت	۱۳۸	مرتدین کی سرکوبی
۱۳۸	سایہ نظام	۱۳۹	مکدین و ذوقہ کا فتح
۱۳۸	مال نظام	۱۳۹	فتنہ حارث
۱۳۸	ذبحی نظام	۱۳۹	فتح عراق
۱۳۸	حکام کی واپس بحال	۱۳۹	جنگِ کاظم
۱۳۸	تعمیر و حدود	۱۳۹	ذات اسلام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۱	قبولِ اسلام	۱۵۷	محکمہ اقتدار
۱۷۵	ہجرتِ مدینہ	۱۵۷	ذمّی رعایا کی حفاظت
۱۷۶	انتخاب		خادمِ مستب و مین
	فتوحِ حجاز	۱۵۸	جمع قرآن
۱۷۸	فتحِ عراق	۱۵۸	خدمتِ حدیث
۱۸۱	فتحِ قادیسیہ	۱۵۹	اشاعتِ دین
۱۸۲	فتحِ مدائن	۱۶۰	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل
۱۸۷	فتحِ جلولا و حلوان		حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
۱۸۸	آبادیِ کوفہ		اخلاق و عادات
۱۸۸	تسخیرِ حبشہ	۱۶۴	ایثار
۱۸۹	تسخیرِ خوزستان	۱۶۵	تواضع
۱۹۰	فتحِ ایران	۱۶۵	سہان تواریخ
۱۹۱	جنگِ نہادند	۱۶۶	گھر پو زندگی
۱۹۱	عام شکرگشتی	۱۶۶	بود و باش
	فتحِ شام	۱۶۷	شجاعت
۱۹۲	تسخیرِ دمشق	۱۶۷	رعب و جلال
۱۹۳	تسخیرِ نخل	۱۶۸	وفاتِ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۱۹۳	فتحِ حمص		حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۱۹۴	دیگر شامی فتوحات	۱۷۱	نام و نسب
		۱۷۱	قیل از اسلام زندگی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۶	محکمہ افتاء		فتح فلسطین
۲۱۷	محکمہ پولیس	۱۹۵	فتح اجنادین
۲۱۸	تعمیر و حدود	۱۹۶	فتح بیت المقدس
۲۱۹	سن پیری کا اجراء	۱۹۷	زیارت بیت المقدس
۲۱۸	ترقی، علوم و فنون		فتح مصر
۲۲۱	رفاہ عامہ	۱۹۹	تفسیر فرا و پیمیں
۲۲۲	ذمیوں کے حقوق	۲۰۰	فتح بابیوں
۲۲۳	انسدادِ غلامی کی سعی	۲۰۰	فتح اسکندریہ
۲۲۷	نواباریات	۲۰۲	عمر فاروقی کی فتوحات پر ایک نظر
۳۰	خدمتِ دین		منظمام حکومت
۳۱	اشاعتِ اسلام	۲۰۴	جمہوری طرزِ حکومت
۳۲	درسی قرآن	۲۰۷	ملکی نظام
۳۳	حفاظتِ حدیث	۲۰۹	مالی نظام
۳۴	فقہی مسائل	۲۱۰	۱۔ بندوبستِ اراضی
۳۵	مذہبی انتظامات	۲۱۰	۲۔ عسرتِ تجارت
۳۶	وفات حضرت عمر فاروق رضی	۲۱۱	۳۔ زکوٰۃ
۳۷	حضرت عمر کے عادات و اخلاق	۲۱۱	۴۔ جذبہ
۳۸	حسبِ رسول	۲۱۱	۵۔ مالِ نمینیت
۳۹	خوفِ خدا	۲۱۲	فوجی نظام
۴۰	زہد و تقویٰ	۲۱۳	عدالت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۶	تسخیر طبرستان و خراسان	۲۲۳	نظامتِ جسم
۲۶۶	عظیم الشان بحری فتح	۲۲۳	ایثار
۲۶۷	متفرق جنگیں اور فتوحات	۲۲۴	رعب و جلال
۲۶۸	عبدالعثمانی میں نظامِ حکومت	۲۲۶	رحم و عفو
۲۶۸	ملکی نظام	۲۲۸	تواضع
۲۶۹	مالی نظام	۲۵۰	شجاعت
۲۶۹	نوحی نظام	۲۵۰	خانگی معاملات
۲۷۰	ملکی نظم و نسق	۲۵۵	۴۷ - حضرت عثمان غنی رضی
۲۷۰	تعمیرات	۲۵۵	نام و نسب
	خدمتِ دین	۲۵۵	قبیل از اسلام زندگی
۲۷۱	حفاظتِ قرآن	۲۵۶	قبولِ اسلام
۲۷۲	اشاعت و تبلیغ	۲۶۰	انتخاب
۲۷۳	ذہبی انتظامات		فتوحات
۲۷۴	فتنہ و انقلاب	۲۶۲	باغیان آذربائیجان
۲۷۴	سیاست عثمانی روم	۲۶۲	و آرمینیہ
۲۷۵	فتنہ کی اصل وجوہ	۲۶۲	باغیان مصر و روم
۲۷۵	سازش کے مقامات	۲۶۲	کی سرکوبی
۲۸۲	انقلاب و فتنہ کی	۲۶۴	فتح طرابلس
۲۸۳	آخری کوشش	۲۶۴	فتح الجزائر و مراکش
۲۸۳	مدینہ پر ہمسایین کا حملہ	۲۶۵	تسخیر قبرص

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۹	امیر معاویہؓ کا مصر پر قبضہ	۲۸۷	شہادت عثمان رضی
۳۲۱	امیر معاویہؓ کا جارجانہ طریقہ	۲۸۸	حضرت عثمانؓ کے فضائل و خصائل
۳۲۳	شہادت علی رضی	۲۹۰	سہم - حضرت علی رضی رضی
۳۲۶	نظام سلطنت	۲۹۵	نام و نسب
۳۲۶	فوجی نظام	۲۹۵	قبیل از اسلام زندگی
۳۲۶	مالی نظام	۲۹۶	قبول اسلام
۳۲۷	حکام کی نگرانی	۲۹۸	حضرت فاطمہؓ سے شادی
۳۲۷	تعمیر و حدود	۲۹۹	فتح خیبر
۳۲۸	خدمت دین	۳۰۰	خلافت تک دیگر حالات
۳۲۹	حضرت علی رضی کے فضائل و خصائل	۳۰۱	بیعت خلافت
۳۳۲	امام حسن رضی	۳۰۲	قانونوں کی تفتیش
۳۳۲	خلافت راشدہ پر ایک نظر	۳۰۲	حکام کی معزولی
۳۳۲	وظیفہ خلافت	۳۰۳	قصاص کا مطالبہ
۳۳۶	ملکی نظام	۳۰۳	اور شورش
۳۳۸	فوجی نظام	۳۰۷	جنگ جہل
۳۳۸	عملیاتی اہمیت	۳۱۰	تدبیر اور اصلاح
۳۳۸	خاندان بنی امیہ	۳۱۱	جنگ صفین
۳۳۸	حضرت معاویہؓ بن ابوسفیان	۳۱۲	تائیدوں کا تقرر اور نتیجہ
۳۳۷	نام و نسب	۳۱۶	خوارج کی ابتداء
۳۳۷	پیدائش سے خلافت تک	۳۱۷	جنگ نہروان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۱	حجاز میں انقلاب و تباہی	۳۴۹	خلافت
۳۹۲	{ بنی ہمدان کی فتوحات اور وفات	۳۴۹	خوارج سے مقابلہ
۳۹۳	معاویہ ثانی بن یزید	۳۵۰	منیر بن ثعلبہ
۳۹۵	عبداللہ بن زید اور مروان بن حکم	۳۵۱	زیاد بن ابوسفیان
۳۹۸	عبدالملک بن مروان	۳۵۲	عبداللہ بن زیاد
۳۹۹	نوابین کی سرکوبی	۳۵۲	ولایت مصر و حجاز
۴۰۰	منتار ثقفی	۳۵۸	فتوحات
۴۰۱	معاویہ بن کعب	۳۵۸	سندھ کی فتوحات
۴۰۲	ابن زبیر کی شہادت	۳۵۸	ترکستان کی فتوحات
۴۰۳	حجاج بن یوسف	۳۵۹	شمالی افریقہ
۴۰۴	فہشہ ابن اثوث	۳۶۰	رومیوں پر فوج کشی
۴۰۵	خوارج کا خاتمہ	۳۶۱	روم و ارواد
۴۱۱	فتوحات افریقہ	۳۶۲	بنی ہمدان کی عہدی
۴۱۲	{ اہل روم اور بیزنطینیوں پر جنگیں	۳۶۲	معاویہ کی عیالات اور وفات
۴۱۳	عبدالملک کی اصلاحات	۳۶۴	معاویہ کا نظام حکومت
۴۱۴	اسلامی مہکتہ	۳۶۶	میر معاویہ کے فضائل و خصائل
۴۱۵	عربی زبان کی ترویج	۳۶۸	سیرت امام حسین رضی
۴۱۶	عقائد و آداب میں دست	۳۷۱	سیرت حسین رضی
		۳۷۱	حادثہ کربلا
		۳۸۷	واقعہ کربلا کی اہمیت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۵	رفاد عامر کے کام	۲۱۶	خانہ کعبہ کی مرمت
۲۳۵	فن تعمیر و تراش	۲۱۶	نئی تعمیرات
۲۳۶	مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع	۲۱۷	ولید کی ولی عہدی
۲۳۶	ولید کا عہد زریں	۲۱۸	وفات عبد الملک
۲۳۸	سلیمان بن عبد الملک		ولید بن عبد الملک
	۳ مور سپہ سالاروں		فتوحات
۲۳۹	سے انتقام		قتیبہ بن مسلم کی فتوحات
	سلیمان کی فتوحات	۲۲۱	ر چین اور ترکستان
۲۴۱	فتح قستان و حیرجان	۲۲۳	بخارا پر قبضہ
۲۴۲	قسطنطنیہ پر حملہ	۲۲۴	سمرقند کی فتح
۲۴۲	وفات سلیمان اور ولی عہدی	۲۲۴	شاہ چین کی اطاعت
۲۴۵	حضرت عمرؓ بن عبد العزیز	۲۲۵	موسیٰ بن نصیر کی فتوحات ہندس
	اصلاحات	۲۲۸	طارق بن زیاد ہندس میں
۲۷	غضب شدہ مال کی داپی	۲۳۱	محمد بن قاسم کی فتوحات شدہ
۲۸	فدک کا فیصلہ	۲۳۳	مسلمہ بن عبد الملک
۲۹	بیت المال کی اصلاح	۲۳۳	وفات حجاج بن یوسف
۳۰	عمال کا احتساب	۲۳۴	خلیفہ ولید کی وفات
۳۱	ذبیوں سے حسن سلوک		ولید کے عہد میں اصلاحات
۳۲	رفاد عامر کے کام	۲۳۴	فوج میں وسعت
۳۳	احیائے شریعت	۲۳۴	بحری طاقت میں ترقی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۷۶	ولید ثانی بن یزید	۲۵۲	ایک بدعت پر
۲۷۸	بن عبد الملک	۲۵۵	رتبری، کا خاتمہ
۲۸۱	یزید ثالث بن ولید	۲۵۵	خلافت اور وفات
	ابراہیم بن ولید		پیرت حضرت عمرؓ
	اور		بن عبد العزیز
	مروان ثانی بن محمد		بن عبد الملک
۲۸۱	مروان بن محمد کا خالص دور	۲۵۹	یزید بن مہلب کی بغاوت
		۲۶۰	فتوحات
۲۸۲	شام میں بغاوت	۲۶۱	ولی عدلی
	عباس بن معاویہ	۲۶۱	وفات
۲۸۲	کا خروج		شام بن عبد الملک
۲۸۳	خوارج		تاسست و فتوحات
۲۸۴	ابو مسلم خراسانی	۲۶۲	خراسان و ترکستان
۲۸۹	اموی حکومت کے زوال کے اسباب	۲۶۶	امام زید
	اموی عبد میں ترقی علوم و فنون	۲۶۷	آرمینیا و آذربائیجان
۲۹۲	سہ اشاعت اسلام	۲۶۷	سورج کا علاقہ
۲۹۲	ساتھیں ترقی	۲۶۸	فرانس پر حملہ
۲۹۳	سار فادر عام	۲۷۱	افریقہ میں حالات
۲۹۶	اسلامی سیکہ	۲۷۳	دعوت تخریب عباسیہ
		۲۷۵	وفات

احمد علی ملک نے اشرف پریس لاہور سے چھپوا کر
بک ورلڈ خانم بازار لاہور
سے شائع کی

تعمیر اسلام
تعمیر کی حالت



اشور اور بابل

آج سے تقریباً چھ ہزار سال پہلے سرزمین عراق اپنے شمالی اور جنوبی دو حصوں کے
انگہ اٹک ناموں سے مشہور تھا۔ شمالی علاقہ کا نام اشور (ASSYRIA) تھا اور
جنوبی حصہ بابل (BABYLON) کے نام سے گویا جہوں مشہور تھا۔ اشور کے
شہروں میں نینوا، کورس، آبا اور آرتیبا خاص شہر تھے۔ بابل کے علاقہ
میں بابل، کوش، اکاد اور آزر کے شہر بہت مشہور تھے۔

۳ قریب زلزلے میں وہاں ہر شہر کا معبور اٹک تھا چہر تمام دیو دیویوں اور دیوتاؤں
کو اکٹھا کر لیا گیا اور ان میں سے تین کو خاص شہرت حاصل ہوئی، آسمان، زمین
اور فضا کے تین دیوتا سب کے سر تاج تھے۔ ان میں بھی آسمان کا دیوتا سب سے
بڑا تسلیم کیا جاتا تھا۔ بابل میں سردوخ دیوتا کو بالآخر سب سے اونچا مقام حاصل
ہو گیا اور اس صرح گویا انہوں نے دیوتاؤں کی وحدت کو قبول کیا۔ کئی کئی صدیوں
قسم کے متاثر ہوتے تھے۔ بابل اپنے تینا فنی اعتبار سے بہت مشہور تھا۔ تجارت
بہت زیادہ تھی اور ناپ تول کے پیمانے رائج تھے۔ نظام حکومت اعلیٰ تھا۔ قیصر
اور فنونِ سلطنت میں کہاں حاصل تھا۔ جاو، ٹوٹے اور ٹوٹے خوب سمجھتے تھے۔
اجرامِ فلکی کی نقل و حرکت سے خاص قسم کے تاثرات اور نتائج لیتے۔ ہاتھوں
کی مختلف حرکات اور حرکتوں سے بھی خاص نتائج اخذ کرنے لگے۔ ۲۲۶
پہلے بابل ایران کے سامانی بادشاہ قابض ہو گئے۔ ظہور اسلام سے پہلے بابل اور
اشور میں ایران کی طرف تارکین اور گریکوں کی توجہ تھی۔

پہلے کی سلطنت

قدیم زمانے میں روم کی حکومت بیزینٹی سلطنت کے نام سے مشہور تھی۔ بیزینٹیائی سلطنت کا نام تھا۔ اسی مقام پر ۱۱ مئی ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ نامی بادشاہ نے اپنے نام پر تیسرا شاہ بنوایا۔ قسطنطنیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ آج کل اس کا نام استنبول ہے جو ترکی کے علاقے میں ہے اور کسی وقت ترکی کا دارالخلافہ بھی تھا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے بیزینٹیائی بادشاہ اپنے آپ کو خدا کی طرف سے مامور سمجھتا تھا اور رعایا کو ایک بے کس مخلوق سمجھتا تھا چنانچہ انہوں نے ایران کے معاشرہ اور شاہی طرز حکومت کو اپنا لیا۔ بادشاہ کے سامنے لوگ نہایت حقیر و ذلیل ہو کر جاتے اور سر بسجود ہو کر بیٹھ جاتے۔ بادشاہ کی بیوی کے انتخاب کے لئے ملک بھر کی خوبصورت دوشیزائیں جمع کر دی جاتیں۔ ہر ایک کے طور پر کسی شخص کو درویش یا لوگوں کے سامنے زندہ جلادینا بادشاہ کی نظروں میں ایک معمولی سزا تھی۔

لوگوں میں مذہب ایک عجیب و غریب وہم کی شکل اختیار کرتے ہوئے تھا جنگی شخصوں کی درمیان چینیہ والے کی تصاویر اور تصبیحے جا بجا نصب کئے جاتے اور ان کو شہر کی جسمانی سزا سے محفوظ کر دیا جاتا ہر ملک کے ادنیٰ تعلقوں میں بھی انہی تصاویر کی سب سے زیادہ تعریف ہوتی۔ راہبوں کے پاس لوگ دُور دُور سے چل کر آتے رہتے اور انکی تصویریں اور مجسمے تلواریوں کی شکل میں پاس رکھتے تاکہ آفات و ننگائین سے دُور رہیں۔ ان راہبوں کے مجسموں کو گھروں یا دکانوں میں نمایاں جگہ پر چراغ کے سامنے رکھا جاتا تاکہ ہر شے سے وہ محفوظ رہیں۔ دشمنوں اور مخالفوں کو زہم کرنے کے لئے بھی یہ خوبصورت استعمال کئے جاتے۔

عیش و عشرت کے بازار گرم رہتے اور اس سلسلے میں عورت اور انسانی زندگی کی کوئی

قیمت نہ تھی۔ ظہور اسلام سے پہلے وہاں عیسائیت قائم ہو چکی تھی۔

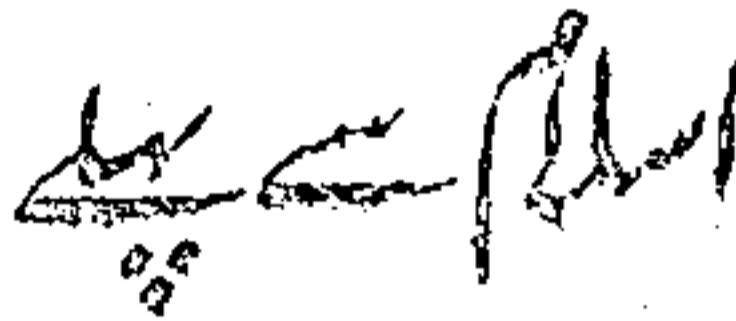
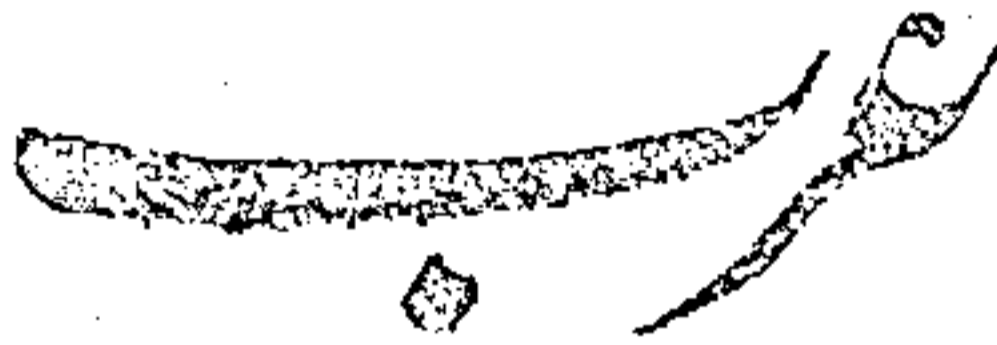
عیسائیت

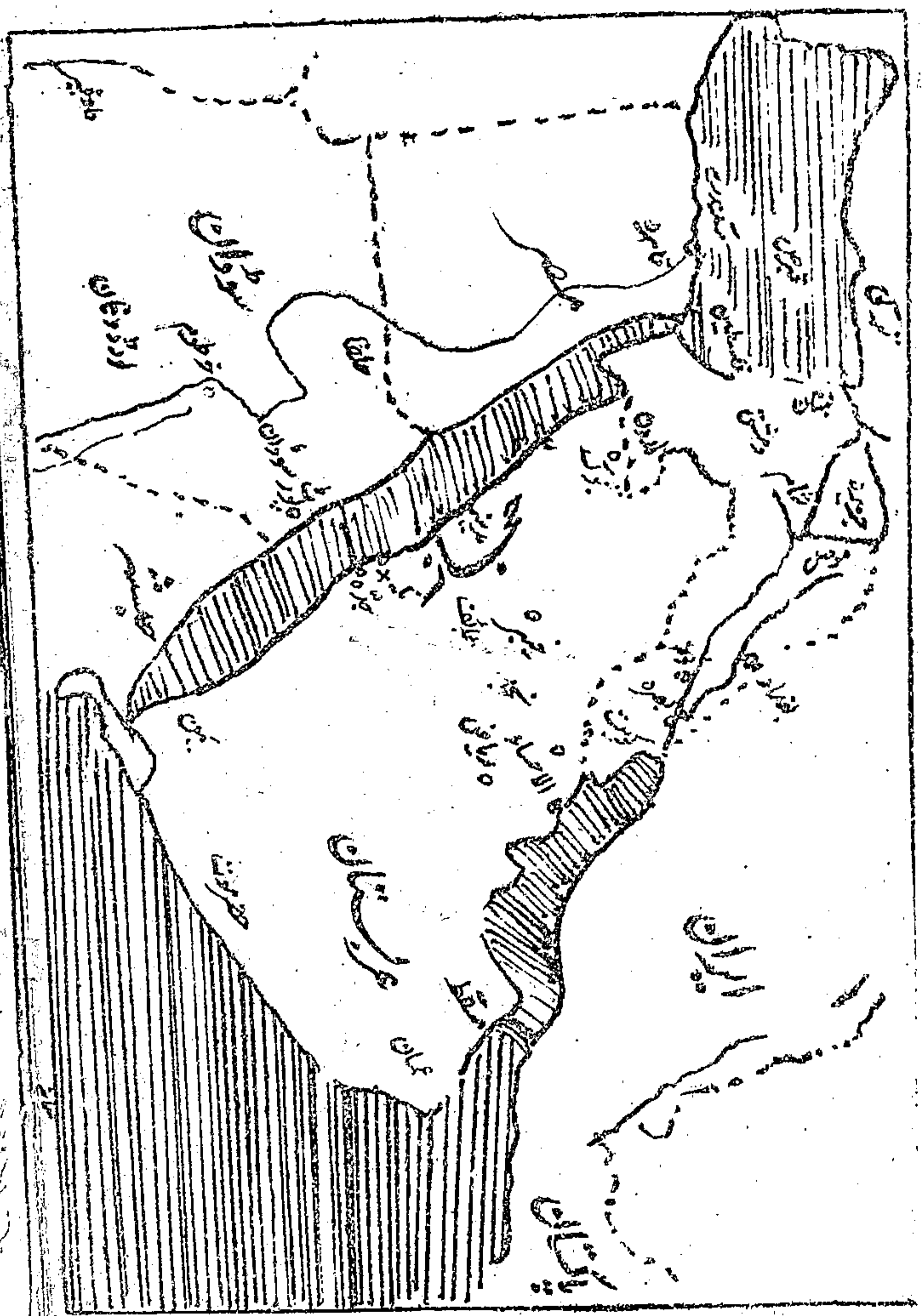
ظہورِ اسلام سے پہلے روم و فرنگ میں عیسائیت نہایت بگڑ کر رہ چکی تھی۔ لوگ حضرت عیسیٰؑ ان کی والدہ مریم اور روح القدس کی پرستش کرنے لگے تھے اور ان کی شخصیت اور مرتبہ کی تعین نے کئی ایک فرقے بنا دیئے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو صحیح سمجھتا اور دوسروں کا جہانی دشمن ہوتا۔ چنانچہ کشت و خون ہوتا رہتا۔ پادری دنیا پرست بن گئے تھے لوگ ان کو خدائی اختیار کرتے اور جہنم اور ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر میں عبادت خانے بن جاتے تھے چھٹی صدی عیسوی میں عیسائی راہبوں کی بہت کثرت ہو گئی تھی کہ عورتیں بھی راہب بننا پسند کرنے لگیں چنانچہ راہبوں کی خدائی عبادت اور شرمناک حرکات کے مقامات بن گئے۔ عام طور پر مشہور تھا کہ جو پادریوں اور راہبوں کی مرئی کے مطابق ان کی خدمت کرے گا اس کو وہ نور بخش دیں گے اور خدا کے ان کوئی کپڑا نہیں ہوگی اسی بنا پر پادریوں کے اشارہ پر جھکاوٹیں اُلٹ جاتیں۔ چنانچہ آئے دن کی تباہی نے روم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا تھا اور اخلاقی لحاظ سے یہ ملک انتہائی پستی میں پڑا تھا۔ انہی کے اثر سے مصر کا ایک معقول جتہ عیسائیت قبول کر چکا تھا۔ پیراپ میں تو سنت تاریکی پھیلائی ہوئی تھی۔ پادری لوگ حصولِ علم کو اپنے لئے مخصوص سمجھتے تھے اور عوامِ علم سے بالکل محروم تھے اور ایسی بے قدر مخلوق کہ ان کو کوئی پوچھتا تاک نہ تھا۔ ہذا ان کو شہری حقوق حاصل تھے نہ آزادیِ فکر۔ تمام انکم ٹیکس مٹا دیا کرتے تھے۔ امر بہ عیشت و عشرت بی ٹو بے پڑے تھے۔ غلامی کا رواج عام تھا۔

ساسانی حکمران اور زرتشتی مذہب

ایران میں ساسانی بادشاہ حکمران تھے جن کا مذہب آتش پرستی تھا۔ شاہ ایران کو دیوتا سے بھی پاکیزہ ہستی تصور کیا جاتا تھا اور بادشاہ اپنی رعایا پر ہر قسم کے تصرف و اختیار کا حق رکھتا تھا۔ عوام بالکل بے بس مخلوق تھی، شاہی دربار میں شان و شوکت انتہائی ہوتی۔ بادشاہ پردہ کے چھپے سے نہایت قیمتی تخت پر جلوہ افروز ہوتا۔ جب تک بلا نہ ہو امراد بھی بادشاہ تک جا نہیں سکتے تھے اور جب کبھی بلا دے پر کوئی بادشاہ کے پاس جاتا تو منہ پر پٹی باندھ لیتا تاکہ اس کا سانس بھی بادشاہ کو نہ لگے اور پردے کے پاس پہنچ کر وہ زمین بوس ہو جاتا اور جب تک کھڑا ہونے کی اجازت نہ ہوتی زمین پر پڑا رہتا۔ ایرانی معاشرہ انتہائی ذلیل و خوار تھا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ دولت، زمین اور عورت کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں بلکہ وقفہ عام ہے۔ زرتشتی (یا زردشتی) دین آتش پرستی کا مذہب تھا۔ آگ کے علاوہ چاند، سورج اور ستاروں کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ زنا، چوری اور رہزنی کا خوب زور تھا۔ ہر طاقتور کمزور سے اپنی پرستش کروانے کی کوشش میں رہتا۔ مختصر یہ کہ عوام کی زندگی گویا عذابِ جہنم بنی ہوئی تھی۔

۱۰۵۲





جزیرہ نمائے عرب

ملک عرب ایشیا کے جنوب مغرب اور پاکستان کے مشرق کی جانب واقع ہے۔ اس کے مشرق کی طرف خلیج فارس (PERSIAN GULF) جنوب میں بحیرہ عرب (ARABIAN SEA) اور مشرق میں بحیرہ قسطنطنیہ (RED SEA) کی وہ سب سے ملک کے تین حصوں کی طرف پانی بہتا اور ایک طرف لہجی شمالی کی جانب خشکی واقع ہے۔ یہاں عراق، شام اور دیگر ملک بستے ہیں۔ اس سے حدود اربعہ کی وجہ سے ملک عرب کو جزیرہ نمائے عرب کہنا زیادہ مناسب ہے۔ گو خود عرب لوگ اس کو جزیرہ عرب کہتے ہیں۔

جزیرہ نمائے عرب کا رقبہ تقریباً آٹھ لاکھ مربع میل ہے اور اس کی آبادی تقریباً ستر لاکھ ہے۔ آٹھ لاکھ عرب کی صوبائی تقسیم قدیم عرب سے منقسم ہے۔ قدیم زمانے کی یہاں چھ ساتھ صوبے تھے یعنی حجاز، نجد، یمن، حجاز، نوت، عمان اور الاحساء وغیرہ۔

جمہوری نمائے عرب گرم اور خشک علاقہ ہے۔ ملک کا بیشتر حصہ پاکستان اور نیپال پہاڑ پر مشتمل ہے۔ یہاں کئی پانی کے چشمے ہیں وہاں کھدوں کے چشمے اور دوسری سہری کی ذمہ سے کئی آباد ہیں۔ ساتھی علاقوں میں آج کل کوئی فیٹنا زیادہ ہے۔ درمیانی حصہ کے شمال میں کھدوں کے نمود اور جنوب کی

حرف سحر کے ذریعہ الخالی واقع ہیں۔ ملک میں کہیں کہیں موتھی ندی نالوں کی وجہ سے وادیاں پائی جاتی ہیں۔ بعض علاقوں میں سخت گرم اور تکلیف دہ ہوا چلتی ہے جسے اُدسوم کہتے ہیں۔ کئی مقامات پر سونے چاندی کی کانیں پائی جاتی ہیں۔

حجاز | یہ عرب کا سب سے بڑا صوبہ ہے جس کا رقبہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ مربع میل ہے۔ اکثر حصہ ریاستان ہے۔ جنوب میں یمن سے لے کر مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ شمال میں ملک تمام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مشہور شہر مکہ، مدینہ اور طائف ہیں۔

مکہ معظمہ (MECCA) میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تھی۔ یہاں بیت اللہ شریف ہے۔ جہاں تمام دنیا سے ہر سال لاکھوں مسلمان حج کرنے کے لئے آتے ہیں۔ مکہ کی موجودہ آبادی تقریباً دو لاکھ سے بترہ چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔

مدینہ منورہ (MEDINA) شہر مکہ سے شمال کی جانب تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر ہے۔ ہجرت نبوی سے پہلے اس شہر کا نام یثرب تھا۔ پھر اسے مدینۃ النبی (نبی کا شہر) سے بدل دیا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک اور مسجد نبوی اسی شہر میں ہیں۔

طائف (TAIF) شہر مکہ سے جنوب مغربی جانب کوئی پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شہر صحیح سندرس سے تقریباً چھ ہزار فٹ اونچائی پر ہے۔ اس لئے عرب کا صحت افزا مقام اور نہایت پر رونق شہر گنا جاتا ہے۔ یہاں شہر اور مختلف قسموں کے پھل بکثرت ملتے ہیں۔

جدہ (JIDA) ایک بندرگاہ ہے جو مکہ سے قریب ساحل پر واقع

ہے۔ اس کی موجودہ آبادی تقریباً پچاس ہزار ہے۔
 ینبو (YANBU) بھی ایک بندرگاہ ہے جو مغربی ساحل پر مدینہ
 سے قریب پڑتی ہے۔ اس کی آبادی بھی حد درجہ کی آبادی سمجھتی ہے۔

نجد (NEJUD) ملک عرب کا درمیانی صوبہ ہے اکثر
 حصہ ریگستان ہے۔ یہاں آج کل مشہور تیل کے کنوئیں پائے
 جاتے ہیں۔ اس علاقے میں مدہ قسم کے ٹھوڑے اور اسٹاک ملتے ہیں۔ بخیر اور
 پھل بکثرت پائے جاتے ہیں۔ آج کل اس کا دارالخلافہ (صدر مستقام)
 ریاض (RIYADH) ہے۔

یمن (YEMEN) مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ صوبہ حجاز کے
 جنوب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ پچھتر ہزار مربع میل ہے۔ ہمسایہ
 اور شاداب علاقہ ہونے کی وجہ سے خاصہ آباد ہے۔ آبادی تقریباً بیٹھالیس
 لاکھ ہے۔ جنوبی حصے میں بندرگاہ عدن (ADEN) اور کچھ علاقہ عمان
 انگریزوں کے قبضے میں ہے یمن کی خاص پیداوار جو، گندم، یاچرہ اور کافی ہے
 آج کل اس کا صدر مقام صنعاء (SANA) ہے۔

یہ علاقہ بحیرہ عرب کے ساحل کے ساتھ یمن اور عمان کے
 درمیان واقع ہے۔ اس میں ایک بہت لمبی مٹی کی ندی بہتی ہے
 ساحلی علاقہ زیادہ آباد ہے۔ خاص پیداوار کھجور ہے۔

صوبہ عمان (OMAN) عرب کے بالکل مشرق میں واقع ہے
 اس کا رقبہ بیاسی ہزار مربع میل ہے اور موجودہ آبادی پانچ
 لاکھ پچاس ہزار ہے۔ مسقط (MUSCAT) صدر مقام ہے۔ پھل
 علاقہ کے قریب و بخیر ہیں، کاشت کا کام ہوتا ہے۔ کھجور پھل کی خاص

پیداوا ہے۔

الاحساء صوبہ احساء عمان کے شمال مغربی جانب واقع ہے۔ اس کے مشرق کی طرف خلیج فارس ہے۔ بحر بہاں کی خاص پیداوار ہے۔ خلیج فارس میں ایک چھوٹا سا جزیرہ بحرین (BAHRAIN) ہے جس کا رقبہ تقریباً دو سو تیرہ مربع میل ہے۔ بحرین کا علاقہ نیل کے کنوئیں اور سمندر کے موتیوں کے لئے مشہور ہے۔

العرب

عرب کے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد سے ہیں۔ مورخین نے ان کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔
۱۔ عرب پانکھ :- یہ قدیم ترین عرب کے باشندے ہیں اور اب مٹ چکے ہیں۔ ان کی حکومتیں عراق، شام، اور مصر تک قائم تھیں۔ ان کے قبائل میں سے زیادہ مشہور عاد، ثمود، حمیر اور حضرموت تھے۔

۲۔ عرب عارہ :- یہ لوگ عرب باندہ کے بعد صوبہ یمن کے اصلی باشندے تھے اور بنو قحطان کہلاتے تھے۔

۳۔ عرب مستعرب :- یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور بنو عدنان کہلاتے ہیں۔ یہ حجاز میں رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت عربینا ہیں

تین مختلف قوموں کے باشندے کے لئے چلے رہتے تھے۔ جو تھکان اور
 بنو عدنان نو ملک عرب کے اصلی باشندے تھے اور قبیلے کے بہو دی تھے
 جو تھوڑی تعداد میں ہونے کی وجہ سے کہیں کہیں آباد تھے۔

تھکان یہ بہن کے اصلی باشندے ہیں۔ ان کے تین مشہور
 قبیلے یہ ہیں :-

۱۔ "جمہیر"۔ اس کی آگے تین شاخیں مشہور ہوئیں۔ قصاعہ ،
 سکا سکا اور زید جمہور ۔

۲۔ "کملان" ان کے ساتھ قبیلے تھے۔ انہی میں سے سبیا کی
 بلقیس تھیں۔ میں میں ایک بڑا سیلاب آگیا جس کے رتبہ سے یہ
 لوگ وہاں سے نکل کر سارے عرب میں پھیل گئے۔

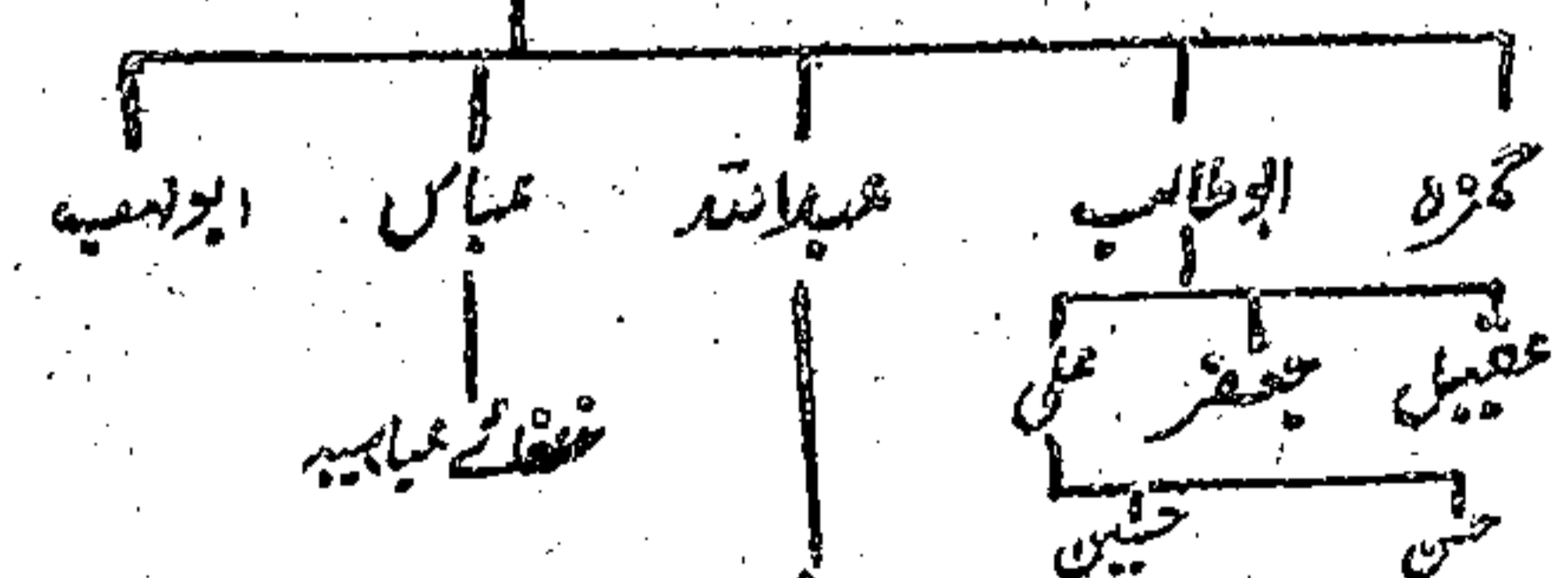
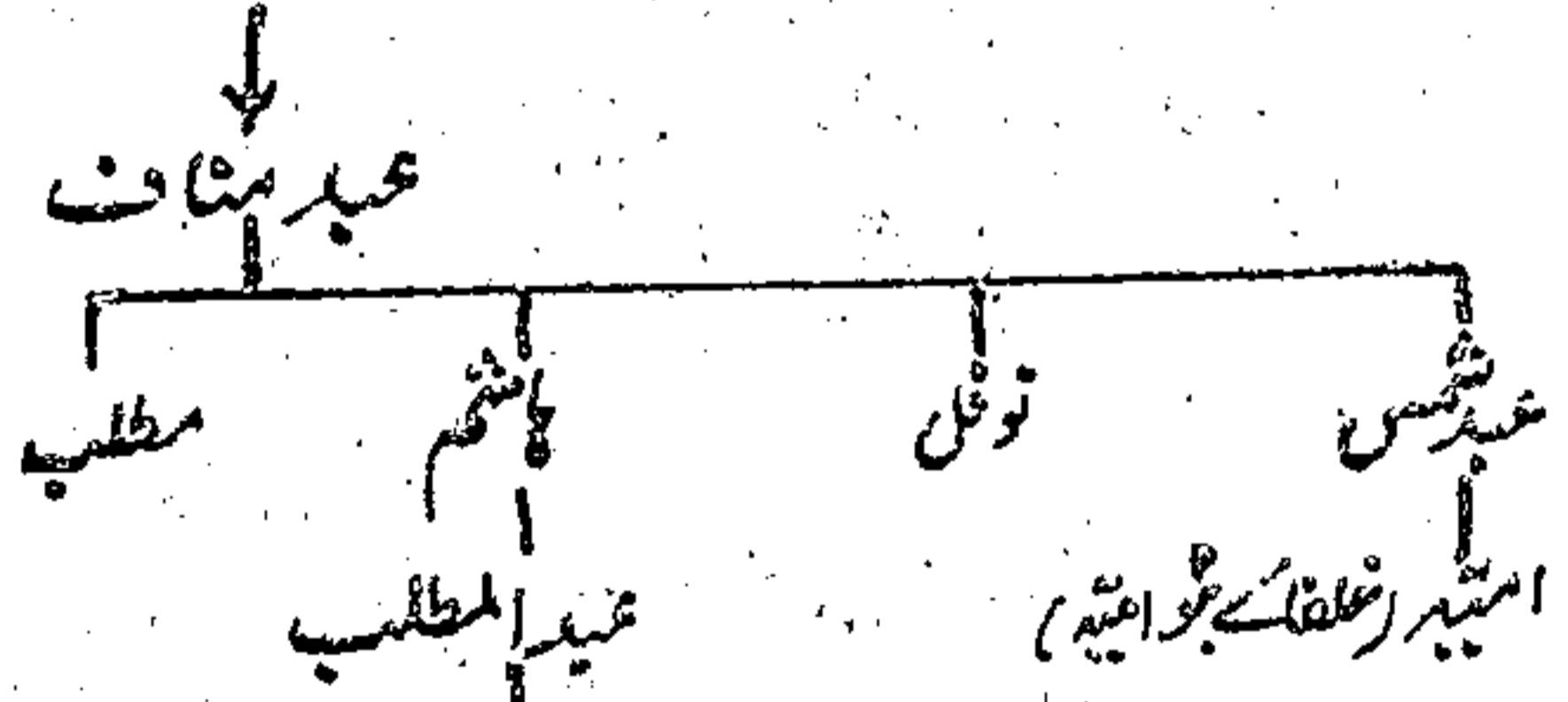
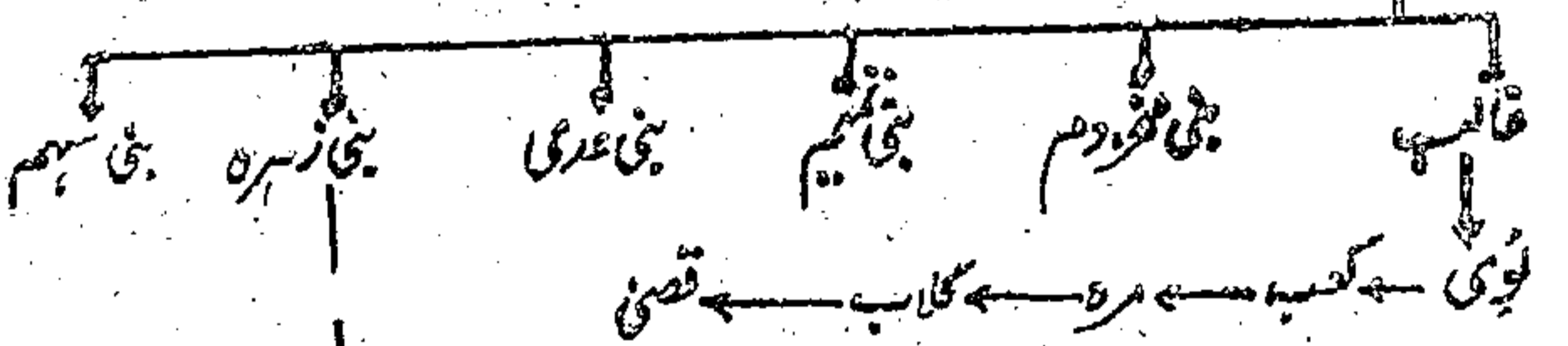
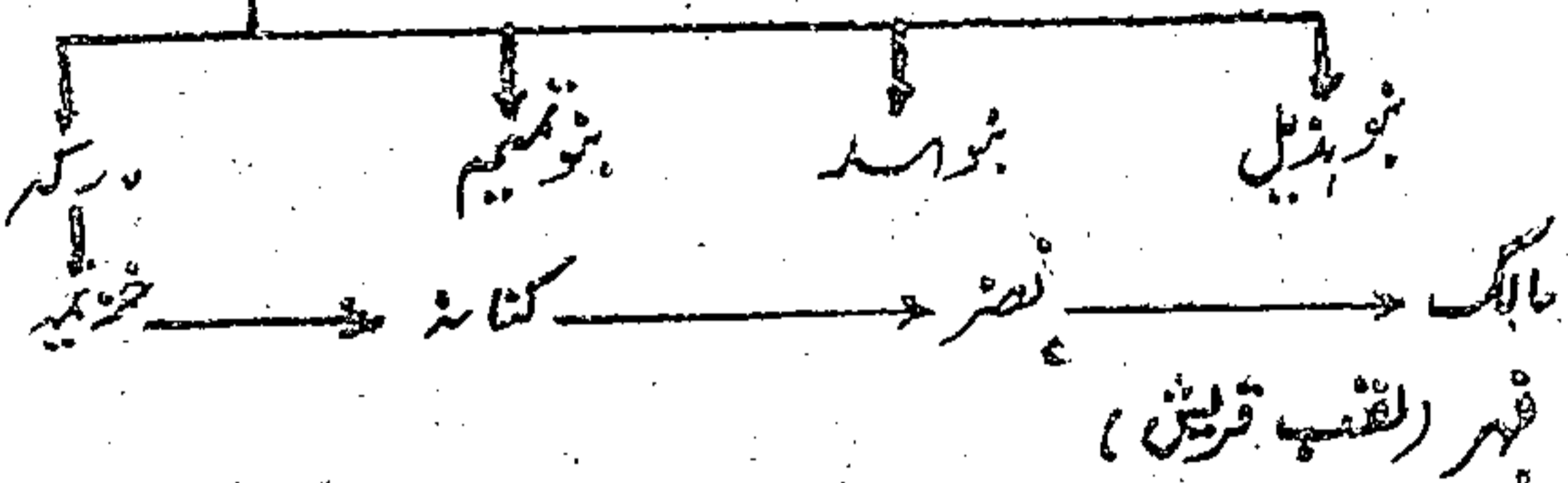
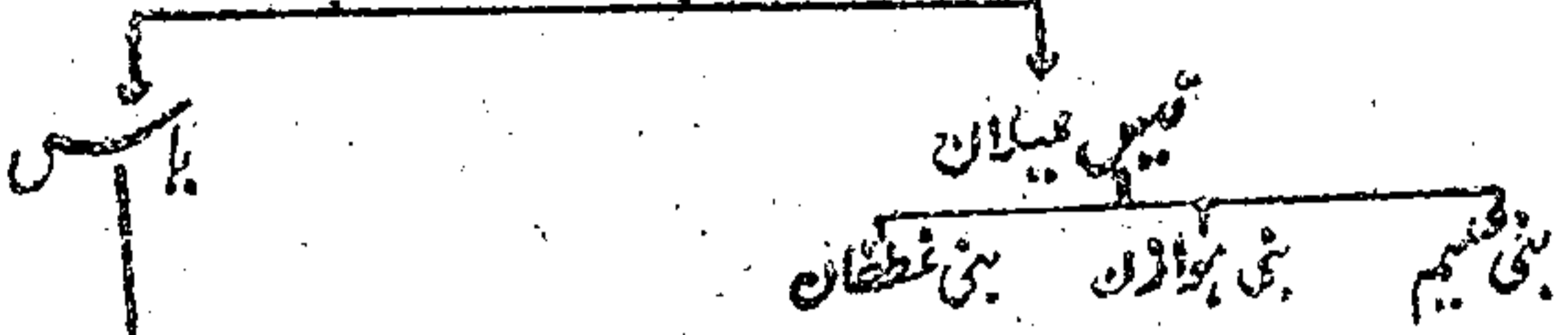
۳۔ "ازوہ" ان میں سے کچھ لوگ مدینہ میں جا بسے۔ انہی میں سے
 مدینہ کے قبائل اس اور خزرج (انصار) ہیں اور کچھ لوگ ربیعہ خزاعہ تک
 پہنچے اور گئے اور بنی خزاعہ کو وہاں سے نکال دیا۔ کچھ دوسری مختلف
 جگہوں میں آباد ہو گئے۔

بنو عدنان یہ لوگ مکہ کے باشندے ہیں۔ عدنان کا بیٹا مضر تھا اور پوتا نزار
 بیٹے اور پوتے کے ناموں پہ عدنانیوں کو منادی اور نزار (نزار)
 کہتے ہیں۔ ان کے مشہور قبیلے ربیعہ اور مضر ہیں۔

ربیعہ :- اس قبیلے کی شاخیں بہت بڑھیں۔ عدنانی میں نزار
 زیاد تر انہی میں سے تھے۔

مضر :- ان کی شاخوں کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے

مضر



حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سکونت | عرب کے باشندے دو قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں، جو صحرا میں جیسے ٹکا کر رہتے ہیں اور خانہ بدوش ہونے کی وجہ سے اکثر دودھ اور گوشت پر گزارہ کرتے ہیں۔ سادہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن بڑے جفاکش اور تیز مزاج ہوتے ہیں۔ ان کو باریہ (صحرا) نشین یا باریہ کہتے ہیں۔

دوسری طرف شہری زندگی بسر کرنے والے حضری کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت سے روزی کھاتے ہیں۔

قبائلی زندگی | اہل عرب، گھبریں پسند ہونے کی وجہ سے بہت سے خاندانوں اور قبائل میں منقسم تھے۔ ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا جو شیخ کہلاتا تھا۔ یہ سردار اپنی شجاعت، رحم، نجس مزاجی اور مال و دولت کی بنا پر چھ چھتے تھے۔ بعض مضبوط قبیلے کمزور قبائل پر قابض حاصل کر کے ان سے مزاج لیا کرتے تھے قبیلوں کے سردار اپنی شہریت اور مدح کے لئے اپنے لوگوں کی مدد، حمایت اور عہمان نوازی کرنا شروع کیا کرتے اور شہر کی بڑی عزت کرتے تاکہ وہ ان کی مدد میں قبیلے سے لکھیں۔

عربی زبان | چونکہ اہل عرب حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد سے ہیں۔ اس لئے ان کی زبان بھی سامی تھی۔ چنانچہ یہ لوگ عرب، اور گرد و نواح کے مختلف قوموں میں منقسم ہو کر رہنے لگے۔ ان کے ان کی زبان میں بھی تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ چنانچہ بنی غالب کی زبان عبرانی کہلاتی ہے۔ ان کے سامنے حبش کو سوریہ (SYRIA) بھی کہتے ہیں، اپنی زبان سیرانی کہلاتی ہے۔ اسی طرح بہت

سہی زبانیں بن گئیں۔ خاص عرب کے رہنے والے اپنی زبان کو عربی
 کہتے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی۔ جب وہ
 مکہ آئے تو وہ بھی عربی بولنے لگے۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی
 اولاد کو عرب مستعربہ کہنے لگے۔

عرب لوگ مختلف ملکوں اور شہروں میں تجارت کے لئے
 جاتے اور وہاں کے نئے نئے الفاظ اپنی زبان میں شامل کر لیتے یا ہر نئی
 چیز کا نیا نام بنا لیتے یا پھر دوسری زبان کے الفاظ مستعربہ راہ سے
 کے ذریعے عربی لفظ بنا لیتے۔ اس طرح عربی زبان نہایت وسیع زبان
 بن گئی۔ شہر ادا کی مدد سے اسے اور بھی شہرت اور وسعت حاصل
 ہوئی۔ قریش کی زبان تمام قبائل سے زیادہ وسیع اور فصیح تھی۔ اہل
 عرب کو اپنی زبان کی بلاغت اور فصاحت پر بڑا ناز تھا۔ چنانچہ وہ
 عربیہ کہتے تھے اور تمام دنیا کے لوگوں کو اہل عجم یا عجمی (گورنگام) کہتے
 تھے۔

معلوم و فنون

فہم از اسلام عرب زیادہ ترقی زندگی گزارتے تھے۔ اس لئے سادہ
 لکھنے کے اور پھر سے علوم و فنون میں ترقی کی رفتار بہت کم تھی۔ پھر بھی کم و بیش
 ہر قسم کے علوم اور صنعت و حرفت پائے جاتے تھے، جن کی تفصیل یہ ہے :-
 شعر و نثر عربی کی طرف اہل عرب کا رجحان نظری تھا۔ شعراء کی بڑی
 قدر و منزلت تھی۔ ہر سال عرب کے مختلف مقامات پر لوگوں کے
 اجتماعات (میلے) ہوتے، جہاں ملک کے مشہور شعراء اپنے اپنے اثنا پر
 اور دار سخن دینے کے لئے لوگ بڑی گرم جوشی سے حصہ لیتے۔ شعراء
 اپنے اپنے قبیلے کے اوصاف اور خوبیاں بڑی وضاحت سے بیان کرتا
 اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اس لئے لوگوں کے معاملات کا صحیح جاننا کے لئے
 شعر لکھتے۔ بہادر اور دلیر سرداروں کے لیے قصیدے بہادروں میں
 اویزاں کئے جاتے۔

کتابت کا رواج قدیم عرب میں بہت کم تھا، یہاں کے علاقوں میں نسبتاً
 لوگ زیادہ کتابت جانتے تھے۔ وہاں خط کو بکثرت لکھتے تھے۔ کتبہ اور کتبوں
 کے قریب و جوار میں بہت ہی کم لوگ لکھنا جانتے تھے۔ کتبہ میں سب سے پہلے
 عرب بن ابیہ شخص نے لکھنا سیکھا۔ پھر قریش میں سے کچھ لوگوں نے کتابت
 سیکھ لی یہی وجہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں حجاز کے علاقہ میں صرف سترہ اشخاص
 لکھنا جانتے تھے۔ کتابت کی کمی کی وجہ سے اہل عرب ہاتھ سے زیادہ لکھنا
 لیتے تھے اور عدم کتابت ہی کی وجہ سے قرآن میں اہل عرب کو امی (ناخواندہ)

کہ لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔

طلب معمولی قسم کی رائج تھی۔ سیدھے سادے نسخوں اور طریق علاج سے کام لیا جاتا تھا۔ جانوروں کے علاج بھی کسی حد تک کئے جاتے تھے۔
 نجوم اور قیافہ سے بھی اہل عرب واقف تھے مختلف نشاں کے نام جانتے تھے اور ان کی رفتار اور حکموں کے حساب سے مختلف اندازے لگائے جاتے۔ چاند کی بات دن کی منزلوں سے سن کا حساب رکھتے تھے۔ ہواؤں کے نفع و غیرہ سے پارش کا اندازہ لگایا جاتا۔ لوگوں کی شکل و صورت اور بطنوں سے معلوم کر لیتے تھے کہ فلاں شخص کس حسب و نسب سے ہے۔ بذرہوں کے نشانات سے لوگوں کو پہچانا جاتا اور اس طرح چور اور مجرموں کو آسانی سے پکڑ لیتے تھے۔

صنعت و حرفت بھی عرب میں ضرورت کے مطابق رائج تھی۔ عورتیں اور بچے کا کام کرتی تھیں اور مرد اس سے کھیل، چادریں اور ٹیپے بناتے تھے۔
 یمن کی اونی چادریں عرب بھروسے مشہور تھیں۔ آلات جنگ مثلاً تلوار، نیزہ، نیزہ گمان اور ڈھال وغیرہ بھی بنائے جاتے تھے۔ تعمیرات کا کام خود نہیں جانتے تھے اس لئے روم اور ایران سے مہمار لہرائے جاتے تھے۔

تجارت عام طور پر حضری لوگوں کا ذریعہ معاش تھا۔ قریش مکہ گرمیوں میں مکہ شام کی طرف تجارتی قافلے بھیجتے اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارت کرتے تھے۔ قافلوں کی حفاظت قبائل کے سرداروں کے ذمے ہوتی تھی عرب میں کئی مشہور بازار تھے۔ جہاں اکثر بیچے لگتے اور تجارتی کاروبار ہوتا تھا۔

اخلاقی اور معاشرتی حالت

جماعی اور انفرادی اوصاف | اپنی عرب مہمان نوازی میں دنیا بھر میں مشہور و معروف ہیں۔ امیر جو یا غریب

سب اپنی استطاعت سے بڑھ کر مہمان کی خدمت کرتے۔ اور ادھر تو بڑی بڑی میں اور کئی کئی اونٹ، بیک وقت غریب کو بخش دیتے تھے۔ عاقبہ طائی عرب ہی ایک یا سترہ ہتھیاروں کی سخاوت اور مہمان نوازی پر دنیا آج ہی فخر کرتی ہے۔

عرب لوگ عہد و پیمان کے بڑے پابند ہوتے تھے۔ اسے اپنا فرض سمجھتے اور ایقائے عہد کے لئے اپنی اولاد تک کو قربان کرنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ کوئی مظلوم اگر ان کے ہاں پناہ پاتا تو اس کی ہر ممکن طرف سے حفاظت کی جاتی۔ یہاں تک کہ جنگ و جدال کی نوبت آجاتی تو بھی پروا کرتے تھے۔

یہادری اور شجاعت میں بھی عرب کے باشندے ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ زمانہ پانچویں صدی کے اشعار میں زیادہ تر جنگ و بہادری اور شجاعت پر ہی بنا کر آیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب کے لئے لڑائی اور پڑائی بڑی مہمور ہے۔ اس کا ہر پرانے ہونے کا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ہمت اور آرزو تھی۔ لیکن عربیوں کے ہاں جنگ میں کام آنے کو ترجیح دینے تھی اور فریبناہنگی تھی۔ ہاں دارا کے خون کا بدلہ لینا فرض اولین سمجھا جاتا تھا۔

شادی کے لئے نکاح کا رواج تھا۔ لڑکی اور لڑکے کے سر پہ سونوں کی رونا مندی
 نکاح کے لئے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ عورت خود بھی نکاح کرنے کا حق رکھتی تھی
 بن ابیہی اٹھارہ اور پچھو پچھی وغیرہ کے ساتھ نکاح حرام سمجھا جاتا تھا۔ تعدد ازواج
 کا عام رواج تھا۔ نبض مردوں کی دس دس بیویاں نکاح میں ہوتی تھیں۔ عام
 طور پر طلاق کا اختیار مرد کو ہوتا تھا۔ لیکن بعض رو ساء کی لڑکیاں طلاق کا حق
 اپنے اختیار میں رکھنے کا فیصلہ نکاح پہ کر لیتیں۔ لڑائیوں میں مال غنیمت کے
 طور پر بیٹی عورتیں کنیزیں یا لونڈیاں کہلاتیں اور مردوں پر حلال سمجھی جاتی تھیں۔

ہمسائے شرقی برائیاں | زنا کاری عام تھی۔ حدیث ہے کہ ناتمہ چاہیت کا
 سب سے بڑا اور مشہور شاعر امراد القیس جو

شہزادہ بھی تھا، اپنے ایک قصیدے میں اپنی محبوبی زاوہن کے ساتھ اپنی بدکاری
 کا قصہ بڑے مزے لے لے کر بیان کرتا ہے اور یہ قصیدہ گعبہ پر لڑکا دیا جاتا ہے۔

شراب خوری کی عادت عربوں میں بہت زیادہ تھی۔ گھروں میں اور
 محفلوں میں یہ ایک لطیف و تفریح کا ذریعہ تھا۔ بچے بڑوں کو اپنے ہاتھوں
 سے شراب پلاتے اور بیویاں اپنے شوہروں کو شراب پلاتا۔ عین سعادت
 سمجھتیں۔ اسلام آنے تک اگرچہ بعض نیک لوگوں نے شراب پینا چھوڑ
 رکھا تھا۔ لیکن ساس کے ملک میں اس کا خوب رواج تھا اور لوگ شراب کے
 نشے میں طرح طرح کی بدعنوانیاں کرتے پھرتے۔ لڑنے جھگڑتے اور دشمنیاں
 پیدا کر لیتے تھے۔

فہماری بھی عام تھی اور شراب خوری کی طرح اسے بھی عزت اور
 اور شرافت کا حکام سمجھا جاتا۔ جوئے اور نشے میں مولیٰ بیوں کی بازی لگاتے
 پھر ان کو ذبح کر کے سب مل کر کھاتے۔ چونچ جاتا اسے غریبوں میں تقسیم

کہہ دیتے۔ امراء جوئے میں جگہ کچھ جیتتے، غریبوں پر خرچ کر دیتے اور اس خرچ
اپنے رقم و کرم کا ثبوت دیتے۔

سود خوار کی بھی عربوں میں یہودیوں کی بدولت پھیلی۔ یہودی سرکاری
تجارت میں پیش پیش تھے۔ اس لئے غریب عرب، کسانوں اور مزدوروں
کو سود پر قرضہ دیتے۔ یہودیوں کی دیکھا دیکھی عربوں میں بھی ایسے سرکاری ادارے
پیدا ہو گئے، جو سودی کاروبار کو ذریعہ معاش بنا بیٹھے۔ سود کی ایک صورت
یہ بھی تھی، کہ غریب کسان ساہوکار سے اپنے قرضہ کی ادائیگی کا وعدہ انکی
پیداوار پر کرنے لیکن معیوب انکی فصل پر بھی وہ قرض ادائیگی کر سکتے تو ساہوکار
سے مدت بڑھا دینے کی التجا کرتے۔ ساہوکار مدت کو بڑھا دیتا لیکن
ساتھ ہی جنس کی مقدار بھی بڑھا دیتا۔ یعنی اس طرح سود میں اولیٰ ادا شدہ
ہو جاتا۔ بعض اوقات یہ صورت، یہاں تک بڑھ جاتی کہ سود کی رقم اصل
رقم سے کئی گنا بڑھ جاتی اور فرد ضحکالہ سے ہمیشہ ہمیشہ سے
رب جاتے۔

عربوں میں سب سے زیادہ بُری اور ظالمانہ رسم اولاد گنتی کی تھی۔ کسی
کام کے لئے مدت مانگے اور بچپن بچوں کو اپنے ولیوں کی خوشنودی سے
لئے خود ذبح کر کے ان پر نذرین پڑھواتے۔ یہ کام تو مذہبی عقائد کی بنا پر
کیا جاتا لیکن بعض لوگ، غریبت، اور فقر و فاقہ کی وجہ سے بچوں کو مار ڈالتے
تھے تاکہ انہیں ان کے لئے کھانے پینے کا سامان نہ کرنا پڑے۔ یہ غیر مذہبی صورت
لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا تھا۔ یہ سب سے زیادہ اور افسوس ناک رسم اس
لئے رائج تھی کہ والدین بچیوں کو اپنے لئے شرم و عار کا باعث سمجھتے تھے
اس لئے سب سے کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو باپ شرم سے مارے مارے ہو کر چھوڑ دیتا

پھرتا اور غصہ کے گھونٹ پیتا رہتا۔ اس کے لئے صرف یہی چارہ کار ہوتا ہے
 لہذا کی کو زمین میں دفن کر دیا جائے۔ یہ رسم بد یوں تو مارے عرب میں موجود
 تھی۔ کتب میں بتائیم کے قبائلی میں اس کا رواج سب سے زیادہ پایا جاتا ہے
 اس شہرت ناک رسم کا ایک واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ :-

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور
 کہا کہ یا رسول اللہ! ہم جاہل لوگ تھے۔ بیت پرست تھے اور اولاد کو مار دیتے
 تھے۔ میری ایک بیٹی تھی کہ حسب میں اسے پیار سے بلانا تو وہ خوشی سے دور
 آتی۔ ایک دن میں نے اسے بلایا۔ وہ بھاگتی ہوئی آئی۔ میں آگے بڑھتا گیا
 وہ پیچھے پیچھے بھاگتی آئی۔ حتیٰ کہ میں اور وہ ایک کٹو میں پھنسا پھنچے جو ہمارے گھر
 کے قریب ہی تھا۔ میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا کہ اسے کٹو میں گرا دیا۔ وہ ابا
 پکارتی رہی۔ اور یہی اس کی زندگی کی آخری آواز تھی۔ (دارمی)
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سننے ہوئے رو رہے تھے جب
 واقعہ ختم ہوا آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر تھی۔

شروع ہو گئی۔ جگہ جگہ نئے بُست بننے لگے۔ ظہور اسلام تک خانہ کعبہ میں
 سینکڑوں بُستیں جمع ہو گئے۔ ان میں پہلی نامی بُست بہت مشہور تھا۔ حضرت
 ابراہیم اور حضرت اسمعیل کے بُست بھی کعبہ میں موجود تھے۔ بتوں کے
 ہاتھوں میں تیر پتھر کے ہلکے تھکے حیران لاسم کھلانے تھے۔ گویا وہ ان سے
 کسی کام کے ہوتے یا نہ ہونے کی قالی نکالتے تھے۔ خانہ کعبہ اور اس کے
 بتوں کی سب سے زیادہ پرستش ہوتی تھی۔ ہر سال چاروں طرف سے
 لوگ حج کے لئے آتے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ بعض لوگ پرستش
 طواف کیا کرتے تھے۔

طواف کعبہ میں لاکھوں بُستوں کی پوجا ہوتی تھی۔ شیخ بندرگاہ کے
 قریب سواح نامی بُست تھا جس کے قریب و جوار کے لوگ اور
 مہربان قبائل پرستش کرتے تھے۔ کتبہ اور مدینہ کے درمیان
 شہد کے کنارے پر ایک بہت بڑا بُست تھا جو زیادہ تر
 مدینہ کے قبائل کے لئے تعظیم کا مرکز تھا۔ غرض سارے عرب
 میں جا بجا بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ لہٰذا عرب ان بتوں پر نذریں
 چڑھاتے اور بتوں کے نام پر جو جانور آزاد چھوڑنے چاہتے ان سے
 نہ کام لیا جاتا۔ ان پر سواری کرتے۔

کچھ لوگ مجوسی کھلانے تھے جو آتش پرست تھے۔
 قبیلہ تمیم سب مجوسی تھے۔

بنی اسرائیل کے کچھ لوگ مذکب نام ہیں آباد تھے۔
 کی سختیوں سے مذکب آ کر یہ لوگ عرب میں آ گئے
 اور مدینہ اور خیبر کے مقامات پر آ بسے۔ رفتہ رفتہ ان کے آئندہ سے

کچھ عرب لوگ بھی یہودی ہو گئے۔ صحاح کا بادشاہ فوٹو ایسی
 بھی یہودی ہو گیا جس کی وجہ سے وہاں کے اکثر لوگوں نے
 یہودیت قبول کر لی۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
 پیرو تھے۔ اور ان کے پاس الہامی کتاب تورات
 موجود تھی۔

نصاری عرب میں نصاریت (عیسائیت) کہیں سے شروع
 ہوئی اور دور دور تک پھیلی تھی۔ تعمیر کا بادشاہ
 نسمان بن منذر بھی عیسائی ہو گیا تھا۔ قبائل طے، ربیعہ اور غسانی
 سب عیسائی مذہب کے ماننے والے تھے۔

کامین کہیں کہیں کامین لوگ آباد تھے جو غیب کی باتیں
 بتاتے تھے۔

موجودین عرب میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نبوت پرستی
 سے پرار تھے اور دین ابراہیمی کو صحیح مذہب خیال
 کرتے تھے۔ یہ لوگ موجودین کہلاتے تھے۔ زید بن عمرو بن
 مشمور موجود تھے۔ وہ ثابت کعبہ میں لوگوں سے کہا کرتے کہ
 تم میں سے سوائے میرے کوئی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ زید بن عمرو
 نبوت کے دن اکیلے امت کی سینئریند سے اس کے جائیں
 گے۔

اہتمامی اور سپاسی زندگی

قبائلی حکومت | اہل عرب زیادہ تر قبائل ہیں منقسم تھے۔ ہر قبیلہ میں ایک سردار ہوتا تھا جو ہر لحاظ سے

ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ سردار میں رحمدلی، شجاعت، تحمل مزاجی اور مہمان نوازی وغیرہ نمایاں اوصاف پائے جاتے تھے۔ لڑائی اور صلح دونوں میں سردار کا فیصلہ عموماً آخری حکم سمجھا جاتا تھا۔ کمزور قبائل خود مختار اور قوی قبائل کے ماتحت ہوتے تھے۔

ان قبائل میں ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا ہو جاتا اور ایک سردار کی آواز پر کئی دوسرے قبائل مدد کو آ جاتے تھے۔ لڑائی کے وقت بہت سے لوگوں کو یہ بھی علم نہیں ہوتا تھا کہ لڑائی کسی بنا پر ہوئی ہے، ممتاز قبائل کے سرداروں میں رقابت کی وجہ سے بعض لڑائیاں کئی کئی سال بعد نسل ہوتی رہتی ہیں باپ دادا کے خون کا انتقام لینا فرس سمجھا جاتا تھا۔

اجتماعات | عرب کے مختلف مقامات پر لوگ ہر سال اکٹھے ہوتے تھے۔ ان میلوں میں شجاعت

نکار و پار ہوتا تھا اور شعر و شاعری میں وسیع پہاڑے پر حصہ لے جاتا۔ تنزعات کے فیصلے ہوتے تھے اور صلح کی تدبیریں سرچ

جائیں۔ ان میلوں کو اتنی اہمیت حاصل تھی کہ اہل عرب شرم و
 رنج و زلفیہ اور ذی الحجہ کے مہینوں میں لسانی کو حرام سمجھتے
 تھے اور ان مہینوں میں اجتماعات منعقد کیا کرتے تھے یہی عربوں نے
 تک ایک ہی میلہ لگا رہتا۔ سب سے بڑا میلہ مکہ کے قریب
 عکاظ کے بازار میں لگتا تھا۔ جہاں تمام عرب سے لوگ جمع
 ہوتے تھے۔

سلطنتیں | قدیم عرب میں شاہی سلطنتیں تھیں گوری
 متہدین ہیں۔ عربوں کے علاقے ہیں یمنی اور سبائی و

شاہی خاندان بہت مشہور تھے۔ شاہ سبائی (اسی سبائی خاندان
 میں سے تھی۔ شہزادہ کے علاقے کی حکومت سب سے بڑی تھی۔
 اس کا بادشاہ یوسف ذوالاس بودی ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ روم سے
 کچھ لوگ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے شہزادہ آئے۔ یوسف ذوالاس
 نے ان لوگوں پر ظلم کیا اور انہیں آگ میں ڈال دیا۔ چارٹر
 میں بیٹن آیا۔ تیسرا شاہ روم) نے اپنے ماتحت بادشاہ شہزادہ
 ہمیشہ کو اس ظلم کا بدلہ لینے کے لئے حکم دیا۔ ہمیشہ سے ایک
 سردار ارباط فرج کا ایک دستہ لے کر آیا لیکن ذوالاس نے خود
 کوئی کچھ مزہ لے لیا۔ ارباط فرج آگے بڑھ کر ارباط کو
 قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ ارباط نے شہزادہ سے صلح
 کی اور
 شہزادہ میں حکومت کرنے لگا۔ ارباط نے اپنا بیٹا بھی لایا۔ اس
 وقت تک ایک بادشاہ تھا (کئی بیٹا) اور ارباط نے شہزادہ
 اعلان کروایا کہ آئندہ لوگ شہزادہ کو حاکم سمجھیں گے اور ارباط
 کا

کہیں لیکن عرب لوگ چونکہ نماز کعبہ کا بہت احترام کرتے تھے اور
اسے مقدس سمجھتے تھے۔ اس لئے ابہرہ کے حکم کی پروا نہ کی۔ ابہرہ
ایک لشکر جو اسے مدد کی طرف روانہ ہوا تاکہ خانہ کعبہ کو متاثر نہ
کریں اور کعبہ پر مجبور کر کے لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔
مکہ کے قریب آیا تو اللہ نے اس پر عذاب نازل کیا اور پھر مدینہ
کے غول کے غول بھیج دیئے جو پتھر کی کنکریاں بوساتے تھے۔ ان
کنکریوں کے بادلوں نے اس زور کا طوفان اٹھایا کہ ابہرہ کے ہاتھی
گھبرا کر چھٹنے لگے اور اپنے ہی آدمیوں کو روند ڈالا۔ چنانچہ ابہرہ کی فوج
شاہ و پیمان ہو گئی۔ قرآن میں اس واقعہ کا ذکر سورۃ الفیل میں
موجود ہے۔

ابہرہ کے بعد اس کے بیٹے حکمران رہے۔ پرنے بادشاہوں کی
اولاد میں سے کچھ لوگ باقی تھے جنہوں نے شاہ ایران کی دو سے دو بارہ
یمن پر قبضہ کر لیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ایران کے بادشاہ نے اپنا حاکم
بھیج کر یمن کو ایرانی صوبہ بنا لیا۔
یمن کے علاوہ حیرہ میں بھی ایرانی شہنشاہ کی حکومت تھی۔ شام
کی سرحد پر عسائی حکومت قائم تھی جس کا حاکم عیسائی ہو گیا تھا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک عسائی لوگ عیسائی تھے۔ پھر اسی عرصہ
میں مسلمان ہو گئے۔

خانہانِ قریش

نروغ میں صوبہ حجاز کے اس علاقہ کے سردار جبریم تھے جہاں
 ایک گنہ آبار ہے۔ (گنہ کا پہلا نام بکتر تھا۔ قرآن میں یہی نام آیا ہے۔ بکتر
 پس بدل کر گنہ ہو گیا) حضرت امیر الیم علیہ السلام سے بیٹے حضرت
 اسماعیل علیہ السلام کی شادی فیصلہ جبریم سے ایک سردار کی لڑکی سے
 ہوئی۔ خانہ کعبہ کے مجاور محلے کی وہ تھیں حضرت اسماعیل کی اولاد
 کو عزت و احترام کی نگاہ سے تو دیکھا جاتا تھا لیکن گنہ کی ریاست
 اور حکومت میں ان کا کوئی اختیار یا حصہ نہ تھا۔

پس میں ایک دفعہ پہنچا بیابانِ احسان کے کہ وہاں سے وہاں
 کا ایک سردار حارث بن عمرو بن کلاب قبیلہ خزاعہ تھا، اپنے لڑکے
 کو حجاز کی طرف آیا اور گنہ بیچ کر بنی جبریم کو وہاں سے نکال دیا اور
 خود قابض ہو گیا۔ بنی جبریم نجد، عراق اور بحرین وغیرہ میں چلے گئے۔
 گنہ کے علاقہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اور بنی خزاعہ بسے گئے
 بنی خزاعہ کے سردار کعبہ کے مشورلی بن بیٹھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص بنو عدنان
 تھے جن کی اولاد آگے چل کر بنو عدنان کہلائی۔ بنو عدنان میں سے ایک
 شخص قریش تھے جن کا لقب قریش تھا۔ (قریش کے معنی ہیں گنہ کے واسطے
 کے ہیں) اور انہیں سے خانہانِ قریش کی ابتداء ہوئی۔ بنی خزاعہ

کا خیال ہے کہ فر کے دادا نصر بن کنازہ کو قریش کا لقب تھا۔ بہر حال
اسی خاندان میں سے نصر اور اس کے پوتے فہر کے کافی اقتدار اور شہرت
حاصل کر رکھی تھی۔ پھر فر کے بعد حصہ ایشیا میں ایک شخص نے ان
کلاب نے خاصی عزت اور اقتدار حاصل کیا۔ قصی کی شاہمی بنو خزیمہ
کے سردار خلیل کی لڑکی سے ہوئی۔ خلیل کعبہ کا منولی تھا۔ اس لئے اس
نے مرتے وقت وصیت کر دی کہ کعبہ کی خدمت پر قصی کو مامور کیا جائے
چنانچہ اس طرح قصی کعبہ کے منولی ہوئے اور کعبہ کی جو خدمت آل ایشیا
کے انھوں سے چھین چکی تھی، دوبارہ حاصل ہو گئی۔ بعض مورخین کا
خیال ہے کہ قصی نے اپنے خاندان کے لوگوں کو متحد کر کے بنو زید بازو
بنو خزیمہ سے گدہ کی حکومت بچپن لی اور کعبہ کے منولی بن گئے۔

قصی نے اقتدار حاصل کرنے ہی خدمت کعبہ کے سلسلے میں نمایاں
کام سر انجام دیئے جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ محبوب و مشہور ہوئے۔
قصی نے سب سے پہلے خاندان قریش کے تمام بچھڑے ہوئے افراد
کو دور دور سے بلا کر کعبہ کے آس پاس بٹھا دیا۔ پھر ایک بہت بڑا
مکان بنوایا جس کا نام دار الندوہ رکھا، جہاں قریش اکٹھے ہو کر ہر قسم کا
مشورہ اور فیصلے کرنے کی مجلسیں ہوتیں، جنگ و غیرہ کی تیاری سوجی
جاتی، شجارتی قائلے وہیں تیار ہو کر باہر جاتے اور نکاح و بیرونی رسوم
بھی وہیں ادا کی جاتیں۔ اس کے علاوہ قصی نے خاتمہ کعبہ کی خدمت
ورہ کی نظم و نسق کے لئے کئی محکمے قائم کئے جن میں مندرجہ ذیل مشہور
و قابل ذکر ہیں :-

۱۔ سفایہ : یعنی پانی پلانے کا کام۔ حج کے دنوں میں حاجیوں کو

چشمہ زم زم سے پانی پلایا جاتا -
 رفاہ : اس محکمے کے ذمے حاجیوں کے طعام وغیرہ کا انتظام
 تھا۔ ٹھیکے کے احساس و لائے سے قریش نے ایک
 سالانہ رقم مقرر کی جس سے حاجیوں کے کھانسنے کا
 انتظام کیا جاتا -

ایوان : اس محکمے کے وقتے جنگی امور تھے۔ فوج کو جنگ کے
 لئے جہاز عطا کیا جاتا -
 کوزینت کعبہ : یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت اور خدمت کا پورا انتظام
 ان کے وقتے تھا -

صدر ہندوہ : دارالندوہ کی صدارت جس شخص کے وقتے ہوتی، وہ
 نظام حکومت میں سب سے اعلیٰ و بلند مقام پر فائز
 سمجھا جاتا تھا -

بعض حضرات کا خیال ہے کہ قریش کا لقب سب سے پہلے
 ہی کو ہی پایا تھا، کیونکہ انھوں نے ہی تمام خاندان کو اکٹھا کرتے
 رہے کعبہ کے پاس بسایا اور خانہ کعبہ کی خدمت سب سے زیادہ
 ان سے کی، اور قریش کے معنی بھی ہیں کہ انہوں نے اور ایک رشتہ میں
 لپ کرنے کے ہیں -

ٹھیکے کے تین بیٹے تھے جن میں سے عبدمناف کے آگے چار
 ہوئے۔ یاسم، نائل، عبدشمس اور منلبیب - ان میں سے یاسم
 نے عبدالمطلب، ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 تھے (حضرت محمد پر شجرہ مبارک کا نقش ملاحظہ ہو)

سوال نمبر ۵

- ۱۔ بعثت محمدؐ سے پہلے عرب کے ہمسایہ ممالک کی مذہبی اور اخلاقی حالت کیا تھی ؟
- ۲۔ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کی مذہبی، اخلاقی اور سیاسی حالت کیا تھی ؟



امت کے اسماء نام رکھا۔

مگر کہ دستور کے مطابق امداد اپنے بچوں کو صحت و تندرستی کی خاطر
رضاعہ میں

اندھ بیوی کو بھی اپنی مسد کی ایک بیگ خاتون علیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ بی بی علیہ نے
آپ کو چار سال تک اپنے پاس رکھا مگر یہی آپ کو آپ کی والدہ صاحبہ کے پاس چھوڑ گئی

پچھ سال کی عمر میں آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ ساتھ لے کر حضرت عبداللہ کی
پہلی بیوی

آپ کی بیوی تھیں ساتھ لے کر اپنے مرقوم ابو اور چھتے آٹھ سال تک اور وفات
پائی یہاں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد عبدالطلب آپ کو بیوی سے پیار و شفقت سے

رکھتے تھے آپ کو عمر بھر لڑائی لڑنے اور طلب سے بھی لگے ہیں۔ وفات پائی۔ والد کی وصیت کے
مطابق ان کے وصیت اپنے جانشین چچا ابو طالب کے لیے بیوی سے پیار و شفقت سے لگے۔

بارہ برس کی عمر میں ایک دفعہ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ایک مقام تک پہنچے
تھیں جہاں سے لاپرواہی سے تھیں۔ اس مقام سے باقی رہے۔

نے اپنے والد سے کہا کہ اگر اس کو کہیں آ کر بیوی سے پیار و شفقت سے لگے۔ اس سے وہ اپنے
بچے کو لے کر گئے۔ خطرہ ہے۔ پوچھا گیا کہ تم نے کس طرح متنبہ کیا کہ مجھ سے بچے

بچے کو لے کر آئے۔ آپ کو گھبراہٹ ہوئی۔ اس کے بعد اس نے اپنے والد سے کہا کہ اس کو لے کر آؤ
پھر بیوی سے لگے۔ پوچھا گیا کہ اس کو لے کر آؤ۔ اس نے کہا کہ اس کو لے کر آؤ۔

پھر بیوی سے لگے۔ پوچھا گیا کہ اس کو لے کر آؤ۔ اس نے کہا کہ اس کو لے کر آؤ۔
حضرت عبداللہ نے اپنے بچے کو لے کر آؤ۔ اس نے کہا کہ اس کو لے کر آؤ۔

اس کے بعد اس نے اپنے والد سے کہا کہ اس کو لے کر آؤ۔ اس نے کہا کہ اس کو لے کر آؤ۔
اس کے بعد اس نے اپنے والد سے کہا کہ اس کو لے کر آؤ۔ اس نے کہا کہ اس کو لے کر آؤ۔

کہ اب سے مگر یہ ہر مظلوم کی مدد کی جائے گی۔ آنحضرتؐ نے بھی اس معاہدہ کی شراکت نہ کی۔ چونکہ اس معاہدہ میں جن سرداروں نے اہم حصہ لیا ان کے ناموں میں فضائل کا اظہار کیا گیا۔ ان سے اس معاہدہ کے کا نام حضرت اہل بیتؑ پر رکھا گیا۔

حضرت زین العابدینؑ سے شادی
آنحضرتؐ کی اپنی بیٹی سچائی اور ایفہ سے تھیں۔ ان کے نکاح کو درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے نام سے مشہور

آدھے کے آپ کے سچائی اور زینبؑ کی رشتہ سے ایک دفعہ تیرہ برس کے قبل اس معاہدہ کے سردار خرید کی بیٹی خرید کر لے جو بیوہ تھیں اور بیعت مالدار تھیں آپ کے کو اپنے مال سے کر تجارت سے لے کر مالک شام بھیجا۔ یہ آنحضرتؐ کا مالک شام میں وہ سردار تھے۔ اس تجارت میں آپ کو کافی فائدہ ہوا۔ آپ کی عمر اس وقت پچیس برس کی تھی اور حضرت زینبؑ پچیس برس کی تھیں۔ نکاح کے وقت خاندان کے لوگ موجود تھے۔

ابو طالب نے نکاح پڑھایا اور اپنے سوتیلی بیوی دریم ہر مشرہ دیا۔

سچائی کی وجہ سے خانہ کعبہ کی عمارت خراب ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہاں
آنحضرتؐ نے کافی سزا دیا گیا تھا۔ تمام قبائل میں اس کی خبر پھیلی۔

تھے۔ سرایہ کی کمی کی وجہ سے عمارت کو شمالی حصہ بنایا اور اسی حصہ کو کعبہ دیا گیا۔ چنانچہ خانہ کعبہ کی ایک دیوار پختہ رہی اور اسی حصہ کے وقت سے ایک سنگ پڑا اور سیاہ پتھر لگا دیا گیا۔ یہ پتھر رکھو آ کر وہاں رہا۔ اسی حصہ کے وقت سے ایک سیاہ پتھر کے دو بارہ حصے بنائے گئے۔ ان کے وقت سے ایک پتھر لگا دیا گیا۔ اس حصہ کی عمارت سے حاصل کر کے چنانچہ آنحضرتؐ نے اس حصہ کو اپنے لیے لیا اور ایک دیوار بنی۔ اس حصہ کے لوگوں نے اس حصہ کو اپنے لیے لیا اور ایک دیوار بنی۔ اس حصہ کے لوگوں نے اس حصہ کو اپنے لیے لیا اور ایک دیوار بنی۔

سچائی کی وجہ سے خانہ کعبہ کی عمارت خراب ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہاں
آنحضرتؐ نے کافی سزا دیا گیا تھا۔ تمام قبائل میں اس کی خبر پھیلی۔

پچھلے میں شروع ہوا عرصہ کہیاں پائیں۔ جو ان ہونے تو تجارت کرنے لگے
 یہ سب سے پہلے سے پچھلے ہی لہرتا کرتے تھے۔ خواہ کتبہ کا طوائف کیا
 کرتے اور حج ادا کرتے تھے۔

یہ سب سے پہلے سے پچھلے ہی لہرتا کرتے تھے۔ خواہ کتبہ کا طوائف کیا
 کرتے اور حج ادا کرتے تھے۔

یہ سب سے پہلے سے پچھلے ہی لہرتا کرتے تھے۔ خواہ کتبہ کا طوائف کیا
 کرتے اور حج ادا کرتے تھے۔

یہ سب سے پہلے سے پچھلے ہی لہرتا کرتے تھے۔ خواہ کتبہ کا طوائف کیا
 کرتے اور حج ادا کرتے تھے۔

تاریخ

یہ سب سے پہلے سے پچھلے ہی لہرتا کرتے تھے۔ خواہ کتبہ کا طوائف کیا
 کرتے اور حج ادا کرتے تھے۔

یہ سب سے پہلے سے پچھلے ہی لہرتا کرتے تھے۔ خواہ کتبہ کا طوائف کیا
 کرتے اور حج ادا کرتے تھے۔

یہ سب سے پہلے سے پچھلے ہی لہرتا کرتے تھے۔ خواہ کتبہ کا طوائف کیا
 کرتے اور حج ادا کرتے تھے۔

فرشتے نے کہا — "اقراء باسمي سيدك... مَا كَذِبْتُمْ بِهِ؟"
 راپنے رب کا نام لے کر پڑھتے ہیں نئے مخلوقات کو پیدا کیا جس نے انسان
 کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ قرآن پڑھتے اور آپ کا ریب پڑا کر سم کرنے
 والا ہے جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا ہے۔ انسان کو ان چیزوں کی سائنس دی
 جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

یہ پہلی وحی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس کے
 بعد فرشتہ غائب ہو گیا اور آپ گھبرائی ہوئی حالت میں گھر واپس آئے اور
 کپڑا اوڑھ کر لپیٹ گئے۔ طبیعت سے پہلے یہاں افسوس حضرت خدیجہ کو سہا
 سٹایا۔ حضرت خدیجہ نے آپ کو اطمینان دلایا کہ آپ اچھے اور صاف سے
 لگاؤ سے اعلیٰ انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا اور احمد سے کہ
 اس کے بعد حضرت خدیجہ نے آپ کو اپنے حجام اور بھائی ورنہ بن نوفل سے پاس
 لے گئے جو ایسا بہت قابل سمجھے گئے اور ان کی کتب سے بہرہ دار تھے۔ ورنہ
 بن نوفل نے کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو دوسرے انبیاء کے پاس آیا کرتا تھا۔
 اطمینان رکھئے، آپ ضرور اس زمانہ سے نبی ہوں گے۔ ورنہ بن نوفل اپنے
 تھے۔ انہوں نے کہا۔ کاش میں زندہ رہتا کہ جس نے آپ کی قوم آپ کو
 چھڑا دے گی تو اس وقت تک آپ کی مدد کرتا۔

جس نے پہلی آنحضرت پر وحی نازل ہوئی، آپ نے کھینچ لیتے اور پھر مبارک
 سنت، مہر دی کے باوجود پسینہ سے تڑپتا ہوا جاتا۔ آپ فرمایا کرتے کہ
 وحی آنے پہ پہلی میں رشتہ کی سی حسرتا آئے لگتا ہے میں اس کی جانتی
 منسوب ہو جاتا ہوں اور جو کچھ سنتا ہوں، یاد کر لیتا ہوں اور کبھی ایسا ہوتا
 ہے کہ فرشتہ خود سامنے حاضر ہو کر وحی عطا کرتا ہے۔ مدد دہی ہو رہی ہے

اسما کی ہوتی ہے اور یہی قسم کی وہی سمجھنا نہ کیجئے وہ ہوتی ہے۔

ابتداء کے متعلق شروع شروع شروع میں آپ نے محض طور پر قریبی احباب سے اپنی نبوت کا ذکر کیا کیونکہ قریش مکہ کے لئے اپنے آبائی

دینی دینی ہستی پرستی کی فطرت کو اس لئے محض چنانچہ حضرت ابراہیم خردی کے گھر پر نشانی دینی ہونے لگی اور وہیں نمازیں ادا ہوتی تھیں۔

سب سے پہلے ان لوگوں کو ان کے غلط رویہ کی نشان دہی کر کے صحیح رویہ کی طرف بلایا۔ تو حیرانی کو تھوڑی دھول کی سی بیان کیا اور ہدایت کے بنیادی اصول

خلاق کو ذہن نشین کرایا تاکہ ان کی پیروی کر کے فلاح و بہبود حاصل کریں شروع شروع کے بیچانات، آیات، ابتدائی دعوت کی متابعت سے چھوٹے چھوٹے پرائیڈز کا

مشکل تھے جو اسلام کی تشریح والی ذہنوں میں پیوست ہو جاتے۔ چنانچہ پہلے پہلے مسلمانوں پر دینی حقیقت کے ساتھ ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں ہر تکلیف کو برداشت کرنے سے، بلکہ جان تک دینے کے لئے تیار تھے۔

سب سے پہلے جو حضرات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے پہلے ایمان لائے وہ یہ تھے :-

۱۔ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا
۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی جینیت سے لے کر انارک کے اپنا قبیلہ بنا لیا تھا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ان کے دوست

اور احباب اسلام لائے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں :-



۵۔ حضرت عثمان بن عفان

۶۔ حضرت زبیر بن عوام

۷۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف

۸۔ حضرت سعید بن ابی وقاص

۹۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ

۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح

۱۱۔ حضرت ابو سلمیٰ رضی

۱۲۔ حضرت ارقم بن حنیس رضی

۱۳۔ حضرت عبید بن ساریت

۱۴۔ حضرت سعید بن زید رضی

۱۵۔ حضرت سعید بن زید رضی

۱۶۔ حضرت سعید بن زید رضی

۱۷۔ حضرت سعید بن زید رضی

۱۸۔ حضرت سعید بن زید رضی

۱۹۔ حضرت سعید بن زید رضی

۲۰۔ حضرت سعید بن زید رضی

۲۱۔ حضرت سعید بن زید رضی

۲۲۔ حضرت سعید بن زید رضی

۲۳۔ حضرت سعید بن زید رضی

۲۴۔ حضرت سعید بن زید رضی

۲۵۔ حضرت سعید بن زید رضی

ایک دن قریش کے کچھ لوگ ابوطالب کے پاس آئے بیٹے کو منع کرنا کہ وہ ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ نہ کرے اور ہمارے بیٹوں کی ذمہ داری نہ کرے ورنہ ہم خود پھینک دیں گے۔ ابوطالب نے ان لوگوں کو سمجھا بچھا کر واپس لے لیا اور ان حضرت کی پیروی میں اسلام سے منگوا کر دوبارہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تم نے اپنے بیٹے کو باز نہ رکھا تو ہم سب تم سے قطع تعلق کر دیں گے۔ ابوطالب نے آپ کو بلا کر سارا قصہ سنایا کہ آپ کیا ہو۔ آپ نے فرمایا: اسے چھاپیں قتل کر دیتا ہوں کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سوج اور بائیں ہاتھ پر چاڑھ لاکر رکھ دیں اور یہ نہیں کہ اسلام چھوڑ دو تو میں نہیں چھوڑوں گا۔ یا دین اسلام چھیل کر لے جاؤ گا۔ یا میری جان چلی جائے گی۔ ابوطالب نے انھیں مومن ہو گئے اور کہا کہ "جاؤ جو چاہو پھر سے کہو نہیں تمہاری مدد کرتا رہاں گا"

اس کے بعد قریش نے آنحضرت کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اور ابوطالب سے کہا کہ تم تمہیں ایک نندہ رست نوزخان آدمی دے دیتے ہیں تم کو تمہارے حوالے کر دو۔ ابوطالب نے اپنی قوم کو اکٹھا کر کے حالات سے متنبہ کیا اور آپ کی حفاظت کا بند کیا۔ لیکن صرف آپ کے چچا ابولہب نے انکار کیا۔ چچا ابولہب نے آنحضرت کے حرم کعبہ میں کھڑے ہو کر توحید کا اعلان کیا کیا تو کفار نے آپ کو پھینکا اور پھینکا ہوا۔ حضرت عمارت بن ابی طالب نے آپ سے آنحضرت صلوات اللہ علیہم کو بچانے کے لئے دوڑے لیکن کفار نے حضرت عمارت کو شہید کر دیا۔ یہ اسلام کی خاطر اللہ کی راہ میں پہلا خون تھا۔

کفار کی مخالفت

جب کفار نے آپ کو سمجھا کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہم اپنی پیروی سے باز نہیں آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو طرح طرح کی افیتیں دینی شروع کر دیں۔ تمہارے بیٹے سے روکنے کی کوششیں کی

پوسائے تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹتے۔ راستے میں کائے بچھاتے اور مسجد
کی حالت میں غلامت اور جانوروں کی آنتوں سے سر پر رکھ دیتے۔ آتے
جاتے رستہ میں گھورتے، کوسکتے، خورد و نوش کی اشیاء بازار سے خریدنے
پر دیتے فرض ہر ممکن طریقہ سے شریک مسلمانوں کو دکھ پہنچانے لگے۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ مسجد میں تھے کہ ایک شخص عقبر بن ابی معرط سے
آپ کی گردن میں چادر ڈال کر خوب کسا۔ اتفاق سے آنحضرتؐ ابوبکر صدیقؓ
تشریف لے آئے انہوں نے اس کو ڈالنا اور مار کر بھگا دیا۔

ایک مرتبہ عقبر نے اونٹ کی اوچھڑی اٹھا کر آنحضرتؐ کے
سر پر اس حالت میں رکھ دی جب کہ آپؐ مسجد کے دروازے پر تھے۔ آپؐ نے
فاطمہ الزہراءؑ کو اشارہ کیا اور اسے بٹھا کسا لگا۔ یہ سب دیکھ کر
آنحضرتؐ نے سر پر چھوٹی تھیلی لگائی۔ تاکہ لوگوں میں الزہراءؑ کے
جوڑے ڈولوں میں آئے۔ واسے لوگوں کو نہر سے باہر لے آئے کہ کہتے کہ فلاں
شاعر اور چادر گھسے۔ اس کی باتوں پر انہوں نے انہیں ہر طرف سے
ڈھانڈھنے کے پہاڑوں سے پٹے۔

اسیاب کفالت
کفار کے مخالفانہ کے مترادف چہرہ زلی اسباب
(۱) کفار کے بریلو اور ما تہ بیت باطنہ اور ان کی
وجہ سے موم اہل ایمان کی مخالفت کی تھی۔ یہ اشیاء تھیں کہ ان سے
اسی کے مرتد ہارنے پر آمنا انہوں نے انہوں نے کام کیا۔

۲۔ اسلام کی وجہ سے قریش کی یہودیوں کا مخالف تھا اور ان کے
ساتھ ان کی شطرت سے واقف نہ کی تھی۔ یہودیوں نے انہیں
۳۔ قریشیوں پر انہوں نے ایسا بول کر کہ انہوں نے انہوں نے

Marfat.com

عیسائیت قائم کر دیں گے کیونکہ اس وقت تک مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔
۴۔ بنو امیہ قبائلی نقطہ نظر سے بنو ہاشم سے دشمنی رکھتے تھے۔ اس لئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے اپنے رقیب کی فتح خیال کرتے ہوئے دشمنی
پر آمادہ تھے۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی بد اخلاقیوں مثلاً پوری، گھوڑے وغیرہ پر
نکتہ چینی فرماتے تھے۔ اس لئے وہ اپنی عورت محفوظ کرنے کے لئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے۔

حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام | حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
چچا تھے پھر میں آپ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تین سال بڑے تھے۔ اس لئے بچپن ایک ساتھ گزارا۔ پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رضائی بھائی بھی تھے کیونکہ دونوں نے نو بیبہ والی کا دودھ سنا تھا
اسلام لانے سے پہلے بھی حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لے لیں آئے اور آپ
کے ہر کام کو پسند کرتے تھے۔ ایک دن حضرت حمزہؓ نے سب معمول نیکاروں کے
واپس لوٹے تو ایک کنیر نے جن نے خود سارا قصہ اپنی آنکھوں میں ڈھکیا
تھا آپ کو بتایا کہ آج حضرت محمدؐ سے ابوہریرہؓ نے نہایت محبت کرانی
کی ہے اور آپ کو بہت بُرا بھلا کہا ہے۔ حضرت حمزہؓ طیش میں آ
گئے۔ تیر کمان ساتھ لے کر حرم کعبہ میں آئے اور ابوہریرہؓ کو چیلنج سے
طور پید کہا کہ جو چاہے کہنے لے۔ وہیں مسلمان ہو گیا ہوں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

حضرت حمزہؓ نے سب سے پہلے آپ کو چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت
کیا۔ آپ کو اس کی پیر پیر بیان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ بلکہ اس کے دشمن

بن گئے اور جو کوئی اہل مکہ میں سے مسلمان ہوتا۔ اسے موت نکال دیا گئے اور
 بعض کو تو خوب مارنے لگے۔ اپنے خازران کی ایک کپیڑ بیلینہ کو سونے مسلمان ہو چکی
 تھیں اس قدر مارنے لگے کہ وہ کبھی کبھی جاگنے لگتی اور غصوں اور دم سے کبھی
 پھر مارنا شروع کر دیتے۔ ایک دن آپ نے ارادہ کیا کہ (غور و اندیشہ) آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل کو دیا جائے تاکہ یہ نیا سلسلہ جو قائم ہو رہا ہے اس کا کمرے
 سے خاتمہ ہی ہو جائے۔ پناچہ آپ نے لگا کر گھر سے نکلے۔ یہ واقعہ حضرت
 محمد کے اسلام لائے کے تین چار روز بعد کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت
 حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 درس قرآن دیا کرتے تھے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ کو ایک شخص نے بلایا
 عبداللہ بن کعبہ۔ انہوں نے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟
 آپ نے انہیں بتایا کہ ارادہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے جواب دیا کہ آج میں
 عمرؓ کو کتب سے تیار پاؤں تاکہ اسلام کا پائالہ خاتمہ ہو جائے۔ عبداللہ بن کعبہ
 پہلے اپنے گھر کو لوٹا۔ اور عمرؓ نے بنی فاطمہ اور بنتی سیدین زید و نوح
 مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ اور سیدین نے اور سیدین نے۔ کہ گھر پہنچے۔
 القاتی نے اس وقت ان کو اور حضرت قرآن پڑھنے سے روک دیا اور وہ سیدین نے اپنے
 پروردگار سے نہیں۔ حضرت عمرؓ نے قرآن پڑھنے سے روک دیا لیکن ان سے نہیں دیکھ
 کہ فوراً اور راقی قرآن چھپائے۔ انہوں نے ان سے پوچھا کیوں کیا ہو گیا؟
 فرمایا جو گئی (یعنی اپنے دین سے چھوڑ کر) پھر آپ نے ہندی کی طرف اشارہ کیا
 انہیں بچائے آگے بڑھیں۔ انہوں نے دوران کو راہوں کا قسم لیا اور ان کو گیا
 لیکن ہمیں تا بہت قریب رہی۔ اور انہوں نے اسے عمرؓ سے بلایا اور ان کو دیا
 اور خود پوچھی کہ اسلام سے چھوڑیں۔ بلکہ جو چاہے کر لوگ ان سے کہیں انہوں نے

Marfat.com

سُن کر اور اسے خون میں لیتا پیت دیکھ کر چوہن ٹھنڈا ہوا اور پوسے چھے
وہ اوراق دکھاؤ جو پڑھ رہی تھی۔ میں نے اوراق دیکھے تو لکھی ہوئی سورہ
حدید کے یہ الفاظ پڑھنے لگے۔

تَسْبِحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالدَّارِیْنِ
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝
زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے خدا کی
تسبیح پڑھتا ہے اور وہ غالب اور
حکمت والا ہے۔

ہدایت کا وقت آچکا تھا جب کہ پہلے پڑھتے پڑھتے ان الفاظ پر پہنچے
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاکو) تو بے اختیار
منہ سے نکلا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (میں
گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں)
فوراً اٹھے اور حضرت ارقم خنزومی کے گھر پہنچے۔ دروازہ پر دستک دی اور تلوار
بھی ہاتھ میں تھی ایک صحابی نے دروازہ کے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عمر بن شمشیر کھڑے ہیں۔ حضرت حمزہ
موجود تھے۔ بولے آئے دو۔ اگر وہ نیک ارادہ سے آئے ہیں تو بہتر ورنہ
اشمی کی تلوار سے ان کا سر کاٹ دوں گا۔ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار
کھول کر حضرت عمر کا دامن پکڑ لیا اور پوچھا یہ کیوں عمر بن کس ارادہ سے آئے
ہوئے؟ آنحضرت کی بوجھل آواز سے حضرت عمر بن کس کے جسم میں کپکپی طاری ہو گئی۔
اور بھرائی آواز میں بولے: "ایمان لانے کے لئے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خوشی سے اللہ اکبر پکارا۔ سب صحابہ نے ساتھ ہی زور سے نعرہ اللہ اکبر
لگایا۔ یہ اسلام کا پہلا نعرہ تھا اور اتنا بلند کہ گرد و نواح کی پہاڑیاں گونج
اٹھیں۔ یہ سلسلہ نبوت کے آخری ایک نبوت کے شروع کا واقعہ ہے۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے پر ایک زبردست ہنگامہ برپا ہوا۔ مسلمانوں کو تو بہت تقویت ملی۔ لیکن دوسری طرف کفار اپنا ایک بہادر آدمی تھوڑے پریشان سے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد کل چالیس کے قریب تھی۔ اس لئے غار سے سب سے پہلے چھپ چھپ کر تبلیغ اسلام کرنے اور دوسری قرآن پڑھنے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے ہی مسلمانوں کا افسرہ بدل گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "عمرؓ جب سے مسلمان ہوئے ہم لوگ ایسا آئے گئے" حضرت عمرؓ سے پہلے جتنے بھی لوگ مسلمان ہوئے سب خفیہ طور پر اسلام لانے کی وجہ سے صورت حال یہ تھی کہ اپنے آپ کو مسلمان ہونا گویا ایک بڑے خطرہ مول لینا تھا۔ کفار مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن حضرت عمرؓ اعلیٰ بہ طور پر مسلمان ہوئے۔ کفار کو اس لئے بہت صدمہ پہنچا۔ انہیں ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کفر کی بنیادیں ہل گئیں۔ چنانچہ بہت سے کفار جوش و خروش سے حضرت عمرؓ کے گھر پہنچے اور آئے۔ شاید اس خیال سے کہ حضرت عمرؓ کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ کسی سے نہ ڈرے اور اتفاق سے آپؓ کا مولیٰ عاص بن واہل دہاں آٹکا جو کہ کافی اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ اس نے کہا: "جو کیا ہنگامہ ہے؟ لوگوں نے کہا: عمرؓ اپنے آبائی دین سے نکل گئے۔ عاص بن واہل نے لوگوں کو ڈانٹ کر کہا: "عمرؓ کو نہیں پناہ دیتا ہوں۔ تم میں سے کس کی مجال ہے کہ اس پر ہاتھ اٹھائے" چنانچہ کفار واپس لوٹ گئے۔

حضرت عمرؓ ایک بہادر اور شجاع انسان تھے وہ اسلام لاکر کھڑے ہوئے اور اس سے ڈرنے نہیں تھے۔ بلکہ صرف حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ یہ کیا کہ یہ کلام اور انہی سے ڈرنے والے سے کفار پر کیا گذرتی ہے۔ درنہ ڈر والی بات ہوتی ہے۔ کلام اور انہی کے ہاتھ۔ یہ لوگ۔

اعلانہ طور پر مسلمان نہ ہوتے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح چھپے چھپے مسلمان ہو جاتے۔ آپ حکم اٹھتے اور کفار کو کہتے ایک بڑے اجتماع میں اعلان کر دیا کہ عورت مسلمان ہو چکا ہے۔ آج سے مسلمان اعلانہ طور پر اپنے مذہبی فرض سرانجام دیں گے اور خانہ کعبہ میں نماز ادا کیا کریں گے اگر کسی کو ہمت ہو تو آ کر مسلمانوں کو روکے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کے پاس آئے اور انہیں سزا دینے کے لئے کہ خانہ کعبہ پہنچے اور نماز پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں

جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑنے کے یہاں تک کہ کعبہ میں پہنچے اور ان کے ساتھ تم لوگوں سے بھی لڑھی یہ یہاں موقع تھا کہ حق رہا نظر ہو یا علیہ فرق ظاہر ہوا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کو فاروقِ رحیق و باطل میں بڑا امتیاز کرنے والا کا لقب عطا فرمایا۔

جب کفار نے مسلمانوں پر بہت ہی زیادہ ظلم و ستم شروع کر دیئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی حبشی تھا لیکن نہایت سچا اور سمجھدار انسان تھا اور چنانچہ شہرہ نبوی میں دس مردوں اور پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ حضرت رقیہؓ اور حضرت کی بیٹی حضرت زینبؓ اور امیر بن العوام رحابی بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جعفر بن ابیطالبؓ شامل تھے۔ یہ لوگ صرف تین دن حبشہ میں ٹھہر کر گئے واپس آئے۔ کیونکہ وہاں تنہائی محسوس کرنے لگے۔ دو سال بعد خوشی سے بھرپور دوبارہ مسلمانوں کا ایک بڑا اجتماع ہوا جس میں سرورِ مرد اور اہل نجات یہ اسلام تھیں۔ کفار نے ان لوگوں کا تعاقب کیا لیکن یہ سب بیکار و ناہیت تھیں۔ یہ سب نے حبشہ پہنچ گئے جو سمندر پار افریقہ کا علاقہ تھا۔ نجاشی شاہ حبشہ نے

بہتر وقت چاہئے

ان مسلک لوگوں کو مانعہ دی تاکہ وہ آرام سے درگاہ گزرا سکیں۔ اور حضرت شیخ کو قلم دیا جاتا تھا چنانچہ انھوں نے ایک وفد جن کے سرور شریف بنی عاصی تھے ہمیشہ روانہ کیا۔ اور پیش رہا تحفے یعنی شاہ کے لئے ساتھ لے گئے تاکہ اسے خوش کر کے یہ کہیں کہ یہاں آئے ہوئے لوگ ہمارے مجرم ہیں۔ اس لئے انھیں جہنم سے نکال کر واپس بھیجا جائے۔ کفار کہ کاہنہ جب وہاں پہنچا تو انھوں نے جہنم سے کچھ لوگ بھی اپنے ہم خیال کر لئے اور دربار نشانی میں حاضر ہو کر کہا کہ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ ہمارے مجرم ہیں۔ لہذا انھیں ہمیں واپس کر دیا جائے۔ بجا شیخ شاہ نے مسلمانوں کو بھی دہریوں سے بٹھرایا اور پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ مسلمانوں میں سے حضرت جعفر و حضرت علی کے کجائی کے لئے شاہ ہمیشہ کے سامنے یہ تقریر کی۔

”لے یاوشاہ! ہم لوگ جاہل قوم تھے۔ بت پرستی کا راجہ ہمیں تھا۔ خدا عزوجل کے کلمات تھے۔ یہ بڑے گریبان کرتے تھے۔ اس لئے انھیں ہم نے ایک شخص پر راجہ کیا۔ جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم سب پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی۔ اور سکھا یا کہ ہم بت پرستی سے جوڑے ہیں۔ بت پرستی اور خیریت سے باز آجائیں۔ تمہیں کفاروں سے کھانا نہیں۔ ہمسایوں کو آرام دینا۔ پاکیزہ گھرانے پر پیمانہ کا وعتہ لگائیں۔ نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ نکاح کریں۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال پر سے ہاتھ آگے۔ اس مجرم پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ اور ہم کو بھیڑ کر دی۔ کہ ہم ہجر گرانہ کی طرف لوٹ جائیں۔ پھر تجانشی سے کہہ دو کلام الہی تمہارے ہی پر نازل ہوا ہے اس میں سے تمہارا سا پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ صافات کی کچھ آیات سنائیں۔ تجانشی پوچھا کہ یہ کلام الہی ہی ہے۔ چنانچہ اس کی آکھوں میں آتھو آتھو۔ اور بولا ”خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے نور ہیں۔“ پھر کفار کہتے کہ یہاں تم چلے جاؤ۔ یہ لوگ۔“

Marfat.com

مظلوم ہیں۔ میں سرگزبان کہہ واپس نہیں کر سکتا۔ بہر حال دوسرے دن پھر قریش کے دربار نشانی میں حاضر ہوئے۔ اور ایک نئی چال چلی۔ انہوں نے بادشاہ کو کہہ کر بادشاہ ان مسلمانوں سے پوچھا کہ یہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔

کفار کا منقلب یہ تھا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) نہیں مانتے۔ اس سے تخاصمی عیسائی ہونے کی حیثیت سے ان سے ناراض ہو جائے گا۔ چنانچہ تخاصمی نے پھر مسلمانوں کو بلا کر پوچھا تو حضرت جعفر نے جواب دیا کہ ہمارے بوائے بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کا بندہ اس کا پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔ تخاصمی نے کہا "خدا کی قسم ہاں میں ہیں اور حضرت عیسیٰ ہیں ایک تنکے کے برابر فرق نہیں ہے۔" چنانچہ کفار ناکام واپس لوٹے۔ اس کے بعد تھوڑے تھوڑے مسلمان مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہاں قریب قریب ایک سو مسلمان جمع ہو گئے۔ مکہ سے ایک غلط خبر جھنڈی پھیلی کہ کفار مکہ سے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس پر بہت سے مسلمان حبشہ سے مکہ کی طرف لوٹنے لگے۔ لیکن جب مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ خیر غلط ہے۔ اس لیے چند لوگ نہ چھپ چھپ کر مکہ آگئے باقی واپس چلے گئے۔

سخت مصائب

قریش مکہ نے جب اپنی پہلی تدابیر سے کام ہٹانہ دیکھا تو کچھ اور سوچنے لگے انہوں نے بنی ہاشم اور مسلمانوں سے بالکل قطع تعلقی کر لی۔ ان سے خرید و فروخت بند کر دی۔ رشتہ نامہ ختم کر دیا۔ اور ہر طرح سے ان کے ساتھ عداوت کرنے لگے۔ مسلمان اور بنی ہاشم مجبور ہو کر یہاں کے ایک درہ میں چلے گئے۔ جس کا نام شعب ابیطالب تھا۔ کم و بیش دو سال تک یہ مصائب سہتے رہے۔ کھانا نہ ملنے پر بعض اوقات بتوں پر گزارا کرتا پڑتا۔ اس کے بعد چند امراء مکہ کو ان لوگوں پر رحم آیا اور واپس کہہ بلایا۔

وقایعنا الوطالیپ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی دوران (مصلیٰ نبوی)

ہیں آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب وفات پا گئے۔ اور چچا ہی سے نہ ہوا۔ حضرتؐ نے
غدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپ کو ان دنوں ہاتھوں کا بڑا شغ ہو
آبوطالب کی وفات سے کہ بعد قریش مکہ کے جوہل اور بڑھ گئے اور آنحضرتؐ کو پہلے
سے زیادہ تنگ کرنے لگے۔

آنحضرتؐ صلعم نے غور و فکر کیا بعد ازاں حضرتؐ نے
کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ مل کر اسلام

پھیلا یا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف پہنچے اور وہاں کے
سائے اسلام پیش کیا۔ لیکن وہاں کے اہل انہی نے آپؐ کی طرح ساوگہ کیا۔ اور
بہر کے بازاری لوگوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا تاکہ آپؐ کی ہنسی اڑائیں۔ اور گالیوں سے
ان پر سختی کی۔ ان سے آنحضرتؐ صلعم پہ پتھر مارے اور جسم تیار کیا۔ اور دیا۔ تو
یہ ہمہ اگر آپؐ کی جھینوں میں آ گیا۔ آنحضرتؐ صلعم نے اپنے باغ میں پناہ لی۔ اور
ابو عتبہ بن ربیعہ باوجود کافر ہونے کے شریف النفس انسان تھا۔ چنانچہ انہوں
نے آپؐ کو عمدہ انگور کھانے کے لئے بھیجے۔ چند روز قیام کے بعد آپؐ واپس غار
میں آئے اور وہاں سے ایک شخص مسلم بن عزی کی حمایت میں مدینہ پہنچے۔ اور
لے آئے اور پھر حج کے دنوں مختلف قبائل میں اسلام پیش کیا گئے۔

اسی زمانے میں جب کہ تہمت کا گیارہواں سال تھا۔ آنحضرتؐ نے
اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا کر آسمانوں کی سیر کرائی۔ بشتاب دینا اور
اور آپؐ کو آسمانوں سے سزا دے کیا۔ اس واقعہ کو "سراج النبی" کہتے ہیں۔ اس
ساتھ ہی مسلمانوں پر دن بیا باقی دنیا کی تمام فرسوں کو گئی۔

پھر آپؐ اور رسولؐ نے شہر مدینہ میں اسلام
پھیلانے کے لئے کوشش کی۔

سے شرب کے فتنہ امت بیبلوں میں جا جا کر قبائل میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔
 شرب اور یتیم میں دو قبائل ادس اور خزرج میں سخت ناچاقی تھی۔ ادس کے
 لوگ چونکہ کم تھے۔ اس لیے وہ قریش کی مدد کے خواہاں ہوئے۔ چنانچہ
 قبیلہ ادس کے چند آدمی کہہ پہنچے۔ اور آنحضرت صلعم سے ملے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے سامنے اسلام پیش کیا۔ ان میں صرف ایک شخص ایسا بن معاذ نے اسلام
 قبول کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد حج کے دنوں میں پھر شرب سے جو لوگ کہ گئے۔ ان
 میں سے چھ اور اشخاص اسلام لائے۔ ان میں سے حضرت اسعد بن زید اور
 خاص قابل ذکر ہیں۔ ان نے مسلمانوں کی وجہ سے شرب میں بھی اسلام پھیلنے لگا۔
 اور وہ ان کی قضا اسلام کے حق میں بہتر ہونے لگی۔

بیعت عقبہ اولیٰ

اگلے سال (۶۲۵ء) شرب سے حج کے لئے
 بارہ آدمی کہ آئے۔ اور آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر
 منہ نام عقبہ میں بیعت (پکا وعدہ) کی کہ وہ اسلام کی خاطر زندگی گذاریں گے۔
 ان لوگوں کی باپ بھائی پر شرب کے چند افراد نے اسلام قبول کیا۔ جن میں حضرت
 مسعد بن عقیل، اسید بن حنفیر اور حضرت سعید بن معاذ تھے۔ ان لوگوں کی
 وجہ سے شرب میں اسلام خوب پھیلنے لگا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

دوسرے سال حج کے موقع پر شرب سے کچھ اور لوگ
 کہ آئے۔ اور بعض نے عقبہ کے مقام پہنات کے
 وقت آنحضرت کے سامنے بیعت کی۔ ان لوگوں نے آپ کو شرب چلے جانے کا مشورہ
 بھی دیا۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی نکسے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔
 اور آپ کو کہا کہ سوچ سمجھ کر شرب چائے کا فیصلہ کریں۔ آنحضرت
 صلعم نے ان مسلمانوں سے عہد لیا کہ شرب میں سے اگر کوئی آپ پر حملہ کرے

لوہ لوگ آپ کی مرافقت کریں گے۔ سب سے آچھ کی ہدایا سن کر خوش ہوئے اور اسلام کی خاطر لڑنے کا تہیہ کیا مگر شیش کمر میں آپ کے شرب جانے کے آثار کا تھوڑا سا پتہ چاہوا۔ لیکن سوائے ان مسلمانوں کے دوسرے کسی شخص کو ان واقعہ کا صحیح علم نہ تھا۔ اس لئے معاملہ دیا رہا۔ اس کے بعد چونکہ مسلمان ہونے کے شرب چلا جاتے۔ ان کے ساتھ ہی آپ کے اہل شرب کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ ایک سردار مقرر کر کے کل بارہ سردار بنا دیے۔ جو اپنے اپنے خانہ داروں کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے۔

الہ ارادہ کی

ابن کعبہ کو شرب کے مسلمانوں کے ہونے کا علم ہوا اور وہ اسے اور ترقی سے خود خند ہوا۔ چنانچہ وہ طرح طرح کی طریقوں سے چھپنے لگے۔ فیصلہ ہوا کہ آنحضرتؐ پر تمام قبائل میں سے ایک ایک سے نوجوان بل کر آئے۔ حملہ کریں اور قتل کر دیں تاکہ قتل کا خون شرب قتل کر دیا۔

آنحضرتؐ کی شہادت

آنحضرتؐ صائم کو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ارادہ کی تیر کر دی اور حکم دیا کہ تم چھوڑ کر شرب چلے جائیں۔ آپ کے دوست حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ ہجرت کر لی۔ آپ پر خدا کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ نے ہجرت کر لی۔ آپ کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس رات کو سے چلے گئے۔ ہجرت کے وقت آپ کا قتل کا ارادہ کیا گیا تھا۔ لیکن ہاتھ سے پیشتر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ لے کر وہاں پہنچا۔ انہوں نے آپ کو شرب لے کر لایا۔ آپ نے شرب لیا اور فرمایا کہ میں نے تم کو شرب لے کر لایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو شرب لے کر لایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو شرب لے کر لایا ہے۔

رات بھر گنہگار مکہ آنحضرت کے گھر کے گرد گھومتے رہے کہ صبح کو آپ نکلیں تو ہمارے
 لیکن صبح کو انہیں تا کامی ہوئی تو فوراً آپ کی تلاش شروع ہو گئی۔ آنحضرت
 سراخ کا انعام مقرر کر دیا گیا۔ لیکن کچھ پتہ نہ لگا۔ آپ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تین دن
 غارِ ثور میں رہے۔ عبداللہ بن ابوبکر (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دن بھر کی
 شہریں غار میں بہا کر بتایا کرتے۔ حضرت اسما بنت ابوبکرؓ رات کو کھانا پہنچائیں حضرت
 ابو بکرؓ کا پتہ انعام بن ہیرہ کے پاس ادا ہوا۔ جا کر دودھ دے آئے۔ تین دن کے
 بعد آپ کا ہیرہ کے ذریعے عام راستہ چھوڑ کر ایک دوسرے راستے سے شہر روانہ
 ہوئے۔ اور ربیع الاول ۶ سالہ نبوی بمطابق ۲۰ ستمبر ۶۱۳ء کو شہر سے تین میل
 کے فاصلے پر مقام قبا میں آئے۔ حضرت عمرو بن عوف کو جہان نوازی کا ثبوت
 حاصل ہوا۔ آنحضرتؐ کی عمر اس وقت ۵۳ سال کی تھی۔ تین دن بعد حضرت علیؓ
 بھی مکہ سے مدینہ پہنچ گئے۔

مقام قبا میں آپؐ نے پہلا کام ایک مسجد کی تعمیر شروع کی جسے کعبہ نے خود
 اپنے پیارے گاہ تھیں۔ اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کعبہ
 اٹھا اٹھا کر کام کرتے۔ یہ مسجد اب مسجد قبلہ کے نام سے مشہور ہے۔
صبح بخاری کے مطابق آنحضرتؐ قبا میں چودہ دن ٹھہرے۔ بعض مورخین
 نے چار دن لکھا ہے لیکن چودہ دن زیادہ معتبر ہے۔ اس کے بعد آپؐ شہر
 کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں نبی سالم کے محلہ میں جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپؐ
 نے خطبہ دیا اور نماز جمعہ ادا کی۔ یہ سب سے پہلا خطبہ نماز اور سب سے پہلی نماز
 جمعہ تھی۔

شہر میں آنحضرتؐ صلح کا ٹرے شوق سے انتظار کیا جا رہا تھا جس میں
 نبیہ سے آپؐ گذرنے۔ لوگ قیام کی درخواست کرتے لیکن آپؐ دعا سے خیر

دیتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ یثرب میں داخل ہونے۔ لوگوں کے ہجوم راستہ کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ عورتیں بھی جوشِ استقبال میں گھروں کی چھتوں پر آگئیں اور استقبالیہ شکر گاتے لگیں۔ شخص جہان نوازی کا خوالا تھا۔ لیکن قرعہ اندازی سے حضرت ابوالیوب انصاری کو میزبان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت کی اونٹنی بھی خود بخود حضرت ابوالیوب کے گھر کے سامنے بیچھ گئی تھی۔

نبی کریم صلعم کی یثرب میں تشریف آوری سے اس شہر کا نام بدل کر مدینہ النبیؐ کر دیا گیا۔ بعد میں مدینہ منورہ یا صرف مدینہ کہلا یا جانے لگا۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں نے اپنے سن کا حساب ہجری کے نام سے شروع کر لیا۔ اس سے پہلے عرب عام القیل کے نام سے تاریخ سمجھی جاتی تھی۔

دعوتِ اسلام اور تبلیغِ دین کے لئے یہ نہایت ضروری تھا کہ مسلمانوں کو کوئی ایسا خطہ زمین مل جائے جہاں وہ آزاد دین کی پیروی کر سکیں۔ اور انشا عیناً ہر سبب کے لئے کچھ سہولتیں میسر ہو جائیں۔ ہجرت مدینہ سے مسلمانوں کو اپنی ایک سیاسی ریاست بنانے کا موقع مل گیا۔ جہاں انہیں مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اور یہ دیکھ گیا کہ مسلمان بلا تیز نسل و خون ایک الگ قوم ہیں۔

ہجرت سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ دینِ اسلام کو ہر دنیاوی تعلق پر توجیہ حاصل ہے۔ مذہب کے راستے میں اگر رشتے دار کبھی حائل ہوں تو انہیں چھوڑنا چاہنا ہے۔ وطنیت اور قومیت کے درمیان جو فرق ہے وہ عملی طور پر واضح ہو گیا۔ اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ مذہبِ دامت کی خاطر ہر شے سے بڑی قربانی کی جاسکتی ہے۔ یہ بات بھی ہجرت کے بعد بڑی اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ اسلام کا اندنناہ انفرادیت کی بجائے اجتماعیت قائم کرنا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں

ملکیت تھی۔ ان سے خرید لی گئی۔ قیمت حضرت ابو الریحہ سے ادا کی۔
 مسجد نبوی کے ایک طرف کھڑے ہیں ایک چبوترہ بنوایا گیا۔ جو
 ساٹھان کی شکل کا تھا۔ اور صفحہ (صفحہ = ساٹھان) کہا جاتا تھا۔ اس
 چبوترے پر چند غیر شادی شدہ اور بے گھر لوگ رہتے تھے۔ جنہوں نے
 اپنی زندگی اسلامی تربیت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ یہ لوگ اصحاب
 صفحہ کہلاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ (مشہور راوی) بھی انہی لوگوں
 میں سے تھے۔ اصحاب صفحہ خراب لوگ تھے۔ جنگ کی لڑکیاں لاکر بیچتے
 اور کھانا کھاتے۔ یا دوسرے مسلمان ان کی بارگاہ کرتے۔

شروع شروع میں مسجد نبوی میں لوگ نماز کے وقت خود بخود جمع
 ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن وقت پر تعمیر شادی کے سبب کا پہنچ جانا مشکل ہوتا۔
 اس لئے آنحضرتؐ نے نماز کے وقت کی پابندی کے لئے مشورہ کیا۔
 بہت سی تجاویز میں سے حضرت عمرؓ کی تجویز منظور ہو گئی کہ لوگوں کو
 اونچی آواز کے ساتھ مسجد سے لپکارا جائے۔ حضرت بلالؓ کی آواز بہت
 بلند تھی۔ اس لئے وہ اذان دینے کی سعادت سے سرفراز کئے گئے۔ اس
 طرح اذان کی ابتدا ہوئی۔

دریہ میں ہوا جرین چونکہ سب عمر و سالان تھے اور سب لوگوں
 سے واسطہ تھا اس لئے آنحضرتؐ نے عمل میں ایک

مشورہ اٹھایا

ایک نہا چہرہ کیا ایک ایک انصار کا ہاتھ بنا دیا۔ چنانچہ انصار نے ان
 نئے بھائیوں کے ساتھ حقیقی بھائیوں جیسا سلوک کیا۔ انہوں نے ہر
 قسم کا مال ادا کیا اور ہاتھ تقسیم کر دیا۔ بعض انصار نے تو اپنی دو بیویاں
 سے ایک کو اپنے ہاتھ بنا لیا اور دوسرے کی خواہش ظاہر کی۔ اس

اس معاہدہ کا بہت فائدہ ہوا۔ مسلمان بلا تیسرے قسمی و خون ایک ہی جگہ قوم کی حیثیت سے رہنے لگے۔ دین اسلام کو ہر دنیاوی تعلق پر ترجیح دی گئی۔ انفرادیت کی بجائے اجتماعی مفاد بالآخر سمجھا گیا۔ ننگا۔ شہری آبادی سب کے لئے یکساں ہو گئی۔ مسلمان اطمینان سے تبلیغ اسلام کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ کو تمام معاملات میں منصف مان لینے سے مدیثہ میں امن و سکون زیادہ ہو گیا یہ ہجرت کے پہلے سال کے واقعات ہیں۔

تخویل قبیلہ | مسلمان تقریباً سورہ اہ تائب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ سب سے پہلی ہجرت میں اچانک آیات نازل ہوئے پر مسلمانوں کا قبیلہ (تخویل) بیت المقدس کی بجائے کعبہ بدل دیا گیا۔ یہودیوں نے اس پر شور مچایا کہ محمد ﷺ تم سے عداوت کی قبلہ بدل دیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی بدعت پر اعتراض کرنے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرما کر واضح کر دیا کہ تخویل قبیلہ سے یہ درگاہ مقصود ہے کہ اسلام پر نچنے دل کون ہے۔ اور اس سے پھر جانے والا کون ہے۔ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی نیکی تو نہیں۔ نیکی تو دراصل یہ ہے کہ انسان اللہ پر، روز قیامت پر، فرشتوں پر، خدا کی کتابوں پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

آنحضرت ﷺ پر

اسی سبب یہ کہ ہجرت مدینہ کے وقت سے ہی قریش کو مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے مدینہ پر حملہ کی نیا نیاں کرتے لگے تھے۔ انہوں نے مدینہ کے سب سے بڑے سردار جب اللہ بن ابی کو لکھا کہ تم کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ ہم تم سے لڑیں گے لیکن

مدینے میں مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ سے عبد اللہ بن ابی بے بس ہوا۔ قریش مکہ یہودیوں کو ہر بار آگسٹاٹہ رہا اور طرح طرح کی سازشوں پر آمادہ کیے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے مدینہ کے مسلمانوں کو قریش مکہ سے ہر وقت شہر کہہ رہے تھے۔

قریش مکہ کا ذریعہ معاش زیادہ تر شام کی تجارت پر تھا۔ چنانچہ وہ بڑے بڑے قافلے ملک شام بھیجتے رہتے تھے۔ مدینہ کے مسلمان جب کبھی کسی ایسے قافلے کا پتہ پاتے آتے، روکنے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ دفاعی نقطہ نظر سے قریش کا مالی اور معاشی حالت میں کمزور رہنا مدینہ کے مسلمانوں کے حق میں اچھا نواہد رہتا۔ ہر حملہ کے لئے چھڑکے کافی سرمایہ کی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ کے ہر مرد اور عورت نے رقم دے کر ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ تیار کیا جو ابو سفیان کی قیادت میں ملک شام روانہ ہوا۔ اسی اثنا میں چند مسلمان مدینہ سے مکہ کی طرف بھیجے گئے تاکہ وہاں کے حالات

کا جائزہ لے کر رسول صلعم کو اطلاع دیں۔ عمرو بن حفص جو قریش کا حلیف تھا، چند آدمیوں سمیت تجارت کی غرض سے وہاں آگیا۔ مسلمانوں نے عمرو بن حفص کو مار ڈالا اور دوسرے دو آدمیوں کو پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ آنحضرتؐ کو یہ پسند نہ آیا۔ قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور حفصی کے خون بہا کا حکم دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرما کر منع کر دیا کہ کفار نے بھی تو مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھائے ہیں اس لئے اس غلطی کا کوئی حرج نہیں۔ دوسری طرف قریش مکہ اس واقعہ سے بہت پرہم ہوئے اور مدینہ پر حملے کے لئے جوش و خروش سے تیاری کرنے لگے۔ مکہ میں یہ غلط خبر بھی پہنچ گئی کہ مسلمان ابو سفیان والے قافلے کو لوٹنے کے لئے مدینہ سے نکل چکے ہیں اس سے قریش اور بھی غصہ میں آ گئے۔

آنحضرتؐ صلعم نے ان حالات کا اچھی طرح جائزہ لیا اور

واقعات پندرہ صحابہ سے مشورہ کیا۔ تمام صحابہ نے جان نثارانہ کے لئے تیار ہو گئے۔ انصار نے بھی اللہ کی راہ میں جان دینے کا عہد کیا۔ چنانچہ آپؐ نے

مدینہ میں قائم مقام حاکم مقرر فرمایا کہ ۱۳۱۳ھ اشخاص کی فوج لے کر مکہ کی طرف روانگی کی۔
 وہ اشخاص کو دشمن کی حرکات سے آگاہ کرنے کے لئے آگے روانہ کر دیا گیا۔ اور وہ مدینہ
 سے ۷۰ کو اسلحہ فوج مقام بدر کے قریب پہنچ گئی اور وہیں ڈیرے ڈال دیے۔
 بدر ایک بستی کا نام ہے۔ جو ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ یہ جگہ مدینہ سے
 تقریباً اتنی میل تک کی جانب ہے مگر سے ماگ شام جانے کے لئے بدر سے گزر کر جانا
 پڑتا ہے۔ بدر اس لیے بھی مشہور تھا کہ یہاں ہر سال میلہ لگتا تھا۔ اور چاروں طرف
 سے لوگ وہاں جمع ہوتے تھے۔

حضرت جناب بن منذر کی رائے سے آنحضرت صلعم تھوڑا اور آگے بڑھے اور
 بدر کے مقام پر پہنچ کر تمام چیموں اور کتوں پر قبضہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو
 اندر دوی۔ اچانک بادل اتر آئے۔ اور ان کی طرف خوب بارش ہوئی جس سے
 ریت بیٹھ گئی اور چلتا پھرنا کافی آسان ہو گیا۔ مسلمانوں نے بارش کے پانی کو روک کر
 جا بجا حوض بنائے۔ جن سے دھوا اور غسل کا کام لیا جاتا۔

ادھر قریش تک ایک ہزار سے زائد فوج لے کر بدر کے قریب پہاڑی کے دوسری
 طرف پہنچ گئے۔ دشمن آلات حرب سے لڑے ہوئے تھے۔ اور سامانِ رسد بھی بڑھتی
 پہنچ رہا تھا۔ پانی پر قبضہ کے باوجود آنحضرت صلعم کے حکم سے دشمنوں کو پانی
 لینے کی اجازت دے دی گئی۔ رات کا وقت تھا۔ مسلمانوں نے اطمینان سے
 رات گزاری۔

صبح ہوتے ہی آنحضرت صلعم نے نماز کے بعد جہاد پر تقریر فرمائی جس سے
 مسلمانوں کے حوصلے اور زیادہ بلند ہو گئے۔ دونوں طرف صفت آرائی کے بعد
 انہیں ضروری ہدایات فرمائیں۔ پھر نہایت خشوع کی حالت میں عرض کیا کہ اے
 اللہ! اگر یہ چند اشخاص آج میرے لئے تیرا پیغام تک تیرا کوئی نام لیوانہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے مدد اور فتح کی بشارت تندی حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

دشمن کی فوج اور قریب آگئی۔ جنگ کا آغاز ہوا۔ پہلے ایک ایک کر کے مقابلہ میں آئے۔ عامر رضی اپنے بھائی کے خون کا ہارہ لینے کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت عمرؓ کے غلام نے مقابلہ کیا۔ غلام مارا گیا۔ پھر عقبہ سردار لشکر نکلا اور حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ولید آیا تو حضرت علیؓ کی تلوار سے کٹ گیا۔ شیبہ حضرت عبیدہؓ کے مقابلہ میں نکلا۔ حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ نے فوراً آگے بڑھ کر شیبہ کے ہاتھ کر دیے۔ حضرت عبیدہؓ کو آنحضرتؐ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ پھر دونوں طرف سے فوجیں بڑھیں اور گھسان کی لڑائی ہوتے لگی۔ مسلمان گرفتار تعداد میں تھے۔ لیکن اللہ کی نصرت ان کے شامل حال تھی۔ قرآن کے مطابق (سورۃ انفال) ایک ہزار فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ کفار کو مسلمان اپنے سے دوگنا نظر آ رہے تھے (آل عمران)

فقوڑی دیر بعد لڑائی بند ہو گئی۔ کفار کو منہ کی کھانی پڑی۔ مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ مسلمانوں میں شہداء کی تعداد چودہ تھی۔ جن میں چھ تہا جو تھے قریش کے تقریباً سارے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ابو جہل کا سر قلم کر کے آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تقریباً ستر دشمن مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ آنحضرتؐ نے کفار کی لاشوں کو ایک بنا کنوئیں میں ڈالوا دیا، کیونکہ انہیں ایک دفعہ کرنا مشکل تھا۔

مسلمان مال غنیمت اور قیدیوں سمیت مدینہ روانہ ہوئے۔ قیدیوں میں آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ آپ کے داماد ابو العاص اور حضرت علیؓ کے بھائی عقیل بن ابی طالب بھی تھے۔ مسلمانوں نے قیدیوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا

میں پہلے کھانا کھاتے پھر خود کھاتے۔ ان کے لئے کپڑے پہتیا گئے۔ تمام بدی صحابہ میں تقسیم کر دیے گئے تھے۔ پھر فیصلہ کے مطابق حسب استطاعت بیلوں سے قریب لے کر لے کر دیا گیا۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان کے سپرد سچوں کی پڑھائی بطور قریب کی گئی۔ باقیوں کو بلا عینا و ضمہ چھوڑ دیا۔

ر کے نتائج اور اہمیت

(۱) یہ معجزہ اسلام کی شوکت، مہینت اور دیرینہ کارسنگ بنیاد بنا۔ اللہ

نزدیک بدر کی اہمیت اتنی تھی کہ جن اشخاص نے اس ارطالی میں حصہ لیا اور قطعی طور پر جنتی قرار دیے گئے اور جن کو صرف زخم لگا اور بچ گئے وہ ہمدرد کی فہرست میں شامل کیے گئے۔

واقفہ بدر، اسلام کی ترقی اور قوت کا موجب بنا۔ کفار کے تمام بڑے بڑے اور نامور سردار ختم ہو گئے۔

یہ ثابت ہو گیا کہ فتح و کامیابی کے لیے ساز و سامان اور فوج کی تعداد ہی ضروری نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں غریم راسخ اور یقین منکم ہی اصل کامیابی ہے۔

قریش مکہ کے علاوہ کئی دوسرے قبائل کے لوگ اور ان کے سردار اسلام کی آنکھیں ہوتی طاقت سے بہم گئے۔

دوسری طرف یہ بھی ہوا کہ یہودی اور زیادہ مہاسد ہو گئے۔ اور ان کی ساترہنوں اور بند عہدیدوں کی وجہ سے ہر وقت خدشہ رہتے لگا۔

حضرت فاطمہ الزہراء کی شادی

ذی الحجہ ۱۰ھ میں ہوئی حضرت نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء کی شادی حضرت علی سے کر دی۔ حضرت فاطمہ الزہراء

کی عمر اس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک ترہ تھی جس کی قیمت سو سو روپے تھی۔ ایک بیہوش کی کھال اور ایک پرانی چادر بھی تھی۔ سب ہر میں حضرت کا لٹکا دے دیں۔

غزوة احد

قریش مکہ جنگ بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے بڑے پیسے پر تیار ہو گئے۔ سال بھر کی تجارت کا منافع جمع کیا گیا۔ گرد و نواح کے قبیلے اور حلیف سب ساتھ مل گئے۔ شہزادے اشعار کے ذریعہ لوگوں کو خوب آمنا اور جوش انتقام کو بھڑکایا۔ بہت سی عورتیں لڑاتی ہیں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گئیں۔ تاکہ اپنے مردوں کے جوش کو مشتعل رکھیں۔ اور وہ ثابت قدمی سے لڑتے رہیں۔ جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو قتل کیا تھا۔ عتبہ کی بیٹی ہندہ نے ایک وحشی نامی غلام کو تیار کیا کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو قتل کرے تو اسے عتہ میں آکر کر دیا جائے گا۔

قریش بھاری لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ اور مدینہ کے قریب کوہ احد پر آئے۔ آنحضرتؐ کو آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے جو مسلمان ہو چکے تھے اور تا حال مکہ ہی میں مقیم تھے۔ اطمینان سے دیا ہوئی تھی کہ قریش حملہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ مدینہ کے تمام اشراف مستحکم ہو گئے۔ اور عباہ سے مشورہ کے بعد آنحضرتؐ ۱۲ سوال سے بعد نماز جمعہ ایک ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر مدینہ سے نکل پڑے۔ عبدالمطلبؓ نے

(صردار منافقتین) بھی اپنے ساتھیوں کو واپس مدینہ لے آیا۔ اب مسلمانوں
 کی تعداد سات سو تھی۔ ان میں سے بھی کچھ بچوں کو واپس کر دیا گیا۔
 آنحضرتؐ نے کوہ احد کے دوسری طرف صف آرائی کی۔ احد کی
 پہاڑی اسلامی فوج کی پشت پر تھی۔ حضرت مصعبؓ کے ہاتھ میں اسلامی
 علم تھا۔ پشت کی پہاڑی پر سچا سچ تیرانداز حضرت عبداللہ بن زبیر کی
 رہنمائی میں متعین کر دیے اور انہیں حکم دیا کہ فتح کی صورت میں بھی اس جگہ
 سے ہٹیں نہ ہوں۔ دوسری طرف کفار بھی صف آرا ہوئے۔ طلحہ کے ہاتھ میں
 علم تھا۔ سواروں کا دایاں دستہ خالد بن ولید کی سرکردگی میں تھا اور بائیں
 کاکرمہ بن ابی جہل کے تحت تھا۔ تیرانداز عبداللہ بن زبیر کے پیچھے تھے۔
 قریش کی عورتیں وٹ (ڈھول) کے ساتھ ساتھ اشعار پڑھتی ہوئی
 آگے بڑھیں۔ پھر لڑائی کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں نے نہایت بہادری اور
 شجاعت سے مقابلہ کیا۔ خصوصاً حضرت حمزہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت
 ابو جہلؓ نے قرب جوہر دکھائے۔ حضرت ابو جہلؓ کے ہاتھ میں آنحضرتؐ
 صلعم کی تلوار تھی۔ جو مصر چلتی تھی دشمنوں کو صاف کٹے جانی حضرت
 حمزہؓ دشمنوں کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ وحشی نامی غلام
 ناک میں تھا۔ قریب آتے ہی (حرب) پھوٹا۔ نیزہ مارا۔ جو حضرت حمزہؓ کے
 پیٹ کے پار نکل گیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ کفار پیچھے ہٹنے لگے۔ علم گرتا تھا۔
 پھر اٹھاتے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ اور حضرت ابو جہلؓ کے ہاتھ توڑ چلوں
 کی تاب نہ لاسکے۔ اور شکست کھا کر رنج پھیرا۔
 مسلمانوں نے کفار کے مال کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پیچھے کی پہاڑی
 سے تیرانداز مسلمان بھی مالِ فہیت کے لالچ میں دوڑے۔ عبداللہ بن جبیر نے

روکا، لیکن انھوں نے ایک نہ سنی۔ کفار نے موقع دیکھا۔ اور خالد نے سواروں
 کے ساتھ اسی پہاڑی کے پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیا۔ عبدالمعز بن حنیفہ اور چند
 ساتھیوں نے حملہ روکا۔ لیکن سب شہید ہو گئے۔ پیچھے سے اچانک حملہ کی صورت
 میں مسلمانوں میں بدحواسی پھیل گئی۔ اور کئی مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں
 شہید ہو گئے۔ حضرت مصعبؓ کو ایک شخص کفرانِ تمیہ نے شہید کر دیا۔
 حضرت مصعبؓ آنحضرتؐ کے ہم شکل تھے۔ اس لئے کفار نے مشرکوں پر
 کہہ کر شہید ہو گئے۔ اکثر مسلمانوں نے ہمت ہار دی۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ
 جیسے قوی ہمت اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت انسؓ کے چچا ابن
 نصرؓ اور چند دوسرے جاں نثار بہادری سے رہے۔ ابن نصرؓ نے اپنی سے
 زیادہ زخم کھائے اور شہادت پائی۔

آنحضرتؐ کو چند جاں نثاروں نے حفاظت میں لیا اور یہ تھا۔ حضرت
 کعب بن مالکؓ کی نگاہ آنحضرتؐ پر پڑی۔ آپ کے چہرے پر مہر (آہنی جنگی ڈبلی) لگا
 تھی۔ لیکن آنحضرتؐ میں منگی نہیں۔ فوراً پہچان لیا۔ اور پکارا کہ مسلمانوں! رسول اللہؐ
 صلعم زندہ ہیں۔ پھر کیا تھا۔ سب مسلمانوں میں ہمت آگئی۔ جو صلے بڑھ
 گئے۔ دوبارہ دشمنوں پر لوٹ پڑے۔ ادھر کفار نے بھی آنحضرتؐ
 کی طرف زیادہ طاقت سے رخ کیا۔ حضرت زیاد بن مسکنؓ اور چند دوسرے
 بہادری سے بڑھ کر حملہ روکا۔ لیکن ایک ایک کے شہید ہو گئے۔ عبدالمعز بن حنیفہؓ
 نے آنحضرتؐ صلعم پر وار کیا۔ مغز کے دو حلقے چھڑے۔ مبارک ہاتھوں کے
 حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے دانتوں سے حلقے کھینچے۔ پھر مبارک ہاتھوں
 خون بہنے لگا۔ ایک کافر کے پتھر سے آپ کے نیچے کے دانتوں میں سے
 ایک دانت بھی شہید ہو گیا۔ آنحضرتؐ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پہاڑی پر چلے

گئے۔ دشمنوں نے ٹھہرنا چاہا۔ لیکن حضرت عمرؓ اور دو تیسرے صحابہؓ نے
پتھر پھینکے اور انہیں روک دیا۔

مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی وفات کی غلط خبر پھیلی۔ بہت سے مروا اور عجمی
احمد کی طرف دوڑے۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے آنسو بہا اور آپ کے چہرہ مبارک
سے اچھی نگاہ کی۔ شعلیں بہ رہی تھیں۔ انھوں نے زخم دیکھا اور چٹائی بچھا کر اوپر
پاؤں رکھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے زخم دیکھا اور چٹائی بچھا کر اوپر
سے اچھا کر کے کمر میدان جنگ میں لے گئیں اور اپنے بچوں کے ساتھ
ہوئے کچھے اور وٹائے منقذت مائی۔

ایوسفیان نے دوسری طرف پھاڑی سے پکارا۔ حضرت عمرؓ نے فریاد کیا
یا اے اللہ! سب زندہ ہیں۔ ایوسفیان نے کہا۔ آج کا دن بد ہے۔ تم لوگوں کا بدلہ
ہے۔ آئندہ سال پھر لڑائی ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے جبرائیلؑ آیا اور فرمایا
متظلمو سے۔ پھر کنارے واپسی کی تیاریاں شروع کیں۔ انہوں نے کھانوں
نے خوب دل کھول کر منقذت مائی بدر کا بدلہ لیا۔ شہداء کی لاشوں سے تاک
کان کاٹ ڈالے اور مارنا کر کے میں ڈال دیے۔ اس ناکہ کان کاٹنے
کی رسم کو شکر کہا جاتا تھا۔ (عربی کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں) زندہ رہے
حضرت کا پیٹ چاک کیا اور نگہ نکال کر وائٹوان سے چھاپا۔
جنگ اعدیہ بہت ہوئی۔ مسلمان عجمی نے اچھی لڑائی کی۔ حضرت عمرؓ نے
حضرت اُمّ سلمہؓ کی طرف اشارہ کیا کہ ان کی ماں ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے
خمد کی ماں کی زخمیوں کی دیکھ کر کہا اور پائی پائے کا کام کرتی تھیں۔ حضرت
اُمّ سلمہؓ نے آنحضرت ﷺ کے منہ میں ہاتھ دیا اور فرمایا میں تمہیں اور آپ کے پیچھے
اور تلوار کے تھلے رکھی تھیں۔ اسی دوران میں انہوں نے تلوار سے پھاڑا۔

گہرا زخم کھایا۔

اس لڑائی میں بیشتر مسلمان شہید ہوئے جن میں چار ہزار تھے مقتولین
کفار صرف بائیس تھے مسلمانوں نے شہداء کو دفن کیا۔ اور مدینہ کو روانہ ہوئے
راستے میں عورتیں بیٹھیں۔ اپنے اپنے عزیزوں کی شہادت سن سن کر انادک پر گھٹیں
اور واپس لوٹ نہ سکیں۔ حضرت عیسیٰ کو ان کے ماموں حضرت حمزہؓ اور بھائی
ہر افسانہ بخش کی شہادت کا علم ہوا تو حضرت کی دعا کی۔ پھر ان کے شوہر حضرت
مصعبؓ کی اطلاع دی گئی تو زور سے چیخ اٹھیں۔ ان حضرت نے فرمایا کہ
عورتوں کو اپنے شوہر سے بدلتا زیادہ محبت ہوتی ہے۔ ایک اور عورت کو
پاپا ماجہ تھی اور شوہر کی شہادت کی ایک ایک کر کے خبر ملی۔ ہر بار یہی کہتی
کہ اے حضرت! کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ زندہ ہیں۔ بولیں کہ میں خود دیکھنا
چاہتی ہوں۔ صحابہ نے اشارہ کیا۔ خود دیکھا تو اطمینان ہوا اور کہا کہ آپ زندہ
ہیں۔

مدینہ پہنچے تو آنحضرتؐ کو دوسرے دن کچھ جاہلین کے ہمراہ تقریباً آدھ میل کے
فاصلے پر منگامہ ہوا۔ راستے تک گئے تاکہ دشمن پھر حملہ نہ کر سکے۔ آپؐ کا اندیشہ صحیح
نکلا لیکن ابوسفیانؓ نے مسلمانوں کو دیکھ کر ارادہ بدل دیا۔ اور کہہ لوٹ گیا آنحضرتؐ
واپس ہوئے۔ راستے میں عمرو شاعرؓ کہل گیا جس نے قریش کو لڑائی
کے لئے اجارہ دیا۔ چنانچہ اس کے تلے کر دیا گیا۔ ان لوگوں کی جو زخموں
اور چوٹوں سے تڑھال ہوئے ان کے باوجود دشمن کے پیچھے مقام ہرا والا سرد تک
گئے قرآن نے سورہ آل عمران میں تعریف کی ہے۔

یہود بڑی ہارت سے مدینہ پہنچے تھے
ان کے تین مشہور قبیلے قینقار، نضیر اور

یہود کا وہ پہلے انجراج

قریب مدینہ اور گرو و نواح میں آباد تھے۔ مذہبی، معاشی اور سیاسی لحاظ سے
 یہ لوگ اپنے اوپر فخر کرتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ان حضرات نے
 مدینہ کے حالات کا جائزہ لے کر یہودیوں سے صحابہؓ کو ایسا مختار بنا کر
 مسلمانوں کو ان کی طرف سے شرارتوں اور سازشوں کا خدشہ نہ رہنے دیا
 اپنے اقتدار کا زوال ہونے کی وجہ سے انہوں نے سازشیں کرنے لگیں اور
 سے دشمنی کے وجود یہ تھے :-

مذہبی :-

یہودی اپنے مذہب کو بہتر اور سچی کو سیدھا مہیب اور فحشیت
 دینے تھے لیکن ہماری طور پر چھوٹے، حرام مال کھانے والے اور ہر طرح
 کے گناہ کرنے والے، سود خور اور لوگوں کا مال خورد برد کرنے
 والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرما کر (سورہ نسا ۲۲)
 ان کے افعال کا رازناش کر دیا۔ چنانچہ یہودی مسلمانوں سے
 سخت دشمنی کرنے لگے۔

اقتصادی :-

ہجرت کے بعد مسلمان ہاجروں نے تجارت میں خوب محنت سے
 کام کیا اور ٹھکانے سے ہر عرصہ میں بڑے مال حاصل ہو گئے۔ چنانچہ
 غریب انصار یہودیوں کے مسود کی قسموں سے بڑے بڑے ہاجروں
 کی تجارت بھی بہت کم ہو گئی۔ اس کا اثر ہی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں
 سے کینہ رکھنے لگے۔

سیاسی :-

ہجرت سے پہلے یہودیوں کو یہاں توفیقیت حاصل تھی۔ وہ ان

اور شہزاد کے قبائل کو لڑا لڑا کر اپنا مطلب حل کیا کرتے تھے لیکن
اسلام کی وجہ سے یہ دونوں قبیلے متحد ہو گئے اور یہودیوں کی سیاست کی
خاتمہ ہونے لگا معاہدہ مدینہ کی وجہ سے نبی مدینہ کی سیاست آنحضرت
کے ہاتھ میں تھی چنانچہ یہودی مسلمانوں سے عداوت رکھنے لگے۔

ان وجود کی بناء پر یہودی قبائل اعتبار ترکے تھے۔ انہوں نے آنحضرت
کے لیے طور پر دشمنی شروع کر دی اور قتل کے منصوبے باندھنے لگے شوال ۱۰ھ
واقع ہوا کہ ایک دفعہ ایک انصار عورت بنی قریظہ کے بازار میں آئی ایک یہودی نے
اس عورت کی بے عزتی کی چنانچہ ایک غیرت مند مسلمان نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا
یہودیوں نے اس مسلمان کو مار ڈالا۔ اطلاع ہوئی تو آنحضرت تشریف لائے اور یہودیوں
کو سمجھانے لگے کہ ان حرکتوں سے باز آ جاؤ۔ ورنہ تم پر بھی بد سگ کی طرح عذاب نازل
ہوگا۔ یہودیوں نے کہا کہ ہم بتا دیں گے کہ عذاب کس پر نازل ہوگا۔

پھر کہ یہودیوں کی طرف سے بد عہدی اور انہوں نے جنگ لڑی اس لئے آنحضرت نے
انہیں چیلہ کا حکم دیا۔ یہودی قبیلہ میں گھس گئے۔ پندرہ دن تک محاصرہ رہا۔ بالآخر جنگ آ کر ہوئی
تو یہودیوں نے ہار لی اور کہا کہ ہمیں آنحضرت کا فیصلہ منظور ہے آپ نے ہمارے نقیبین عبداللہ ابن
ابی اسد کی درخواست پر بنی قریظہ کے تمام یہودیوں کو جن کی تعداد سات سو تھی جلا وطن کر دیا۔
یہودیوں کو اور ہمدانی قبیلہ بنو نضیر بھی آنحضرت سے دشمنی پر تیار ہوا تھا۔ ایک نوا آنحضرت
اسی قبیلہ میں یہودیوں سے ایک خون بہا کی رقم کا حصہ وصول کرنے کے لئے آئے آپ ایک
دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یہودی دوسری طرف آپ کے قتل کی سازشیں کرنے
لگے کہ ایک شخص کو مکان کی چھت پر چڑھا کر اوپر سے پتھر گرایا جائے! اللہ تعالیٰ نے آپ
کو خبر کر دی چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے اور صحابہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی
آنحضرت نے یوسف زلیخہ اور بنو نضیر دونوں کو نیا عہد نامہ لکھنے کے لئے کہا بنو نضیر

نے انکار کر دیا لیکن بنو قریظہ رضامند ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ربیع الاول ۶۱ھ کو
بنو نضیر پر چڑھائی کی۔ سردار منافقین خبیر اللہ بن ابی نے بنو نضیر کو کشتیوں کے ساتھ لاکھا اور
درو کا و بارہ بھی کیا تھا لیکن وقت پر پہنچے پشاور پہنچے اور وہ دن تک بنو نضیر قلعہ بند رہے۔ آخر
شک آ کر جو ان جنگی درخواست کی، آنحضرتؐ نے انہیں بھی جلا وطنی کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نام
مال و متاع لاکھ خیر اور تمام کی طرف چلے گئے۔ اسی طرح بنو قریظہ کو بھی اپنی سازشوں
کی سزا ملی جس کی تفصیل غزوہ احزاب میں آئے گی۔

غزوہ خندق (احزاب)

۱۱۱

بنی نضیر کے جو یہودی خیر جا بے وقت۔ انہوں نے ربیع پہلے پر مسلمانوں
شروع کر دیں۔ انہوں نے قریش مکہ کو ساتھ بلا لیا۔ پھر قبیلہ نضیر کے ساتھ
کر لیا۔ اور اس طرح چند دوسرے قبائل کو رضا مند کر کے ایک بڑے لشکر
کے ساتھ مسلمانوں کو ختم کرنے کی غرض سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش
کا سردار ابوسفیان تھا اور قبیلہ نضیر کا سپہ سالار قیس بن مسعود تھا۔ چونکہ یہ
سے گروہوں نے مل کر یہ حملہ کیا تھا اس لئے انہیں سپہ سالار سے اس لڑائی کو جنگ
احزاب (گروہ آجے) بھی کہتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی چونکہ ایرانی تھے اس لئے
سے خوب واقف تھے اس لئے انہوں نے مدینہ سے گھر و خاندان کو روانہ کرنے کا مشورہ دیا
تاکہ مورچہ بندی کر کے محفوظ و امان میں رہ سکیں۔ ان کا جواب تھا کہ اگر وہ صحابہ کو یہ مشورہ
پسند آیا۔ اور تمہاری تیری سے مشورہ کروئے گا تمام مشورہ ہو گیا۔ حضرت عباسؓ کا
توہم اور بنی نضیر دن کی فائدہ کشتی کے باوجود میں دن کے عرصہ میں بنی نضیر مسلمانوں

نے خندق تیار کر لی۔ یہ خندق مدینہ کے شمال مشرقی جانب بنائی گئی کیونکہ باقی اطراف
مکانات اور نخلستان کی وجہ سے بالکل محفوظ تھے۔ خواتین کو محفوظ قلعوں میں بھیج دیا
گیا۔ اور کچھ مرد وہاں متعین کر دیئے گئے۔

بنی قریظہ کا رئیس کعب بن سعد پہلے تو بنی نضیر سے الگ رہا لیکن زیادہ اہل
سے وہ بھی ان کے ساتھ مل گیا اور مسلمانوں کے ساتھ جو معاہدہ تھا۔ اسے توڑ دیا۔
آنحضرتؐ نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو بنی قریظہ کی طرف بھیجا۔ کہ
حالات کا جائزہ لیں چنانچہ انہوں نے معلوم کر کے بتایا کہ بنی قریظہ نے معاہدہ توڑ
دی ہے اور لڑائی کے لئے تیار ہیں۔ آنحضرتؐ کو صدمہ ہوا۔ ادھر مسلمان جاٹے کے دنوں میں
تین تین دن سے فاقے میں تھے۔ ادھر دشمنوں نے مدینہ کے تین طرف گھیر ڈالا تھا۔ مدینہ کے
لوگ بہت پریشان تھے مسلمانوں میں منافقین بھی موجود تھے وہ یہ حالات دیکھ کر اپنے
گھروں کی حفاظت کا بہانہ کر کے فوج سے واپس جانے لگے۔

(ایک ماہ تک سخت محاصرہ رہا۔ کفار اس قدر زیادہ اور اس طرح سامان
حرب سے لیس ہو کر آچڑھے تھے کہ مدینہ کی زمین زل گئی تھی۔ مسلمانوں کی آنکھیں
کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے۔ منافی طرح طرح کے گمان کرنے لگے
اور مسلمانوں کو سخت امتحان میں ڈال دیا گیا (سورہ احزاب) بہر حال مسلمان
پختہ ایمان سے ڈٹے رہے۔ اور اللہ پر پورا بھروسہ رکھا۔

دشمن دوسری طرف سے تیر بہاتے اور پتھر پھینکتے رہے لیکن خندق عبور
نہ کر سکتے تھے۔ ایک جگہ سے خندق کچھ کم چوڑی تھی۔ اس جگہ سے دشمن نے
حملہ کی کوشش شروع کی چنانچہ ان کے کچھ سرداروں نے گھوڑے دوڑائے
اور خندق پار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان میں عمر بن عبدود کے بڑھا
اور مقابلہ کے لئے پکا۔ آنحضرتؐ نے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

اسی دوران میں پتھر اور تیر میں لہے تھے۔ اور مقابلہ جاری رہا۔

دوسری طرف بنو قریظہ نے موقع دیکھ کر اس قلعہ پر حملہ کر دیا جہاں
خواتین تھیں۔ ایک یہودی قلعہ کے بڑے دروازے تک پہنچ گیا۔ حضرت صفیہؓ
را حضرت کی بھوپھی) نے حسان بن ثابتؓ کو جو ایک شاعر تھے مقابلہ کے لئے
کہا وہ معذرت کرنے لگے۔ پھر حضرت صفیہؓ نے خود شہید کی چوب سے یہودی
کے سر پر وار کیا اور اسے مار ڈالا۔ یہودی کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک
دیا گیا۔ یہودیوں نے سمجھا کہ قلعہ میں مرد بھی ہوں گے۔ چنانچہ وہ سہم لئے اور
دوبارہ حملہ کرنے سے رک گئے۔

محاصرہ لمبا ہوتا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے زور کی آندھی بھیجی۔ دشمنوں
کے خمیے اکھڑ گئے۔ اور وہ بہت پر اسان ہوئے۔ دوسری طرف نسیم بن مسعود
نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ قبیلہ شیطان اور یہودیوں میں ہمسائہ جینت بن
رکتے تھے۔ انہوں نے قریش اور یہودیوں میں متضاد قسم کی باتیں پھیلایا کہ ان
میں چھوٹ ڈال دی۔ یہودی قریش سے علیحدہ ہوئے گئے۔ اور قریش کی
رسد ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ ان حالات سے مجبور ہو کر کفار نے محاصرہ
اٹھالیا۔ اور واپس روانہ ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذ جو انصاری تھے، سخت زخمی ہو گئے تھے۔
انہیں مسجد نبوی کے قریب ایک خمیے (علاج گاہ) میں رکھا گیا۔ جہاں زیدہ
ایک مسلمان خاتون زخمیوں کی مرہم لپی کرتی تھیں۔ زخم چونکہ گہرا تھا لہذا
عرصہ بہارہ کہ حضرت سعد بن معاذ فوت ہو گئے۔ اس لڑائی میں کل چھ
مسلمان شہید ہوئے۔

یہود کو سزا | بنو قریظہ کی بدعہدی کی وجہ سے مسلمانوں کو جنگ (حزب میں) بہت

زیادہ پریشانی ہوئی تھی۔ قریش کے واپس لوٹنے ہی آنحضرتؐ نے یہی قہقہہ سوار کیا یہودیوں نے بجائے ندامت اور معذرت کے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہا اور آنحضرتؐ کو گالیاں بھی رہیں مسلمانوں نے تقریباً ایک ماہ تک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ آخر تنگ آ کر یہودیوں نے درخواست کی کہ محاصرہ اٹھایا جائے اور جو فیصلہ حضرتؐ سعد بن معاذ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ آنحضرتؐ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور حضرتؐ سعد بن معاذ نے فیصلہ دیا کہ لٹے ڈالے تیش کئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کا سامان مال غنیمت قرار دے دیا جائے۔ فیصلہ یہودیوں کی اپنی الہامی کتاب تورات کے مطابق تھا۔ چنانچہ چار سو مردوں کو قتل کیا گیا مقتولین میں ایک عورت بھی تھی جس نے ایک مسلمان کے پیچھے گرا کر مار ڈالا تھا۔

یہود کے احکام

یہودیوں میں یہی یہود کے احکام نازل ہوئے اس وقت تک مسلمانوں کو انہیں عام رواج کے مطابق نہ ہنی سہتی تھیں چنانچہ ان احکام سے لازم ہوا کہ ان کی بجائے قرآن مجید سے گھر کے اندر بھی احکام کے مطابق چھائی کا لحاظ رکھیں اور اگر اشد ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلیں تو چادر اڑھیں اور گھونگھٹ نکال دیا کریں۔ عیسائی نہ جاسکیں اور ظاہری زینت بھی چھپ جائے۔ اٹنے زور سے نہ چلیں کہ پاؤں کے زپوروں کی جھنکار سے راہ چھلنے مروٹھی ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

صحیح مسلم
 روای قلعہ ۱

حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے خانہ کعبہ اسلام کا اصلی مرکز تھا اور اس لئے آنحضرتؐ کو کعبہ کی زیارت کا بہت

اسیاق و احوال

Marfat.com

شوق نہ تھا چنانچہ آپ نے چوردہ سنو مسلمانوں کو ساتھ لے کر گاہ کا لٹا گیا
چونکہ آپ جنگ کے ارادہ سے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے عمرہ
(تھوڑا سا حج) کا احترام باندھ لیا۔ اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے لئے۔ ادھر
قریش نے سمجھا کہ شاید مسلمان مکہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے
جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مسلمان مقام حدریبہ تک پہنچ گئے۔ حدریبہ
ایک گاؤں کا نام ہے اور گاؤں کے ایک کونڈ میں کعبہ بھی حدریبہ میں ہے
چونکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قریش نے قاصد بھیج کر
مسلمانوں کی آمد کا مقصد پوچھا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ ہم زیارت
کعبہ کے لئے آئے ہیں۔ لڑائی کے لئے نہیں آئے۔ لیکن قریش نے
کہا کہ ہمیں منظور نہیں۔ آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس بھیجا
کہ وہ انہیں مسلمانوں کے ارادہ سے آگاہ کریں۔ قریش نے حضرت عثمانؓ
کو کہا کہ اگر تم کعبہ کا طواف کرنا چاہو تو کر لو۔ ہم تمہارا اور مسلمانوں کو ایسا
زیارہ کرنے دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ قریش
نے حضرت عثمانؓ کو وہاں آنحضرتؐ کے پاس جانے سے روک دیا۔
اور یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ تکل کر دیتے گئے ہیں۔ مسلمان
خصتہ میں آئے۔ آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے ایک درخت کے نیچے
پہنچ گئی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لیں۔ تمام مسلمانوں نے یہاں شادی
کا عہد کیا۔ اس واقعہ کو بچپٹ کہتے ہیں۔
لیکن حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط تھی۔ مسلمانوں کو
معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ چنانچہ پھر سے مسلمانوں کو
شروع ہو گیا۔ قریش نے سہیل بن عمرو کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا۔

طویل گفتگو کے بعد صلح کی شرائط طے ہو گئیں۔

حضرت علیؓ نے صلح نامے پر اسیم عبدالرحمن الرحیم لکھا سہیل بن عمرو نے کہا کہ اس کے بجائے عربوں کے قدیم طریقے پر یا اللہم یا اللہم لکھا جائے آنحضرتؐ نے منظور فرمایا۔ دوسرے فقرے میں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ تھے۔ سہیل نے کہا ہم تو آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے لہذا اس کے بجائے مُحَمَّدُ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ لکھا جائے حضرت علیؓ نے یہ الفاظ کاٹنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے پہلے الفاظ مٹا کر مُحَمَّدُ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ لکھ دیا گو آپؐ اُٹی رہنا خواہدہ (تھے آپ نے الفاظ پوچھے کہ ایسا کر دیا۔ صلح نامے کی شرائط مندرجہ ذیل تھیں :-

- ۱ - مسلمان اس سال واپس لوٹ جائیں۔
- ۲ - اگلے سال آئیں اور صرف تین دن مکہ ٹھہریں۔
- ۳ - صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی تیام میں ڈھکی ہوئی ہو۔
- ۴ - مکہ میں جو مسلمان پہلے سے رہتے ہوں، ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں۔ اور اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے نہ رد کریں۔
- ۵ - کفار میں سے اگر کوئی مرد مدینہ جائے تو اسے واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مرد مکہ جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔
- ۶ - مسلمان قبائل عرب میں سے جس سے چاہیں معاہدہ کر لیں۔ اور قریش جن کو چاہیں۔ اپنا حلیف بنالیں۔ دونوں فریقین کو اس معاہدے میں آزادی ہوگی۔

معاہدہ کی باجوہی شرط مسلمانوں کے لئے بہت سخت تھی اور اتفاقاً یہ ہوا کہ معاہدہ اٹھی لکھا ہی گیا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابو جندبہؓ

جو مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بھاگ آئے تھے، وہاں آنحضرتؐ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور زخموں سے تڑھال تھے۔ آنحضرتؐ نے سہیل بن عمرو کو سمجھایا کہ انہیں ہمارے ساتھ مدینہ چلے جانے دو۔ لیکن وہ نہ مانا۔ چونکہ معاہدہ کے مطابق مسلمان مجبور تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے حضرت ابو جندلؓ کو صبر و ضبط کی نصیحت کی اور واپس کر دیا۔ مسلمان اس نظر سے سخت بہہ ہم ہوئے۔ حضرت عمرؓ ضبط نہ کر سکے اور آں حضرتؐ سے کہا کہ ”کیا آپ نبی بوحق ہیں؟“ آپ نے جواب دیا: ”ہاں!“ حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا: ”پھر ہم دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ اس کی تاقربانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد ضرور کرے گا۔“

حضرت عمرؓ نے اپنے گستاخانہ اور بے ادب الفاظ پر بعد میں نہایت نادم ہوئے اور اس کے کفارہ میں تمام عمر استغفار کرتے رہے۔ روزے رکھے، صدقے، خیرات کئے اور غلام آزاد کئے۔ مسلمانوں نے پھر اسی مقام پر سر منڈوائے قریباً بیس اور واپس مدینہ لوٹ آئے۔

مشیح جس صلح کو تمام مسلمان اپنی شکست اور توہین سمجھ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح نازل فرما کر پہلی ہی آیت میں فرمایا ”ہم نے تجھے کھلی ہوئی فتح عنایت کی“ مسلمانوں کو اس سے اطمینان ہوا گیا۔

کفار اور مسلمان آپس میں ملنے نہ جاتے تھے۔ لیکن صلح کے بعد خانہ ذانی تعلقات کی وجہ سے ملنے لگے۔ ایک دوسرے کے ہاں عربوں کے رہنے اور دوران گفتگو میں اسلامی تعلیم کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ کفار پر مسلمانوں کے حسن اخلاق کا لہا اٹھ پڑتا کہ ان کے دل نرم ہو جاتے

اور اسلام کی قبولیت کی طرف مائل ہو جاتے چنانچہ اسی میل جول اور
آدورفتہ سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ تاہم شاہد ہے کہ اس
زمانہ میں جتنے لوگ مسلمان ہوئے کسی اور وقت میں نہیں ہوئے۔ حضرت
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بہادر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ العاص جیسے فاتح انسان اسی
زمانہ میں مسلمان ہوئے۔ چنانچہ مسلمانوں کو بعد میں معلوم ہوا کہ صلح و فحی
ایک عظیم فتح تھی۔ کفار کو اس کے مقابلے میں جو رعایت دی گئی تھی اس
کے مقابلے میں بہت سے لوگ اسلام لائے اور دوسرے ممالک تک
تبلیغ اسلام کا راستہ بالکل صاف ہو گیا۔

صلح کے بعد ایک دفعہ مکہ سے ایک مسلمان ابو بصیر کفار کے مظالم
سے تنگ آ کر مدینہ بھاگ آیا۔ مکہ سے دو کافر مدینہ آئے اور اسے طلب
کیا آنحضرت ﷺ نے ابو بصیر کو معاہدہ کے مطابق واپس کر دیا۔ راستہ
میں ابو بصیر نے ایک کافر کو قتل کر دیا اور دوسرا خوف سے بھاگ گیا۔
مدینہ واپس آ کر ابو بصیر نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ نے صلح نامے کا
پاس لکھا اور بالکل ٹھیکہ ٹھیکہ کیا اب جو ہے اس کا ذمہ دامن خود
ہوں۔ چہرہ مقام عین میں جا کر رہنے لگا۔ مکہ سے بھی ستم زدہ مسلمان بھاگ
بھاگ کر ابو بصیر کے پاس پہنچ گئے اور اس طرح وہاں ان کی ایک خاصی جماعت
بن گئی یہ دیکھ کر کفار مکہ نے مجبوراً صلح نامے کی پابندی شرط خود ہی ستم
کردی اور کہا کہ اب سے جو مسلمان مکہ سے مدینہ جائے ہم اسے
واپس نہیں لیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔

پہلے صدر بادشاہوں کو تہذیبی فرمان

۱۰۰۰

صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں نے تہذیبی اسلام کی سرگرمیاں نیز تہذیبی
پروگرامیں انھیں نے مختلف بادشاہوں کے نام و عورت اسلام کے
سلسلے میں خطوط روانہ کئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

قیصر روم کو دعوت
آنحضرتؐ نے ہرقل قیصر روم کے پاس حضرت
وحیہ کلبی کو خط دے کر بھیجا۔ ہرقل نے خط لیا

اور کہا کہ کوئی عرب تو تو پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ایوسقیان سردار قریش
تجارت کے سلسلے میں وہاں گیا ہوا تھا اور حاضر ہوا۔ ہرقل نے ایوسقیان
سے گفتگو شروع کی۔

قیصر :- مدعی نبوت کا خاندان بتاؤ ؟

ایوسقیان :- تشریف خاندان ہے۔

قیصر :- اس خاندان میں سے کبھی کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا ؟

ایوسقیان :- نہیں۔

قیصر :- کسی خاندان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔

ایوسقیان :- نہیں۔

قیصر :- جو لوگ مسلمان ہوتے ہیں وہ کدو رہیں یا صاحبِ ایشہ ؟

ایوسقیان :- کدو رہے ہیں۔

قیصر :- اسلام کی پیروی بلکہ رہتے ہیں یا کسی بھوری سے ؟

ایوسقیان :- پڑھتے جی رہتے ہیں۔

قبصر :- کبھی اس شخص نے جھوٹ بولا ہے ؟

ابوسفیان :- نہیں ۔

قبصر :- کبھی اس نے عہد کی خلاف ورزی کی ہے ؟

ابوسفیان :- ابھی تک نہیں ۔

قبصر :- کبھی تم لوگ اس سے نبرد آزما ہوئے ؟

ابوسفیان :- ہاں ۔

قبصر :- جنگ کا نتیجہ کیا رہا ؟

ابوسفیان :- کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب

قبصر :- اس کی تعلیم کیا ہے ؟

ابوسفیان :- ایک خدا کی عبادت کرو۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ

نماز پڑھو، پاکہ رامن رہو، سچ بولو، صلہ رحم کرو ۔

اس گفتگو کے بعد ہرقل نے کہا کہ خط پڑھا جائے۔ خط کے مندرجات یہ تھے :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

مکہ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے ۔

ہرقل کے نام جو روم کا بادشاہ ہے ۔

جو ہدایت پر چلا اس کے لئے سلامتی ہے ۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام

کی دعوت دیتا ہوں ۔ اسلام لا کر سلامت رہے گا ۔ خدا تجھ کو دگنا

اجر دے گا ۔ اگر تو نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تیرے اوپر ہو گا ۔

اے اہل ملک ! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں

ہے ۔ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں ۔ اور ہم میں سے کوئی کسی اور

کو خدا نہ بنائے ۔ اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں

نشاہ ایران کو دعوت | خسرو پرویز ایران کا بادشاہ تھا۔ اس کے نام ایک فریبی حضرت پیدا ہوئے۔

روایت کیا۔ خط کے مندرجہ جات پر تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱۔

محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام
 جو شخص ہیت پر چلا اور خدا اور خدا کے رسول پر ایمان لایا اور
 گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے۔ اور نہ ہی کو خدا ہے۔ اور نہ ہی کو
 تمام دنیا کا پیغمبر بنا کہ بھیجا ہے تاکہ میں ہرگز نہ ہوں اور نہ ہی کو
 تو اسلام لانا کہ اسلامت ہے۔ ورنہ مجھ پر ایمان نہ لائے اور نہ ہی کو
 خسرو پرویز کو اپنی امان و لشکر سے پر تار و تار مقرر کر کے
 پر وہ والا ہوا تھا۔ اپنی تو زینت کے خط لکھنے کے لئے لکھنا اور
 میں کے حاکم کو لکھا کہ نبی اسلام کو میرے اور اپنے اور اپنے

دو شخصوں مار پیٹا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اپنے
 سے جا کر کہہ دو کہ اسلام کی حکومت کسی کے ہاتھ

تھوڑے ہی دنوں بعد خسرو پرویز کے اپنے سے چلا وطن ہو کر تیسرے میں گیا
 اور اس کی سلطنت کے بھی تیار ہے۔ اور اس کے شمال کی طرف تیسرے

نشاہ ایران کو دعوت | گورنر نے بنا رکھے تھے اور مسلمانوں
 پاس تھے بنی شوقان اور مدینہ کے

نجاتی نے چھوڑے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ صلوات اللہ علیہ وسلم
 بولے کہ میں نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو ایمان ہو گیا تھا۔ لیکن تیسرے
 تھے، بیعت کی۔ شہادت کے لئے گئے۔ چنانچہ آنحضرت نے

سماحت اور قبول کیے ساتھ ساتھ لوگوں کو یہ لوگ سمندر کے راستے آ رہے تھے
 راستے میں کشتی ڈوب گئی اور تمام آدمی سمندر میں ہلاک ہو گئے۔
 آنحضرتؐ کے شرط کے الفاظ پر تھے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ !

محمد رسول اللہؐ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام :-
 تم محفوظ رہو۔ میں تمہارے سامنے اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو
 تمہارے حکم کا حکم ہے، پاک ہے، امان و سلامتی دینے والا ہے، میں شہادت
 دیتا ہوں کہ علیؑ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ تھے۔ جسے خدا نے
 نیک و پاک اور عقیدہ ہمہ گیر کو عطا کیا۔ اللہ نے علیؑ کو اپنی روح سے
 اس طرح پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو پیدا کیا تھا۔ میں تم کو اس خدا کی طرف
 بلاتا ہوں، جو صرف ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس پر ایمان
 اس کا پیر رہے اور میری رسالت کو مان کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں
 اور بسم اللہ الرحمن الرحیم جو فرقہ کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تمہارے
 مہر کی طرف سے جوڑتا اور حکومت کے ٹھمنڈ اور غرور میں نہ
 ہرقل کے نام جو روم کا بادشاہ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے خلوص
 جو ہدایت پر چلا اس کے لئے نصیحت قبول کر کیونکہ جو راہ راست

کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لانا

اجر دے گا۔ اگر تو نے نہ مانا تو اب ات پائی تو آنحضرتؐ نے مدینہ میں

اسے اہل ملک ایک ایسی بات کی

ہے۔ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں نہ تڑپنے والے حاکم مضر کے پاس
 کو خدا نہ بنائے۔ اور اگر تم نہیں مانے تیرت حاطب بن ابی بلیقہ کو خط

وہے کہ تمہیں چاہیں ہیں اُسے دعوتِ اسلام دی گئی۔ حاکمِ مہدی مرقوموں نے اسلام کو
 نہ لایا لیکن آپ کے قاصد اور خط کی سزوت کی۔ قاصد کے ہمراہ اپنی طرف
 سے دو خط بھی بھیجے ہیں جن میں ایک بار یہ ہے کہ تمہیں (میں نے) تمہیں
 بھی بھیجے ہیں ایک خط اور کچھ کپڑے سمیت پیسے پیر و ہاتھوں تمہاری اس خدمت
 کے پاس پہنچنے سے پہلے اسلام لایا گیا تھا۔ اس خدمت کے حضرت ماریہ قبطیہ
 سے نکاح کر لیا۔

حضرت خیرا بن لیث اور
 حضرت خیر بن العاص کا اسلام
 اسی دوران میں رسول نے حضرت
 خاار بن زبید اور حضرت خیر بن
 اسلمہ سے اسلام لیا کہ ان حضرات کے

سوا ان ہونے سے اسلام کو بہت مدد ملی۔ دونوں اعلیٰ درجہ کے قاصد اور
 بہادر سپہ سالار تھے۔ فتح و کامرانی ان کی قسمت میں لکھی تھی۔

غزوہ خیبر

(سیدہ شہداء)

بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہودی علاقے سے چلائے گئے تھے۔ خیبر
 ایسے تھے۔ خیبر ایک مقام ہے جو مدینہ سے دو سو میل شمال کی طرف واقع ہے
 یہودیوں نے وہاں بڑے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے اور مسلمانوں
 کے خلاف سازشیں سوچتے رہتے تھے بنی شظان اور مدینہ کے
 منافقین کے بل بوتے پر وہ سرکش ہوتے جانتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد
 سے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ سے نواظیبان ہو گیا تھا۔ لیکن خیبر کے
 یہودیوں سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت نے

موسم مسکندہ پہاڑیہ ہزار اعلیٰ فوج کے ساتھ خیبر پر چڑھائی کی ۔
 مسلمانوں نے ایک ایک کر کے تمام قلعے فتح کر لئے ۔ سب سے مضبوط قلعہ
 قہور میں رہا جس کے بعد حضرت علیؑ نے فتح کیا ۔ یہودیوں کی
 درخواست پر حضرت نے ان سے معاہدہ کر لیا کہ یہودی اپنی پیداوار
 سالانہ کا نصف حصہ مسلمانوں کو ادا کیا کریں ۔ اور مسلمانوں کو جس جگہ چاہیں
 کہ جہاں چاہیں یہودیوں کو خیبر بھیج سکیں ۔ خیبر کی جنگ میں ۹۳۰ یہودی
 مارے گئے اور پندرہ مسلمان شہید ہوئے ۔

چنگیز خاں

(رحمات اللہ علیہ)

غریب اور تمام کی سرحد پر ایک عیسائی حکمران شہزاد بن عمر و عثمانی تھا
 اس کے نام آکھم تھا۔ وہ کوشیا سلطنت کے سلطان کے ایک خط بھیجا ۔ شہزاد
 نے اس خط کے قاعدہ حارث بن عمیر کو لکھ کر واپس اور خط پورا ڈالا ۔ حضرت صلیم
 نے حارث کے قصاص کے لئے ہزار مسلمانوں کی فوج تیار کی اور شہزاد حارث
 کی سرحد کی طرف بڑھ کر دیا ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید
 ہو جائے تو حضرت ابی طالب سپہ سالار بنیں ۔ اور وہ بھی شہید ہو جائیں ۔ تو
 شہزاد نے زید بن رواحہ سے کہا ۔ شہزاد ایک لاکھ آدمیوں کی فوج لے کر مقابلہ
 کرنے کے لئے نکلا ۔ قبضہ دہم ہر قریبی ایک لاکھ کا فوج کے ساتھ تمام کی
 سرحد پہنچا رہے تمام پہنچے تو حارثہ نے غسانیوں کو ہر قریبی سے دعویٰ کافی مدد کی
 مسلمانوں تک تمام میں ہونے کے تمام پہنچے ہر قریبی سے۔ دونوں طرف سے فوجیں بھیجیں
 اور مقابلہ ہوا ۔ حضرت زید شہید ہوئے ۔ حضرت حارثہ نے غسانیوں کو لاکھ

وقت کر لے گئے نظر یہاں ایک سو زخم مسامنے کے حصہ پر پوکھا کر دیا تھی شہید ہو
 گئے پھر عید اٹھانے پر روانہ کے قیادت سلجھالی اور بے پناہی سے لڑتے ہوئے تھے
 شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت خاندان پروردگار علیہ السلام اور نہایت دلیری سے
 لڑتے رہے اچھے لڑائی توڑ دیں حضرت خاندان پروردگار علیہ السلام سے خرابی واقف ہو گئے
 اور مسلمان دشمن کے مقابلہ میں تصویریں تھکے دشمن ایک ایک کی تصویر اور ہر وقت
 اور مسلمان صرف تین ہزار پہاں یہ کھینچا ہوا ہے کہ مسلمانوں کو دشمن
 کیا نہ دوسرے سچا کہا جاسکے ہر حال حضرت خاندان پروردگار علیہ السلام میں اپنے لیے
 کمالات فن دکھائے اور کئی کئی مسلمانوں کو اس طرح شہید کیا کہ لڑا یا
 کہ دشمن نے یہ سمجھا کہ شاید مسلمانوں کو ہر ایک کی تصویر تھی جو اس لیے لڑا اور
 جانفشانی سے لڑ رہے ہیں مسلمانوں کے دشمنوں سے ایک دشمنی پائی اور
 جس کے چوہ مال عنایت تھی ملا اور باقی دشمنوں کو ہر ایک کی تصویر تھی اور
 مسلمانوں کو سچا کہ وہ ہیں اور پتہ اوٹ آئے۔ صحیح ہمارے مشرور کے مشرور ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لڑا یا پھر دیکھا گیا کہ ان کے دشمنوں نے ان کو
 پیٹنے لگا اور ان کے حکم کو اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ دیکھا گیا کہ ان کو
 اپنے دشمنوں پر غلبہ دیا۔ چنانچہ اس موقع پر ہمارے مشرور نے حضرت
 خاندان پروردگار کو "سلیف اللہ" اور ان کی تالیف سوال کیا۔
 اس جگہ ہیں حضرت خاندان پروردگار کی شہادت کا اس موقع پر کہ ان کے ہاتھ میں
 تھی

درود شریف اور مسنونہ دعا
 سلام خود سب کی وجہ سے ہوا ہے اس کو دیکھنا ہے کہ خلیفہ ہر حکم میں ہوا ہے

میں اور بنو قریظہ کے سفیر بن گئے۔ ان دونوں قبائل میں تقدیم باہمی
 تیار کر چلا آنا تھا۔ چنانچہ بنو بکر نے قریظہ کے لیے پورے پورے خزانے لڑائی
 شروع کر دی۔ خزانے کی شکست کھائی اور حرم کعبہ میں پناہ گزین ہو گئے
 بنو بکر نے موقع دیکھا اور خزانے کے پناہ گزینوں کو حرم میں ہی قتل کر
 ڈالا۔ حالانکہ حرم میں خون ریزی حرام تھی۔

خزانے کا ایک شخص عمرو بن سالم کچھ آدمیوں سمیت آنحضرت کے
 پاس آیا۔ اور فرمایا کہ ان کے ساتھ ظلم و ستم ہوا ہے۔ آپ نے ماچرا سنا
 اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ بلور پرتیاری شروع
 ہو گئی۔ اور قریظہ اپنی غلطی محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ابوسفیان
 کو بلوایا کہ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر لی جائے لیکن آنحضرت نے قبول نہ فرمایا
 مناسب تیاری کے بعد ارمضان شہر مدینہ منورہ میں ۱۲ھ کے
 آنحضرت اور ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ کے
 قریب ایک مقام صرا مشہور ان پر قیام کیا۔ رات کو جب مسلمانوں نے آگ روشن
 کی تو کفار مکہ ہر طرف آگ جلتی دیکھ کر سہم گئے

آنحضرت کے چچا حضرت عباس چاہتے تھے کہ ان کی قوم کو امان
 مل جائے چنانچہ وہ رات کو سوار کی پیر کر کے کی طرف نکلے۔ راستے میں ابوسفیان
 مل گیا۔ اس نے ساتھ لاکر آنحضرت کے سامنے پیش کیا۔ مسلمان ابوسفیان
 کو قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن آپ نے روک دیا۔ دوسرے دن صبح
 ابوسفیان آنحضرت کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔

اس کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ قریظہ مکہ میں سے جو شخص خواہے
 یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ اس سے جنگ نہیں کی جائے گی جو اپنے

گھر کے دروازے بند کر لے یا اپنی تلوار نیا مہینے کے لئے لٹا کر اسے لٹا کر لے گا
دی جائے گی۔ ایسے گھر کی اس قدر و غیرت سے ہمیشہ خوش
ہوئے اور گھر کو کفار کو مسلمانوں کی ہیبتوں والا کر دیا یا اعدا آپ کا
انجان سنا دیا۔

حرم کی وجہ سے اس گھر سے مسلمانوں کو رہائش کو دینا اور
یا نکل نہ ہو۔ چنانچہ مسلمانوں مختلف گروہوں میں بلا امتزاجت کے رہنے والے
ہو گئے کعبہ پہنچ کر دعوتی پر ہی طواف کیا اور بتوں کو باہر رکھا کر لیا
دیہ کعبہ کے اندر نماز ادا کی اور پھر لوگوں کے ساتھ شیعہ ایک گھر میں
ہیں لوگوں کو اس کی رحمت سمجھائی اور بتایا کہ توراہ کے وادوں کے مطابق
مسلمانوں کی بدو کی ہے۔ فخر و بزرگی کسی شخص کو دینا نہیں اور تمام انسان پر
کفار سب سے بڑے سماعت کے طور پر تھے۔ ان کے لئے اور تمام جہانوں کو تمام
پہنچے یا لے لے بیٹھے لیکن آپ رحمت العالمین تھے۔ آپ کے لئے سب سے بڑے
معاذ کو دیا۔ آپ کی مہربانی اور قاریوں کو دیکھ کر تمام جہانوں
ہوئے چنانچہ بہت بڑی تعداد مسلمان ہو گئی اور یا فی اللہ بہت مسلمان ہو گئے

مکتوبہ

شوال ۱۰۰۰ھ

پہلے ایک وادی ہے جو کہ اور ملائکہ کے ذریعہ اور
ہاں سے دو قبائل تھیں اور ہزاروں بڑے بڑے گھروں کے
ہوئے اور یہ لوگ گیارے اور اپنی رہائش کو متعلقہ کرتے ہوئے
تھے آپس میں مشورہ کیا اور نبی اکرم کے لئے لیا گیا اور یہاں

ربیع ثانی میں آنحضرتؐ اٹیس ہزار کا لشکر لے کر جس میں دس ہزار گھوڑے
 تھے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ساتھ نہیں گئی تھیں۔
 اس لئے مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت علیؑ کو بھیجے۔ چھوڑا۔ کوشش کی جانب مدینہ سے
 منزل کے قاصدے پر تیرک کے متعلقہ پر قیام کیا۔ دشمن کے حملے کی افواہ غلط نکلنی اور غسانی
 بادشاہ متقابلہ کے لئے نہ آیا۔ سرحد کی علاقہ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں نے جن میں ایک
 کا حکمران یوحنا بھی تھا بھی متصالحت کر لی اور سب نے یہ دینا قبول کیا۔ دشمن
 کے قریب دو مرتبہ پھینکل کے علاقہ کے رئیس اکیدر کو حضرت خاندانے چارہ سے
 مسلمانوں کے ساتھ جا کر گرفتار کیا آنحضرتؐ نے اکیدر کی جان بخشی کی اور اس نے جہیز
 دینا قبول کیا اور واپس چلا گیا۔ دس دن قیام کے بعد آنحضرتؐ واپس مدینہ پہنچ گئے

حج اکبر اور اعلانِ براءت

سجدہ میں پہلی بار مسلمانوں نے پورے
 اہتمام سے حج ادا کیا۔ قرآن نے اس حج کو

حج اکبر کہا ہے۔ آنحضرتؐ خود اس حج میں موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ
 نے اس فریضہ کی اوائلی میں مسلمانوں کی قیادت کی۔ اعلان کر دیا گیا کہ اب سے
 کوئی مشرک اور کوئی بوسہ شخص متانہ کعبہ میں داخل نہ ہو۔ اس کے علاوہ سورہ
 براءت و سورہ توبہ کی ابتدائی آیات بھی پڑھ کر فساد کی گئیں کہ عہد کی وجہ سے
 مشرکین کو صرف چار ماہ کی مہلت ہے اسکے بعد خدا اور اس کا رسول ایسے ہی الذمہ ہو گے

حجۃ الوداع

(ذی قعدہ سال)

اگلے سال آنحضرتؐ نے خود حج کرنے کا ارادہ کیا۔ تمام قبائل عرب کو مدعو
 کر دیا گیا۔ ۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ کو آپؐ صحابہؓ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔

میرے تمہارے درمیان ایک پیر چھوڑ دی ہے جس کو اگر تم مصلحتی طور سے پکڑو گے تو
میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یاد رکھو وہ قرآن ہے۔

لوگو! تم لوگو! یہ خلیفہ مسلمان بھائیوں کی خبر دہی اور جانتے ہو کہ ان لوگوں کو پکڑنا ہے جو اپنے آپ کو پکڑ رہے ہیں
تم کو لازم ہے کہ میرا کلام ان لوگوں کو پہنچا دو جو یہاں موجود ہیں اور کہو کہ بہت سے لوگ
روایتاً کلام سُن کر ان سے زیادہ یاد رکھتے ہیں جو خود اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔

اس اندوہ انگیز خطبہ کے بعد آپ نے لوگوں کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ
نیابت کے روزہ تم سے پوچھے گا کہ میں نے تم کو اس کے احکام پہنچا دیے
ہیں کہ تمہیں اپنا دین چھوڑ دو گے؟ تمام لوگ بیک زبان بول اٹھے کہ آپ
نے اس کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔ اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس پر آپ
نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اٹھا کر انہیں یاد کیا کہ اسے اللہ تو شاہد ہے۔

اسی دن حجۃ الوداع کے بعد قرآن کی آخری آیت نازل ہوئی۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ لَقَدْ بَشَّرَكُمُ بِالْإِسْلَامِ وَ
تَضَيُّتُمْ لَكُمْ إِسْلَامًا وَرَبِّي شَهِدَ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ
سُكِّنَ لَكُمْ دِينَكُمْ وَرَبِّي شَهِدَ لَكُمْ دِينَكُمْ وَرَبِّي شَهِدَ لَكُمْ دِينَكُمْ
پسند کیا) بیختم قرآن کا اعلان تھا۔ اس کے بعد احکام الہی کا نزول بند ہو گیا

علامت اور وفات

حجۃ الوداع کے بعد آپ صابریہ تشریف لے گئے صحرائے
میں آپ بیمار ہو جانے سے بیمار ہو گئے۔ چنانچہ سب پیہلوں سے اجازت
لے کر آپ صحرائے عرفہ کے گھرا گئے۔ جو مسجد نبوی کے سامنے تھا
وہاں تھا۔ آپ کے سر پہی ٹھہرایا اور وہاں جس سے پہنچا بھی آپ کو غشی ہی طاری ہو

حضرت عیسیٰ کو لکھن نہیں آتا تھا کہ آنحضرتؐ فوت ہو گئے ہیں وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ اپنا پس راتوں کے لئے اپنی قوم سے غائب ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے تھے۔ اور ان کی قوم کہتی تھی کہ وہ سرگئے ہیں۔ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ میں اس کو قتل کروں گا۔ حضرت عیسیٰؑ اور یوحناؑ اور بے تابی ہیں تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کو اپنے آپ میں لے لیا اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکیرا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اسے لو گدا جو شخص تمہارے پیوستہ کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ آپ فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا ہے تو وہ زندہ ہے اللہ کی بھی نہیں ہے گا، پھر آپ نے قرآن کی ایک آیت پڑھی کہ لوگوں کو ثابت قدم رہنے کی نصیحت کی اور اللہ کا شکر ادا کرنے کی تلقین کی یہ سن کر حضرت عیسیٰؑ کو آنحضرتؐ کی وفات کا یقین آ گیا۔ اور وہ شدت غم سے گر پڑے۔

اس کے بعد سفینہ میں سا عہدہ ہیں لوگ اسے لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ دوسرے دن آدھی رات کے وقت آنحضرتؐ کو حضرت عائشہؓ کے حجرے میں جہاں آپؐ نے وفات پائی دفن کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کمال درجہ کے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ کا خلق قرآن مجید ہے۔ آپ کی ناراضگی اور خوشی قرآن کے مطابق ہوتی تھی۔

آپ صفا کی اور پاکیزگی کو بہت پسند کرتے تھے۔
 دو منزل کو بھی صفا الامکان صاف سمجھا رہے تھے کی تلقین کرتے خوشبو

لطفِ جبرم

آپ کو بہت مہربان محضی۔ سفر میں بھی آپ ٹیل۔ مہر مہر۔ کنگھی، آئینہ
 چینی مسواک اور سوئی دھاگہ ساتھ رکھتے تھے۔

جواب | آپ لوگوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور کوئی بات ایسی نہیں کہتے
 تھے جو کسی شخص کے لئے شرمندگی کا باعث بنے کسی کو ناپسندیدہ بات
 سن کر آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو کیا سوجھ بوجھ ہے کہ اس طرح کی باتیں
 کرتے ہیں۔ آپ کی جیسا ایک کھنڈار کا پودہ فیشیوں لڑکی سے بھی زیادہ گھسی۔
 گناہ بھی رکھتے تھے اور گوشت چھتہ سے دوسروں کی طرف دیکھتے تھے۔

حسن معاشرت | عجائز اور دوسری معتمدوں میں آپ بہت خوش متعلقی ظاہر
 کرتے تھے۔ بلا ٹیبل لسل و رنگس سب سے ایک جلیبا

سلوک کرتے۔ اپنے کام خود کرتے تھے بلکہ دوسروں کے کاموں میں بھی
 ہاتھ بٹاتے تھے۔ ملاقات کے وقت سلام کہتے ہیں پیش دستی کرتے، نیک سے
 دوسروں کی بات سنتے اور نہایت شفقت اور بہرہ داری سے رنجوشی کرتے۔
 اپنی سے ادنیٰ شخص کی بھی دعوت قبول کر لیتے تھے۔ بیماریوں کی عیادت
 کرتے یہاں تک کہ دکن کی بیماریاں سے بھی گریز کرتے تھے۔ احسان کرنے
 والوں کو ان کا صلہ دینے اور برائی کرنے والوں سے درگزر کرتے اور ان کیلئے
 دعائے خیر مانگتے۔ لٹریس لوگوں کے لئے عظیمہ رحمت تھے۔ اس شفقت کے باوجود
 آپ کے چہرہ مبارک سے رعب و جلال چمکتا تھا۔

لمحاورت | عا جتمندوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ سائل کے آجانے سے
 نماز میں کمی کر دیتے تھے۔ بہت زیادہ شہرت مند کیلئے

اگر اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر دیتے تھے۔ شہرت مند کیلئے لیکن بھوکے کو
 کھانا کھلا دیتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے سوال کیا ہوا اور آپ نے رد کیا ہو۔

تعمیر آپ روبروں کی سونیاں پر داشت کرتے اور بہت چلے شادی معاف
 کر دیتے تھے۔ دیوار کی معاملات میں بھی لوگوں سے بدلہ نہیں لیتے تھے

جو کہ احمد میں چہرہ مبارک نہ تھی سو جانے پر بھی دشمن کی ہدایت کے لئے دعا کی۔ آپ
 فقیر کو پسند نہیں کرتے تھے بہت دیر سے حضرت آنا اور جلد ہی راضی ہو جاتے تھے۔

محمود کو رحم آپ کے رحم و کرم کا یہ حال تھا کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف
 کی ہے اور رحمتہ العالمین کا خطاب بھی کیا ہے اور یہاں تک کہ

کے ساتھ پھر اپنی سبقت لیتے۔ راہ چلتے پہنچتے تو ان سے پیار کرتے اور انہیں
 اٹھایے۔ خادموں سے غلطی بھی ہو جاتی تو کچھ نہ کہتے بلکہ اکثر کاموں میں ان کا
 ہنسنے بٹانے والی معاملات میں بدلہ نہ پتے تھے۔

عدل و انصاف راست گوئی اور عدل و انصاف میں آپ کا مقام بہت
 بلند تھا۔ دشمن تک آپ کو ان کے لئے سے بڑے پارتے

تھے اور اپنے جھگڑوں کا فیصلہ آپ سے کرواتے تھے ایک دفعہ کسی بھڑوی اور
 ایک شافق کے درمیان جھگڑا ہوا۔ دونوں آپ کے پاس آئے۔ آپ نے معاملہ
 لگا اور فیصلہ بھڑوی کے حق میں دے دیا کیونکہ بھڑوی سچا تھا۔

ایمان کے عہد آپ عہد و پیمان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بڑے
 سے بڑے وقتوں میں بھی عہد کا پاس نہ دیتے

معاہدہ حدیبیہ کے وقت جب ابو جندل اور جو اسطہاں ہو چکے تھے کہ وادیکہ کے
 ظلم و ستم سے تنگ آ کر نہ جنوں سے نہ کھال بھاگ کر انحضرت کے سامنے آگے

تھے آپ نے انہیں واپس نہ بھیج دیا کیونکہ معاہدہ ٹکرا چکا تھا اور اس
 کی تہمت آپ ابو جندل کو روک نہیں سکتے تھے۔ مسلمانوں کے ظلم و ستم

کے باعث آپ نے معاہدہ کا پاس رکھا۔

پاس ضرورت لوگوں سے تعلقات کھاتا آپ کو بڑا سزاوار ہونا چاہئے۔

کے موقع پر جب ضرورت پیش آئے اور ہمت نہ ہو تو آپ کو
دعا بھی ہیں اگر تمنا ہو کہ آپ کے سامنے پیش ہو میں تو آپ سے اپنی چادر پھینکا
کر بٹھایا اور ضرورت و احترام کے ساتھ واپس ان کے خاندان میں پہنچا دیا۔
اپنی سب کی ٹونڈی تو ہیرے بھی آپ کو کچھ نہ ہو اور وہ پلایا تھا چنانچہ آپ اسکی
تذکرہ کیا تاکہ ہیرا کی پیر سے اور کچھ پیچھے نہ چلا جائے۔ ان مسلمانوں کی بہت
شریت کی تھی۔ جنہیں آپ نے جنت کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ
جب شجاعتی کی طرف سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے خود اپنے
ہاتھوں سے ان لوگوں کی خدمت کی۔

تواضع اور مساکین کی رنجوشی کے لئے ان میں مل جل کر رہنے تھے
تواضع میں اٹھنا ہی جگہ کو پس نہ کرتے تھے۔ جہاں جگہ ملتی
بیٹھے جاتے اور اکثر انہی لوگوں کے روتے پر پہنچانا مشکل ہو جاتا کہ تنہا میں
رسول اللہ ص کون بھی چھٹنے آتا۔ جب تک پتھر نہ تھا تو آپ بھی بیٹھتے
اور اگر ضرورت ہوئی تو مہران سے اجازت لے کر اٹھتے۔

وقار سادہ طبیعت کے باوجود آپ ہمیشہ باوقار رہتے۔ ضرورت سے
زاد بات نہ کرتے اور لہجہ بہا اور نازیب بانوں سے پرہیز کرتے
ان کوئی شخص ناپسندیدہ بات نہ کرے تو آپ منہ پھیرتے۔ نہ کسی کی بُرائی کرتے اور نہ
کسی سے بُرائی سنتے تھے۔

تواضع آپ پر یہ بہا اور تواضع تھی۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ہوا کرتے
تواضع۔ میدان جنگ میں آپ ہمیشہ ثابت قدم رہتے۔ تاکہ
جب مسلمان کچھ نہ لگے تو آپ نہایت ثابت قدمی اور ہمت سے اپنی جگہ پر قائم

رہے یہ دیکھ کر مسلمان پھر اٹھتے ہوئے گئے۔ اور دشمن پر فتح پائی۔ ایک دفعہ
 مدینے میں رات کے وقت ایک خوفناک آواز سنائی دی۔ سب لوگ یہ پشیمان ہوئے
 کہ شاید کسی رفسانی نے حملہ کر دیا ہے۔ آپ نے بڑی ہی سے گھوڑے کی نشانی بیچے
 پتھار کی کی اور مدینہ کے گرد چکر لگا کر دیکھا اور واپس آکر لوگوں کو تسلی دی۔
 کہ کوئی خدشہ نہیں۔

ہجرت کے بعد حبشہ وین اور اس کے نتائج

ہجرت کے بعد مدینہ میں آنحضرتؐ نے امن اور وفا کی نقطہ نظر سے سب سے
 پہلا یہ کام کیا کہ مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ لکھوایا جس کی زد سے آپ کا مقام
 صدر ریاست کا ہو گیا اور مسلمانوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ حبشہ وین کے
 لئے سہولتیں پیدا ہو گئیں۔

مدینہ اور گرد و نواح میں مسلمانوں کا حسن سلوک، انصاف پسندی اور دیانتداری
 تبلیغ اسلام کیلئے بڑی طرح کا ثابت ہوئی۔ لوگ مسلمانوں سے متاثر ہوتے اور اللہ
 قبول کر لیتے۔ لیکن مدینہ کے بعض لوگ مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ سے گویا ہر مسلمان
 ہو گئے غفیر مگر وہی طور پر اپنی سرواری سمجھے زوال کے خوف سے با اسلام کی روح
 کو نہ سمجھتے نہ اس کے مخالف تھے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہا گیا ہے۔ پھر بھی
 آنحضرتؐ ایسے لوگوں کے ساتھ نہایت رحم و مہربانی سے پیش آتے تھے
 آنحضرتؐ مختلف قبائل میں فائدہ اور فطرتاً ہی تھے اور دعوت اسلام دیتے کچھ لوگ اسلام قبول
 کرتے لیکن بہت سے قبائل قریش کے کہ پیروی کرتے چاہتے تھے اس لئے کوئی تمام خواہ غنیمت نہ نکلتا
 صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے بعد سے کافی اسیا ہر گیا تھا۔ خاندانی اور
 تجارتی تعلقات کی وجہ سے مسلمانوں کو کفار کے قبائل میں شروع ہو گیا مہینوں ایک سرے

کے پاس ٹھہرنے اور تبادلہ خیالات میں اسلام کا تذکرہ بہت سے مسلمانوں کا تہنہ بخانی کفار
 کو سوجھ بھانجنا اور روح اسلام ان کے دلوں کو نرم کر دیتی اور وہ اسلام کی قبولیت کا لطف
 مائل ہو جاتے۔ چنانچہ اس زمانے میں بہت زیادہ لوگ مسلمان ہوئے۔ شمالی و جنوبی
 اور مغربی ممالک میں پیچھے بہا اور اس شخص اس کا زمانہ میں اسلام لائے۔
 قسطنطنیہ کے دور میں جب اس شخص نے کفار کو عام معافی کی پیشکش
 تو وہ بہت متاثر ہوئے چنانچہ اس کا دن قیامت کی آگے بڑھ گیا اور کئی مسلمانوں نے
 قریش مکہ کا اسلام لانا تھا کہ قبائل عرب سے ان کی پیروی شروع کی اور خود
 کافرانہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

عرب سے پہلے مسلمانوں نے ان ممالک میں بادشاہوں کے پاس اسلام لائے اور ان
 کو پیچھے نہیں دیا۔ وہ مسلمانوں کے پاس آئے اور ان کے پاس آئے اور ان کے پاس آئے
 تو اسلام کی حقیقت پر آگیا لیکن اپنے لوگوں کا عقائد کی وجہ سے ان کو قبول نہ کیا۔
 ایرانیوں کے بادشاہان مسلمانوں کو قبول نہ کیا۔ ان کے پاس آئے اور ان کے پاس آئے
 کر کے اس نے خط کے لکھنے لکھنے کر رہے اور حکم نہیں کر سکا کہ ان کو قبول نہ کیا۔
 پھر ان کو میرے پاس پہنچا۔ حاکم بنی نے در آن وقت میں جب وہ ملک پر پہنچے تو ان کو
 رات خسرو پرورد کا پیرا اپنے پاس لے کر آئے اور بادشاہ بن گئے اور ان کو قبول نہ کیا۔
 کوڑھی کے لیے معاف ہو گیا۔ آپ نے حکم کیا کہ یہاں آئیں اور کہنا تاکہ خسرو پرورد
 قتل نہ ہو چکا ہے۔ اور اس کی حکومت کے لیے میرے پاس آئے اور ان کو قبول نہ کیا۔
 نجاشی شاہ حبشہ کے پاس آئے اور ان کو قبول نہ کیا۔ ان کے پاس آئے اور ان کو قبول نہ کیا۔
 خط دے کر ان کو نجاشی شاہ حبشہ سے اسلام قبول کیا اور ان کو قبول نہ کیا۔
 چنانچہ خسرو کا پیرا اور ان کو قبول نہ کیا۔ ان کے پاس آئے اور ان کو قبول نہ کیا۔
 ان کے پاس آئے اور ان کو قبول نہ کیا۔ ان کے پاس آئے اور ان کو قبول نہ کیا۔

مسئلہ ان تو نہ ہوا لیکن ایک سیدہ بچہ جس کا نام ولدان تھا۔ اور وہ خود میں
وجہ مسلمان ہو گئی تھیں اور حضرت کو توجہ پہنچیں ان عورتوں میں سے ایک
حضرت مارہہ قبیلہ بنی سہل سے آپ نے نکاح کیا اور ان سے حضرت عائشہ
بیٹے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔

اسی طرح لوہے سرد اور دل اور عاکوں کے پاس خطوط بھیجے کہ جن
میں سے بعض اسلام لائے اور بعض کے ملکوں میں اسلام کا پھیرا ہونے لگا۔

غزوہ بدر کی پہلی شب

عقیدہ رسالت میں جنگیں مندرجہ ذیل اعراض کے رونے میں تھیں۔
ہجرت مدینہ کے بعد قریش مکہ نے صلہ توں کو قائم کرنے کا نتیجہ کرنا
کیونکہ اسلام کے فروغ کی بنا تھا ان کے آباؤ اجداد کو نقصان پہنچتا
تھا اور ان کی توہین ہوتی تھی چنانچہ انہوں نے تمام عربی قبائل کو بھی اسلام کی مخالفت
پہرے کا پاتا کہ اسے نل کر مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ قریش نے مدینہ کے رہنے والوں
بن ابی کو بھی پیغام بھیجا کہ تم کو مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم خود وہاں پہنچ کر تمہارا
اور اس کا فیصلہ کر دیں گے۔ دشمنوں سے خطرہ اس حد تک ہو گیا تھا کہ مدینہ کے مہمان
رات کو بھاری سائے بانڈھ کر سوتے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے بہت ضروری تھا
کہ صحابہ کی تیار تیار کی جائیں۔ چنانچہ حضرت نے حکم فرمایا قائم کیا اور مختلف
مقامات کی طرف دس دس پارہ پارہ آدمیوں کے دستے بفرستائے گئے۔ یہ
شروع کیے یہ دستے اپنی حفاظت کے لئے مسلح ہو کر نکلے اور ان کا مقصد
فائلے لوٹنا یا بے خبر کرنا نہیں کسی جماعت پر حملہ کرنا قطعاً نہ تھا کیوں کہ انہی
قبل تعداد ایسا کرنے کے لئے نہیں بھیجی جاتی۔

Marfat.com

نے حضرت علیؓ سے پیش گوئی کی کہ اس وقت کے ساتھ کہہ کر چاہتا ہوں کہ
 کیا اور ایک بند خط ساتھ دیا کہ اسے دو دن کی مسافت کے بعد کھولا جائے
 چنانچہ دو دن کے سفر کے بعد خط کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ چلتے
 جاؤ حتیٰ کہ آکر اترنے کے درمیان نخل میں ٹھہرو اور قریش کی نقل و حرکت سے آگاہ کرو
 حکم قریشی قائم ہوئے کہ لو کہ جب کوئی دشمن مدینہ پر حملہ
 کرنے کا ارادہ کرے تو مسلمانوں کو خبر دینا چاہیے چنانچہ مدافعت
 کا عرض سے پیش رفتی کر کے فوجیں روانہ کر دی جاتی ہیں۔ مخالف کے طریقہ کار پر غور
 کرنے کے وقت یہاں حضرت کو جیسا یہ خبر ملی کہ کفار مکہ ایک لشکر کے ساتھ
 مسلح فوج کے مدینہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے
 صحابہؓ سے مشورہ کر کے انصار سے جہاد کی دعا کی کہ مدافعت کی منتظر
 رہو اور آویس بن مویب کی تعداد کے ساتھ فوراً پیش رفتی کرو تاکہ پہلے ہاتھ آپ
 پہنچ سکیں چنانچہ دشمن کے حملہ کو روکا جاسکے۔

نزدیک آ کر میں قریش کے ہاتھ سے مدافعت کی دعا کی کہ مدافعت کی منتظر
 رہو تاکہ پہلے ہاتھ پہنچ سکیں چنانچہ دشمن کے حملہ کو روکا جاسکے۔
 مسلمانان مدینہ سے باہر نکلے اور ان کے مقابلے میں پہنچے اور ان کے
 جنگ کا بھی فتنوں اور فتنہ خیز کی مسلمانان کی تعداد کیسے سے جتنی کہ قابل ہوتی
 ضرور احزاب (مخندق) میں بھی کفار کے ہاتھ سے گروہ مل کر ہتھیار
 پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور یہی حکم اس وقت زیادہ مفکر اور مسلمانان
 کے ساتھ آئے تھے۔ اس پر مسلمانان نے پہلے خبر لیا کہ مشورہ کیا۔ اور
 حضرتؐ نے ان کو اس پر مدینہ سے گریز و شرف کی حکمتوں کی تائید دیا اور

کو بچانے محفوظ ہو رہے ہیں بیٹھ کر مدینہ کی حفاظت کی جائے۔ صاف
نکاح بہرہ سے کہ یہ جنگ بھی بعض مدافعتی تھی۔ درنہ مسلمان باہر نکل کر میدان
میں لڑتے۔

غرب پھر میں قیام کی خاطر جنگی عام تھی۔ جس کی وجہ سے
تجارتی قافلے اور دوسرے مسافر غیر محفوظ تھے۔

حضرتؑ دنیا میں اس زمانہ قائم کرنے کے لئے پیچھے گئے تھے چنانچہ
اس سلسلے میں بھی آپؐ کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔
ایک دفعہ شہرہ میں آپؐ کو اطلاع ملی کہ مقام ردمہ الجندل میں ایک
گروہ جمع ہے۔ جو تاجران کو تنگ کرتا ہے چنانچہ آپؐ خود فوج لے کر وہاں
پہنچے۔ گروہ بھاگ چکا تھا۔ لیکن آپؐ نے وہاں چند روز قیام کیا اور اوس
دفعہ حضرتؑ اس کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کئے۔

ایک دفعہ شہرہ میں حضرتؑ زید بن تجارت کے لئے ایک تمام گئے
واپسی پر وادی قریش کے پاس بنو خزاعہ کے لوگوں نے انہیں مارا اور
سارا مال لوٹ لیا۔ آنحضرتؑ نے ایک فوجی دستہ بھیج کر
بنو خزاعہ کو سزا دی۔

شہرہ میں ایک دفعہ قریش کا تجارتی قافلہ شام سے واپس آ رہا
تھا۔ راستے میں قبیلہ جہنیہ کے لوگوں سے خوف تھا کہ وہ انہیں لوٹ
نہ لیں۔ آنحضرتؑ کو اطلاع ملی۔ آپؐ نے حضرتؑ ابو عبیدہؓ کو فوج کی قیادت
میں تین سو مسلمانوں کا فوجی دستہ روانہ کیا اس دستہ میں حضرتؑ عمرؓ
بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کی حفاظت میں قریش کا قافلہ سلا متی کیا تھا کہ
پہنچ گیا مسلمانوں کو اس فرض کی ادائیگی میں تاثر کشتی بھی برداشت کرنی پڑی بعض لوگ

اس واقعہ کو بھی لوٹنے کی غرض سمجھنے ہیں۔ جو صحیحاً غلطی کہنے کیونکہ یہ زمانہ صلح حدیبیہ کا تھا۔ جس میں کفار مکہ سے معاہدہ ہو چکا تھا۔ اسی طرح اور بھی کئی واقعات ہیں جن میں شخص اس کی خاطر فوج کشی کی گئی۔

اشاعت دین تبلیغ دین کی غرض سے بھی بہت سے نو جوانوں نے باہر

بھیجے جاتے تھے۔ ان وقتوں کو حکم ہوتا کہ صرف اشاعت دین کریں لڑائی کی اجازت نہیں مگر یہ کہ تم پر کوئی دشمن حملہ کرے تو اپنی حفاظت کریں صفر سنہ ۶ میں مسلمانوں کی ایک جماعت قبیلہ کناب کی طرف ان کے اپنے رئیس کی دعوت پر بھی گئی۔ راستے میں مقام ہیر میں مشرکوں نے قریباً چند روز کے قافلے کے حملہ کو دیا۔ اور ۶ مسلمان شہید ہو گئے ایک جو بچ گیا اس نے اپنے آکر اطلاع دی۔

انہی دنوں قبیلہ عقیل وقارہ کی طرف بھی دس صحابہ تبلیغ دین کی پیش قدمی سے بھیجے گئے۔ راستے میں مقام رجب پر پہنچے ان سے ان پر حملہ کر دیا اور نو مسلمان شہید کر دیئے۔

اسی طرح مکہ میں سچاس مسلمانوں کی ایک جماعت قبیلہ بنو سلیم کی طرف روانہ ہوئی۔ وہاں پہنچے تو بنو سلیم کے لوگوں نے حملہ کر دیا۔ لیکن مسلمان بہت محوڑے تھے۔ اس لئے سخت نقصان ہوا۔ اور سوائے امیر فوج ابن ابی العوجاء کے سب شہید ہو گئے۔

فتح مکہ کے بعد اشاعت دین کے حضرات خالد بن ولید کو بنو ہذیلہ کی طرف ۳۰ آدمیوں کی جماعت دے کر اشاعت دین کیلئے بھیجا۔ اور لڑائی وغیرہ سے منع فرمایا۔ لیکن حضرت خالد نے وہاں پہنچ کر تلوار استخوان کی اشاعت دین کو سمجھتے ہوئے کہا "اے اللہ! خالد نے جو کیا ہے۔"

یہاں سے بڑی ہوں (۱) پھر آپ نے حضرت علیؑ کو بھیج کر ایک ایک
 آدھی کا خون بہا دوا کیا۔ یہاں تک کہ کتوں کی بھی رقم دوا کی گئی۔
 اسی طرح اور بھی کئی دسے مختلف اطراف میں بھیجے گئے جن کا
 مقصد شخص اشاعتِ دین تھا۔

(۵)

سوالات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی سے بعثت تک کے
 حالات مختصراً بیان کرو۔

۲۔ مندرجہ ذیل پر مختصراً نوٹ لکھو :-

(۱) حضرت خدیجہؓ (ب) تجدیدِ کعبہ (ج) پہلے مسلمان (د) حضرت

حمزہؓ (۵) ہجرتِ حبشہ (و) طائف کا سفر (ز) بیت

عقیقہ ثانیہ (ح) خالد بن ولیدؓ غزوہٴ اُحُد کی شہادتِ مدینہ

۳۔ ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا؟

۴۔ ہجرتِ مدینہ کے اسباب و واقعات اور نتائج بیان کرو۔

۵۔ غزوہٴ بدر کے اسباب، واقعات اور نتائج لکھو۔

۶۔ غزوہٴ احزاب کے اسباب، واقعات اور نتائج بیان کرو۔

۷۔ صلح حدیبیہ کے اسباب، واقعات اور نتائج لکھو۔

۸۔ حجۃ الوداع کی تفصیلات لکھو کہ اس سے کون سے مذہبی اور اخلاقی

پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

غلائقہ

الشمس

مقدمہ

خلافت: کسی کی جگہ پر بیٹھنا، مراد جانشینی خلافت راشدہ سے مراد وہ خلقاء اربعہ (چار خلیفے) ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں پر حکومت کی جھنڈی، امام، یا امیر یا سلطان ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔

لیکن اصولی اور بنیادی بات یہ ہے، کہ صحیح اسلامی ریاست نظریہ خلافت پر قائم کی گئی ہو، اور اس میں خدا کی حاکمیت تسلیم کی گئی ہو، خدا اور اس کے رسول کی شریعت قانونِ بندگی کی حیثیت رکھے، تمام کاموں میں حدود اللہ سے تجاوز نہ ہو، اقتدار کی اصل غرض خدا کے احکام کا اجرا۔ اور اللہ کی مشاء کے مطابق گیائیوں کا استیصال ہو۔ یہ ہے خلافت کا صحیح مفہوم۔

حضرت ابوبکر صدیق

۱۲۲



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

عہد خلافت ۱۱-۱۳ھ

نام و نسب | اسلام لانے سے پہلے آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ آنحضرت نے بدل کر عبد الرحمن کر دیا۔ آپ کی کنیت (خاندانی نام) ابو بکر تھی۔ اور اسی نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔ صدیق آپ کا لقب تھا۔ جو آنحضرت نے آپ کو عطا کیا تھا۔ آپ کے والد کا نام ابو بکر بن عثمان بن عامر تھا۔ جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ والد کا نام سہمیٰ اسم ابو بکر تھا۔ جو ہجرت سے پہلے اس وقت مسلمان ہو چکی تھیں۔ جب آپ بھی مسلمان ہوئے تو ان میں تھے۔ چھٹی یا ساتویں پشت میں آپ کا نسب آنحضرت کے نسب سے مل جاتا ہے۔

قبل از اسلام زندگی | حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت سے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ چھٹی ہی میں آپ مکہ آئے اور اسی کے محل تھے۔ اور چھٹی عمر ہی سے کہیں حضرت سے ملتے اور اس وقت جو ان سے ملنے کو تجارت کرنے گئے۔ اور اپنی ساری دولتیں اور دولتیں کی بنا پر پہلے سے زیادہ مشہور و معروف ہوئے۔ اکثر لوگ ان سے ملنے آتے اور آپ کے پاس آکر رہنے لگتے اور آپ اور تمنا باری سے سخت لگاؤ رکھتے تھے۔

قبل اسلام | اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو نبوت سے سزا دے دیا تو آپ نے قریب تیس عہدوں اور دوستوں میں اس کا ذکر کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پانچواں آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ چھٹی ہجرت کے دوران میں سے آپ اپنے شخص کے مشہوروں سے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابو بکر کو

چونکہ بچپن سے آں حضرت سے پیار و محبت اور ولی نگاہ تھا۔ اس لئے اس نے
 ہونے ہی اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا انہوں نے مال و دولت
 کی پرواہ نہ کی، جو کچھ تھا انشاءت اسلام میں خرچ کر ڈالا خود ان کی ذات کی
 وجہ سے ان کے ہمت سے احباب بھی اسلام کے آئے جن میں حضرت عثمان بن
 عفان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعید بن وقاص، حضرت زبیر بن العوام
 اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں چنانچہ ایسے لوگوں کے اسلام لانے سے
 دین اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت کے جانشین و دوست تھے ہر وقت
 آپ کے ساتھ رہتے اور اگر کوئی دشمن آپ سے سختی کرتا تو اسے ڈانٹتے یا مار
 کر ہٹا دیتے۔ کچھ عرصہ بعد کفار نے حضرت ابو بکر کے ساتھ بھی سختیاں کرنے
 لگیں۔ ہجرت ہمیشہ سے پہلے ایک دفعہ حضرت ابو بکر کو کفار نے بہت تنگ کیا
 آپ نے آں حضرت کے ہمیشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ
 جانے کی اجازت لے لی اور روانہ ہوئے، لیکن راستہ ہی سے واپس نہ لوٹ
 آئے۔ اور ڈک کر کفار کی سختیوں کا مقابلہ کرنے لگے۔

ہجرت مدینہ کے وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت کے ساتھ تھے تین
 دن غار نور میں آپ کے ساتھ رہے اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں جو کچھ
 روز مدینہ کی طرف آگے بڑھے۔ مدینہ میں لوگوں نے دونوں بزرگوں کا پورا پورا خیر
 کیا۔ وہاں پہنچتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے۔ شاید دوسری جگہ کی آب و ہوا
 آپ کو موافق نہ آئی۔ حالت تشویش ناک ہوتی گئی چنانچہ آں حضرت نے صحت یابی
 کے لئے دعا کی۔ بارگاہ الہی میں توبیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور حضرت ابو بکر
 چند یوم میں بالکل ٹھیک ہو گئے۔

ہجرت کے بعد سلسلہ غزوات شروع ہو گیا۔ اور فتح مکہ تک، خوبی رہی
 خوب گرم رہی ہرگزانی میں حضرت ابو بکرؓ حضرت کے ساتھ رہے۔ آپ
 کی نڈاپیر اور مشورے نہایت کارآمد ثابت ہوئے تھے۔ مزوہ بدر میں ایک وقت
 کھنار کی نثر سے قدرے مزوہ تھے۔ اور نہایت وقت اور شروع کی
 حالت میں دعائیں مانگ رہے تھے۔ اُس وقت آپ کے غمگین اور سرد و دانت
 حضرت ابو بکرؓ ہی آپ کو نشانی دیتے اور یقین دلاتے کہ اللہ تعالیٰ ضرور مسلمانوں
 کی مدد کرے گا۔ اسی طرح دوسری جنگوں میں بھی آپ نے مشائخہ ہجرت
 کرتے رہے۔ بدین چھوٹی جنگوں میں حضرت ابو بکرؓ سپہ سالار کی پیشانی سے مقرر
 ہوتے اور کربالی کے ساتھ یہ خدمت سر انجام دی۔ جنگ بدر میں پہلے حضرت
 ابو بکرؓ ہی سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔ بعد ازاں حضرت عثمانؓ بھی بھیجے گئے اور انہی
 کے ہاتھوں فتح ہوئی۔ جنگ خیبر میں جب مسلمانوں کی تاپ بڑا کر چکا گئے
 گئے تو حضرت ابو بکرؓ حضرت کے ساتھ براہِ نہایت قدم رہے۔ حتیٰ کہ ان کی
 نابت قدمی دیکھ کر آپ نے تمام مسلمان واپس لوٹ آئے۔ اور دوبارہ
 جمعیت کے ساتھ تملہ کیا اور فتح حاصل کی۔

۳۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ کو امیرِ حج بنا کر باہر روانہ
 کیا۔ آپ نے ہجرت کے پہلے لوگوں کو ہزاروں حج سکاہے ہجرت کے
 اور ہجرتوں کو حج کرنے سے منع کیا۔ اور نہایت خوش اسلوبی سے
 فریضہ حج ادا کرنے کے دائرے آئے۔

۴۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ تشریف لے کر
 حضرت ابو بکرؓ کو بھی ساتھ لے کر واپس آیا۔ حضرت بیمار ہو گئے۔ مرض
 بڑھتا گیا۔ ان حضرت نے حضرت ابو بکرؓ کو ہجرتوں اور اس کے لئے

مقرر فرما دیا۔ ایک روز جب آپ کی طبیعت قدرے سنبھلی تو آٹھ گراہمہ آہستہ آہستہ مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے۔ حضرت ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ پیچھے ہٹنے لگے، لیکن آنحضرت نے انہیں روکا اور خود ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

آنحضرتؐ کا مرنے کا زیادہ بڑھتا گیا۔ آخر ۱۲۔ ربیع الاول دو شنبہ پیر کے روز آنحضرتؐ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مانگ ختی کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت مقام منج درہینہ سے باہر ایک بستی میں اپنی زوجہ حضرت خاریتہ زبیر کے پاس گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو مسجد کے دروازہ پر لوگوں کا ہجوم گھرا ہوا تھا۔ اور حضرت عمرؓ بھی یہی حالت طاری تھی۔ وہ جوش اضطراب میں لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں، تو میں قتل کر دوں گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکان پر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور واپس باہر تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ کو روکا لیکن وہ اپنی دھن میں لگے رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کہ "اے لوگو! اگر تم محمدؐ کی پرستش کرتے تھے تو بیشک وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور اگر تم خدا کو پوجتے تھے تو بے شک وہ زندہ ہے۔ اور کبھی نہیں مرے گا!" آپ نے فرمایا: "محمد صرف ایک رسول ہیں۔ بن سے پہلے بت سے رسول ہو گئے ہیں۔ (قرآن چنانچہ لوگ مطمئن ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کو بھی آپ کی وفات کا یقین آ گیا۔ اور وہ شدت غم سے نیچے گر پڑے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر ہونے والے انصاری درہینہ کے رؤساء صقیفہ بنی ساعدہ

صقیفہ بنی ساعدہ

جمع ہوئے سقیفہ بنی ساعہ سابقہ جیسی ایک جگہ تھی۔ پھر خیزج کے رئیس حضرت
 سعد بن عبادہ کے مکان کے متصل بنی ہوئی تھی۔ انصار نے فیصلہ کیا کہ رسول اللہ
 صلعم کا خلیفہ ہم میں سے ہو۔ کیونکہ اسلام کے لئے ہماری خدمات سب سے زیادہ
 ہیں۔ اس لئے خلافت کا حق ہمارا ہے۔ اور اگر ہاجرین نے یہ بات مان لی
 تو پھر ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک ہاجرین میں سے۔ حضرت ابو بکر اور
 حضرت عمرؓ بروقت پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بڑے شہمٹ اور ہر دہاری سے
 تقریر کی اور انصار کی خدمات اور فضائل کی تعریف کی اور فرمایا کہ صورت
 حال یہ ہے کہ تمام عرب قریش کے سوا کسی کو امام تسلیم نہیں کرتا خود انصار
 میں دو قبائل اوس اور خزرج ایک دوسرے کی امارت قبول نہیں کریں گے۔
 اس کے علاوہ ہاجرین اولین مسلمان ہیں اور رسول اللہ صلعم سے شہادتانی تعلق
 رکھتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ خلیفہ رسول ہاجرین میں سے ہو اور کہا کہ یہ
 حضرت عمرؓ ابو عبیدہ بن الجراحؓ کھڑے ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنا امیر چن لو۔
 حضرت عمرؓ نے معاملہ سمجھنے دیکھا اور جلدی سے بڑھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ
 کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور کہا کہ آپ ہی ہم سب میں بزرگ ہیں۔ اور رسول اللہ
 صلعم کو بہت عزت تھی۔ دوسرے لوگ بھی بڑھ کر بیعت کرنے لگے۔ اور
 آہستہ آہستہ تمام لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ اول تسلیم کر لیا۔ اس طرت
 حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی ہم دفراست سے ایک بہت بڑا اثر و عمل
 قائم ہو گیا۔ اور ایک خطرہ جو نظر آ رہا تھا۔ صاف ٹل گیا۔ حضرت علیؓ نے تقریباً چھ
 ماہ بعد بیعت کی جس کی وجہ اس کے ان کے اپنے حالات زندگی میں آئے گی۔

زمانہ خلافت

دوسرے روز خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسجد میں تقریر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا کہ :-

"اے لوگو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم میں سے سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برائی کروں تو میری اصلاح کرنا، سچائی، امانت ہے۔ اور جھوٹا خیانت ہے۔ انشاء اللہ تمہارا کمزور فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق دلا دوں۔ اور انشاء اللہ قوی فرد بھی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق دلا دوں۔"

جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ دیتی ہے۔ اللہ اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو معیبتوں میں پھینکا دیتا ہے۔ میں اللہ اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت کروں۔ تو میری اطاعت کرنا اور اگر اللہ اور اس کے رسول صلعم کی نافرمانی کروں تو تم بھی میری اطاعت نہ کرنا۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو بہت سی مشکلات و
مشکلات جہات امتحان کی صورت میں درپیش تھیں۔ خلیفہ اول نے
 ایک ایک کر کے اس طرح مشکلات کو دور کیا کہ پھر کبھی ایسی بدامنی اور پریشانی
 پیدا نہیں ہوئی۔ اور یہ حقیقتاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ

کارنامہ تھا جو تاریخ اسلام میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے سامنے مندرجہ ذیل مہمات تھیں :-

۱۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی کے آخری زمانہ میں ہی بعض محنتوں کو نبی نے نبوت کا دعویٰ کیا جو وقتی طور پر تو خوب گئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد فوراً زور پکڑا اور پرامنی مہم پھیلا دی۔

۲۔ بعض منافقین اور ضعیف الاعتقاد لوگ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے اور سرتوڑوں کی بغاوت برپا کر کے کچھ لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے منکر ہو گئے۔ فقہ اور انہوں نے علیحدہ فساد برپا کر دیا تھا۔

۳۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں ہر جانب مہمیں لگائی تھیں کہ انہوں نے کسی لٹے ایک محکم تیار کر رکھی تھی جس کے سپہ سالار حضرت امیر ابن زید مقرر فرما دیے تھے۔ لیکن یہ لشکر بھی روانہ نہ ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے وفات کے بعد حضرت ابو بکر کے ذمے یہ کام بھی دیا۔

لشکر امیر ابن زید

اگرچہ ہر طرف مشکلات اور خطرات نظر آ رہے تھے۔ مگر حضرت ابو بکر نے سب سے پہلے یہ

کام کرنے کا فیصلہ کیا جو آنحضرت ﷺ کا آخری کام تھا۔ اور پانچ میل تک پہنچنے سے رہ گیا تھا۔ اس کام کو آپ نے اتنا اہمیت دیا کہ ابو بکر کے دوسرے صحابہ کرام نے مخالفت کی اور کہا کہ یہ طرف مخالفت پھیلے ہوئی ہے۔ فوج کو باہر نہیں بھیجا جائیگا۔ حضرت ابو بکر نے ایک مہم بھیجا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا شروع کیا تھا کام میں ہرگز نہیں روک سکتا۔ اس میں بیرونی مصلحت ہی ہو گی۔ اس لئے حضرت زید بن حارثہ کو مقرر کیا

پورا شخصیت صلعم کے غلام تھے۔ اسامہ کی عمر اس وقت سترہ برس کی تھی حضرت
 عمرؓ نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر یہ صلعم بوجھتا ہے تو کم از کم کسی بڑی عمر کے
 مرد کو سپہ سالار بنا دیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بڑی سختی سے
 جواب دیا کہ کیا میں آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ سردار کو ہٹا کر خود اپنا ہمارا بیٹے

سے نیا سردار مقرر کر دوں؟
 پھر حضرت ابو بکرؓ لشکر کو روانہ کرنے کی غرض سے لکے حضرت اسامہؓ

کو روٹے کے پر سوار تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ پیدل چل رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ
 نے عرض کیا: "یا حضرت! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا میں بھی نیچے اتر آتا ہوں

یہ میرے لئے مناسب نہیں کہ خود سوار ہوں اور آپ پیدل چل رہے ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: کوئی سرح نہیں تم سوار ہی رہو اور مجھے پیدل چلنے دو
 میرے لئے یہ سعادت ہے کہ میں اس لشکر کے ساتھ پیدل چل رہا ہوں۔ اس

کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے لشکر کو روانہ کیا اور مندرجہ ذیل ہدایات فرمائیں۔

— "خیانت نہ کرنا، مال نہ چھپانا، بے وفائی نہ کرنا، کسی کے اعضاء

ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا۔ بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا،

چھلدار اور شتموں کو موت کاٹنا، کھانے کے علاوہ کسی غرض

سے جانوروں کو ذبح نہ کرنا، تارک الدنیا جو نکلتا ہوں میں

بیٹھے ہوں انہیں اپنی حالت پر رہنے دینا، جب لوگ طرح طرح

کے کام سے تمہارے سامنے لاکھڑے ہیں تو اللہ کا نام لے کر شروع

کرتا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں گئے جن کے سروں پر شیطان

سوار ہوگا۔ انہیں ختم کر دینا۔"

چنانچہ ادریس الثانیؒ نے یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہو گیا۔ چالیس

روز کے بعد فتح و کامرانی کے ساتھ یہ لوگ واپس مدینہ پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے اس لشکر کا پورا جوش خیر مقدم کیا۔ غیر مسلموں کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں میں اتنی طاقت ہے کہ عیسائیوں جیسی طاقت ور قوم کو مغلوب کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے قبائل اس فتح کے بعد ہم گئے۔ جو لوگ اس لشکر کو دیکھتے ہیں، مائل ہو رہتے تھے انہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی فراست و درسی نتائج کی حامل تھی۔

فتوح اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی بعض چھوٹے لوگوں نے شرابی شروع کر دیں اور کئی لوگ ان کے پیچھے لگ کر سرحد (اسلام سے) پھرتے ہوئے ہو گئے۔ ہوائی کے سردار لہجہ، بنو تمیم کی ایک شہوت سبوح بشت، حارثہ قبیلہ پیامہ کا سردار، یلمہ کذاب اور کئی قبیلہ قحطان کا سردار اعدو کھنسی و غیرہ لوگوں نے ہر مذہب کا دعویٰ کر دیا۔ اسود عتسی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہادگی میں ہی قتل کر دیا گیا اور باقی بدعیان نبوت رنجت کا دعویٰ کرنے لگے، یہی کسی نہ کسی سائیک اسلام کی طاقت سے بے وسیع رہے۔

اس وقت در معلوم کی وقت اس کے اپنے تمام بیان بنو تمیم کے پورا پورا اور ہر مذہب کے

مناقب اور فضیلت الاعتقاد لوگ، اور کئی چھوٹے چھوٹے لوگ۔ یہ قلم ان کے ارد گرد اسلام) ایک بہت بڑی فتوریش اور بدامنی کی شکل میں پیدا ہوا چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اس طرف سب سے زیادہ توجہ دی۔ ان کے ان لوگوں سے بھلا کا فیصلہ کر لیا اور سب سے پہلے ان کو

سے کہو ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے نکلے۔ مقام ابرق میں بنو عتسی کو شکست
 دی اور انہیں وہاں سے بھگا دیا۔ اس کے بعد مقام ذوالقحطہ رسید ہوا۔ بارہ
 میل بجز کی طرف میں پہنچ کر قیام کیا اور گیارہ سپہ سالار مقرر فرمائے۔ تاکہ
 انہیں مختلف مقامات میں مرتدین کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جائے۔ آپ
 نے سب سرداروں کو ایک عام حکم نامہ دے دیا جس میں مرتدین کے لئے
 اعلان تھا کہ اگر وہ اپنی غلطی اور نادانی سے باز آجائیں اور نشانی کے
 طور پر یہ کہیں کہ جیسا اسلامی فوج ان تک پہنچے تو اپنی ہستی یا قبیلہ میں
 اذیان دیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ مسلمان ہیں ورنہ اگر وہ شیطان کے
 فریب میں پھنسے رہیں اور راہ راست پر نہ آئیں تو ان کے اوپر تلوار
 چلائی جائے چنانچہ مناسب ہدایات کے ساتھ مندرجہ ذیل مدعیان نبوت
 کی طرف مختلف فوجی دستے روانہ کئے گئے۔

طلحہ بن خویلد :-

رسول اللہ صلعم کی وفات کے قریب بعد بنو اسد کے سردار طلحہ بن
 خویلد نے موقع دیکھتے ہوئے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ قریب و جوار کے
 قبائل مثلاً بنی سبطہ اور بنی عطفان بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ اور اس
 طرح اس نے خاصہ زور پکڑ لیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو فوجی
 دستہ دے کر اس جھوٹے نبی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اور حضرت
 علی بن حاکم جو مدینہ میں مقیم تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اجازت
 چاہتے قبیلہ بنی سبطہ میں پہنچے اور لوگوں کو بھجایا کہ اس قبیلہ سے باز آئیں۔ طلحہ
 گفت تک بھی سبطہ کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر مقام بزاخہ میں پہنچ چکا تھا

حضرت خالد بھی فوج کے ساتھ بنی طے کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عدیؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ آپ چار روز ٹھہر جائیں۔ میں نے ان لوگوں کو سمجھایا ہے اور انہوں نے بات مان لی ہے۔ چنانچہ قبیلہ طے کے لوگ اپنے باقی بھائیوں کو جو بڑا خد چلے گئے تھے واپس لے آئے اور سچا یہ اسلام (دوبارہ اسلام لانا) کر لیا اسی طرح حضرت عدیؓ نے قبیلہ حیدریہ کو دوبارہ مسلمان کر لیا۔ ان دونوں قبائل کے تقریباً ایک ہزار لوگ حضرت خالدؓ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ بھاری فوج کے ساتھ بڑا خد کی طرف بڑھے اور طلحہ کو شکست فاش دی۔ طلحہ ملک شام بھاگ گیا۔ لیکن کچھ عرصے بعد خود ہی شرمندہ ہو کر مدینہ آیا، اور مسلمان ہو گیا۔ دیکھ کر نبو اسد کے تمام لوگ پھر اسلام لے آئے اور ان کے قرب و جوار کے لوگ جو مرتد ہو گئے تھے حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

سجاح بنت حارث :-

بنو تمیم کی ایک عورت سجاح بنت حارث تھی جو نبوت کا دعویٰ کرنے پہنچی تھی۔ اپنے قبیلہ کے ایک شخص مالک بن نویرہ کی مدد سے نبی تعلیب کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ بلا لیا۔ اور بنو تمیم کے ان لوگوں سے جنگ شروع کر دی جو اس کی نبوت کے قائل نہ تھے۔ لیکن جب نتیجہ کچھ نہ نکلا تو خود بھاگ کر پیامہ کی طرف چلی گئی اور وہاں ایک شخص سیلمہ کتاب سے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا تھا شادی کر لی۔ اس وقت تک حضرت خالدؓ بنو تمیم میں پہنچ چکے تھے۔ بنو تمیم کے لوگ اپنی ناطق پیمانہ ہوئے اور دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے مالک بن نویرہ کی تلاش شروع کر دی۔ بالآخر وہ پکڑا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

مالک بن نویرہ کے قتل کی خبر حسب مدینہ پہنچی تو حضرت ابو بکر صدیق کو یہ
 بھی معلوم ہوا کہ حضرت خالدؓ نے مالک بن نویرہ کو اس وقت قتل کیا تھا
 جب کہ اس نے اذان دیدی تھی اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔
 بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ بعد میں حضرت خالدؓ سے مالک بن نویرہ کی

پیروی سے نکاح بھی کر لیا۔ جو اب عظیمی پر حضرت خالدؓ سے کہا کہ مالک بن
 نویرہ سے قتل کے ڈر سے اذان دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ حضرت خالدؓ
 کو گرفتار کر لیا جائے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ خالدؓ سے غلطی ہو گئی ہے۔ لہذا
 اس کا خون بہا دیا جائے۔ چنانچہ مالک بن نویرہ کا خون بہا دیا گیا۔
 اس کے بعد نبوتِ محمدؐ کے سب لوگ اسلام لے آئے اور ان کے ساتھی
 اور حلیف (معمود) لوگ بھی شہید اسلام کرنے لگے۔

مسئلہ کتاب :-

مسئلہ کتاب نبو عتیقہ کا سروار تھا۔ یہ قبیلہ آشور علی اللہ علیہ وسلم
 کی زندگی میں ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ آپ کی بیماری کے دنوں میں مسلمانوں نے اپنی موت
 کا اعلان کیا اور آپ کی وفات کے فوراً بعد یہی مشہور ہو دیا کہ حضرت صلح
 محبہ اپنا شریکِ نبوت بنا لیا تھا۔ اس لئے نصف عرب کا امام بنیں۔
 حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہلے حضرت عمرؓ اور پھر حضرت شریکؓ کو
 توجی دئے۔ وہ مسلمانوں کی ہر کوئی کے لئے دعا کیا۔ مسلمانوں کے پاس چالیس
 ہزار کی فوج تھی۔ اس لئے مسلمانوں کے یہ دونوں دئے ناکام رہے۔
 چنانچہ حضرت خالدؓ کو فوج دے کر بھیجا گیا۔ خالدؓ پہلے تو بڑی توڑ بڑ جنگ
 ہوئی لیکن حضرت خالدؓ کے سامنے مرتدین ٹھہر نہ سکے۔ مسئلہ کتاب کو دینی نامی

غلام (حضرت عمرؓ کا قاتل) نے حربہ (مچھوٹا پیر) پہنچا کر گواہ دیا اور ایک
دوسرے مسلمان نے بڑھ کر گھڑے کر دیا۔ اسکی لٹائی ہیں بہت سے صحابہ و صحابی
شہید ہوئے۔

بنو حنیفہ بھاگ کر قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ پانچواں سرپ بچنے کی کوئی
صورت نظر نہ آئی۔ تو حضرت خالدؓ نے ان شرائط پر صلح کر لی کہ انہیں قتل
نہ کیا جائے اور جو جنگی ہتھیار ان کے قبضے میں ہیں لے لے جاؤ اور ایک
چارم جنگی قیدی رکھ کر باقی چھوڑ دیے جائیں۔ صلح کے بعد حضرت ابو بکرؓ
کی طرف سے ایک حکم نامہ حضرت خالدؓ کو دیا کہ بنو حنیفہ کے لوگوں کو
قتل کر دیا جائے لیکن حضرت خالدؓ چونکہ پہلے ہی صلح کر چکے تھے۔ اس لئے
اپنے غم پر قائم رہے۔ اس کے بعد بنو حنیفہ راہِ راست پر آگئے اور خود
اسلام کر لیا۔

اسکو حنیفیہ :-

یہیں ہیں قحطانی لوگ آباد تھے۔ انہی لوگوں کے ایک قبیلہ حنیفیہ کے سردار
اسود نے مشہور صلح نامہ کی زندگی میں روفاقت سے تھوڑا پہلے (پہلی شہادت کا دور) کو
کر دیا اور اس پائل کے دیہاتیوں کو پیچھے لگا لیا۔ اس کے چھ ماہ بعد ایک قبائل
کو بھی شکست دے کر اور زیادہ شہرت حاصل کر لی تھی۔

اس مشہور صلح نامہ کے بعد ان کے لوگوں کو خط لکھا کہ بنو اسلام کو صلح نامہ
اسود چھوڑنا ہے۔ اس لئے اسے قتل کر دیا جائے۔ پچاس چھ ایک شخص غیر وندے
راست کے وقت اسود کو قتل کر دیا اور صلح نامہ کے مکان پر گھڑے ہو کر ان
رستہ دی۔ اس طرح یمن کا علاقہ اس قبیلہ سے بچ گیا۔ اور لوگوں نے اس مشہور

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی اطلاع کے لئے قاصد مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس صبح یہ قاصد مدینہ پہنچا اسی شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتے ہی اسود کے بعض صحابہوں نے پھر نبوت کا شور مچا دیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فوراً فوجی دستے بھیج کر اس شورش کا قلع قمع کر دیا اور صحابہ پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ بعد مسلمانوں نے فوج حضرت موت کے علاقہ کی طرف بھی گئی اور وہاں کے مرتدین کا خاتمہ کیا۔ حضرت موت کے ساتھ مرتدین کا سردار دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کئی علاقوں میں مرتدین کی سرکوبی

اپنے اپنے علاقے میں بغاوت اور شورش برپا کر دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بھی فوجی دستے بھیجے اور ان کا قلع قمع کیا۔ بحرین کے علاقہ میں نعمان بن منذر نے بغاوت کی مدینہ سے حضرت علاء بن حضری فوجی دستے کے ساتھ بحرین پہنچے۔ مرتدین نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سارے غنیمت آئے۔

عمان کے علاقہ میں بھی ایسی ہی شورش برپا تھی اور مرتدین کا سردار قیظ بن مالک وہاں کا بادشاہ بن بیٹھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ سے حضرت حذیفہ بن محسن اور حضرت عمرؓ کو فوجی دستے دے کر روانہ کیا۔ پیام سے حضرت عکرمہؓ بھی مدد کے لئے آئے۔ مرتدین عمان سے جنگ ہوئی۔ دوران جنگ بحرین سے بھی مسلمانوں کو ملک پہنچ گئی۔ چنانچہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور

مرتدین کو سختی سے دیا دیا گیا۔

کنزہ حضرت عائشہ اور بلختمہ علاقوں میں بھی بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تھے
پہا پتھر حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے حضرت فکر عمرہ اور حضرت
زیاد بن لیث کو بھیجا۔ مرتدین ان بہادر سپہ سالاروں کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور
شکست کھا کر بھاگے۔

اسی طرح اور کئی علاقوں میں مرتدین نے علم بناوٹ بلند کیا لیکن مسلمانوں
نے ایک ایک کر کے سب کا تختہ کمر دیا اور پھر سے اسلام کا دور دورہ ہو گیا۔
منکرین زکوٰۃ کا قلع قمع اس تختہ کشی میں مددگار بنے۔ بلکہ ان کا مدد لیا
تھے اور نہ ہی مرتد تھے۔

صرف یہ تھا کہ ہم سے زکوٰۃ وصول نہ کی جائے۔ شروع میں تو بعض قبائل نے
جو زکوٰۃ دیتے تھے انکار کر رہے تھے مدینہ میں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ سے
درخواست کئی کی کہ ان سے زکوٰۃ نہ لی جائے صرف نماز پڑھنا ہی سوائے سارے
لوگوں کا خیال تھا کہ اگر خلیفہ اقل نہ ملے تو مدینہ پر سترہ دہائی کی رہی جائے اور
اسے اپنے قبیلہ میں سے لیا جائے۔ مگر حضرت ابو بکرؓ کی نگاہ بڑی قدرت کی تھی
کئی ساتوں نے مقابلہ بھی لیا اور مدینہ کی حفاظت کا خوب اچھی طرح جاننا
کر دیا۔ اور پھر جو غیبی دستہ لے کر بعض قبائل کو شکست دی اور بعض کی
طرف فرجی دیکھی۔ حضرت عمرؓ اور کئی دوسرے صحابہ کرام نے حضورؐ
دیا کہ منکرین زکوٰۃ کے ساتھ سختی نہ کی جائے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ جو کوئی
بھی زکوٰۃ سے منہ موڑے گا میں اس کے خلاف جہاد کروں گا چنانچہ حضرت
ابو بکرؓ مدینہ کی فراست سے بہت اچھی خوب کام کیا اور اس قبیلے کو ختم کر دیا۔

منکرین زکوٰۃ کا قلع قمع

فتوحات

عرب کے ہمسایہ ملک ایران، عراق اور روم میں مدت سے بڑی بڑی حکومتیں چلی آ رہی تھیں۔ اسلام سے قبل ان حکومتوں نے عرب کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھایا اور کئی بار عرب کے مختلف علاقوں پر حملے کر کے اپنی حکومتیں قائم کیں۔ ایران اس سلسلے میں عرب سے پیش پیش تھا۔ چنانچہ ایران میں اردشیر کی کردہ ساسانی سلطنت (۲۲۶ء) کے دوسرے فرزند واپاک نے اپنی اردشیر کی کئی بار عرب میں بھیجی اور حجاز اور یمن کے علاقوں کو ماتحت کر لیا۔ ان کے حکمران شہزادوں کو خوارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور ان سے سخت دشمنی رکھتے تھے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت اسلام کے سلسلے میں ایک خط اب ان میں نو شہزادوں کے پوتے شہزادہ ابوہریرہ کو بھیجا تو اس نے خط پھاڑ ڈالا اور غصے کی حالت میں کہا کہ ہمارے تخت ملک کا ایک شخص مجھے ایسا لکھا ہے۔ اپنے حاکم کو یمن میں کہلا بھیجا کہ فلاں شخص کو کپڑے میرے پاس لانا۔ عرب جنگجو لوگ تھے ہی، کئی بار بغاوت کرتے اور مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیتے کہ بعد میں بڑے بڑے بھی حاکم یہ ریاستیں ان سے نہیں لیتے یا باجگزار رہتے رہتے۔ عراق میں عربوں کی بار بار حملہ کیا اور ریاستیں قائم کیں۔

روم کی حکومت بھی ایران کی طرح ایک وسیع اور قوی حکومت تھی۔ عربوں سے دیہیدہ تعلقات رکھتے تھے۔ شام مصر اور حبش کے علاقے روم کے علاقے کے تحت چلے آ رہے تھے، بہت سے عربی قبائل رومی علاقوں میں جا بس گئے اور آہستہ آہستہ علیحدت قبول کر چکے تھے۔ شام کے علاقے

عسائی سب کے سب عربی قبائل ہی تھے نہ خود ہاں جا کر عیسائی ہو گئے۔ ان حضوروں
 ہم کے زمانے میں جب جنگ موت ہوئی تو انہی ایسا نہیں ہے مسلمانوں کو
 نہ خطرہ رہا۔ جنگ بڑک کی تیاری تھی اس خطرہ کو بنا پر ہوئی اور سامع
 پیدہ والی مہم بھی ان حضوروں سے تھی اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے تیاری کی تھی۔
 یہ سب حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں تھے۔ انہیں معلوم ہوا
 ہے تک ان حوالک کہ شکست فاش نہ دی جاسکے گی۔ صلوات چاہیے
 ہوئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ملک کے اندرونی معاملات کے سلسلے
 بیرون ملک کے معاملات کا جائزہ لیا اور پتے سے مطلع ہوئے۔ پھر
 دن اور گھنٹہ اور صلوات کا سر کچھنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

عراق

ایران اور عرب کی سرحد پر عربی قبیلہ واکش کی ایک شاخ
 شیبیان کا مسلمان سردار مثلثی شیبانی کے نام سے مشہور ہوا
 لکہ سرحد کے عربی لوگ آئے۔ دن ایران کے ستم سر بہ چکے تھے اس لئے انہوں نے
 جب کہ ایران ملک اللہ کی کا شکار بنا ہوا تھا۔ مثلثی نے عراق پر
 لکہ کرنا چاہا۔ چنانچہ اکیلا حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے پیر بنچا اور فوجی
 راو چاہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے مشورہ کے بعد حضرت خالدؓ کو بھی اس وقت
 نکادے۔ فارغ ہو کر کیا مہم تھی چھپے ہوئے تھے۔ وہ اپنی بڑا بڑا اور مثلثی کے ساتھ
 کو عراق کی مہم پورہ اند کیا۔ حضرت خالدؓ نے سب سے پہلے ہرگز فرما دیا
 ان کے نام ایک خدا بنچا بھی ہیں لکھا تھا کہ

اسلام لانا تو ضرور ہو گا۔ پانہ ہی ہو کہ تیرے ادا کو اور
 نتائج تمہارے اوپر ہوں گے۔ یہی ایک ایسی قوم کو لایا ہوں
 جو موت کو اتنا پسند کرتی ہے جتنا تم نے ان کو کو پسند نہیں کرتی۔

ہرمز نے ان حالات کی اطلاع شاہ ایران کو دی اور خود مقابلہ کیا۔
 کاظم کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اور ہرمز مارا گیا۔ خود حضرت خالد نے اسے قتل
 کیا کیونکہ ہرمز نے حضرت خالدؓ ہی کو مقابلہ کے لئے پکارا تھا ایرانی فوج وہ
 دیا کہ بھاگ نکلی۔ اس جنگ میں ایرانیوں نے زخمیوں سے اپنے آپ کو باز
 رکھا تھا۔ تاکہ کوئی شخص بھاگ نہ سکے۔ اسی نسبت سے اس جنگ کو
 زلزلہ نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔

اس جنگ میں مسلمانوں کو مال غنیمت کافی ہاتھ آیا۔ حضرت ابو بکرؓ
 خوش تھے کیونکہ عراق میں مسلمانوں کو پہلی بار فتح حاصل ہوئی تھی۔ اسی خوشی
 میں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو ہرمز کا طلائی تاج بخش دیا جس کی
 قیمت تقریباً ایک لاکھ درہم تھی۔

شاہ ایران نے ہرمز کی مدد کے لئے فوج روانہ کر دی تھی لیکن راستہ
 میں مدار کے مقام پر ہی اس فوج کو معلوم ہو گیا کہ ہرمز مارا گیا ہے۔ اور
 اس کی فوج بھاگ چکی ہے۔ تو انہوں نے مدار کے مقام پر ہی پڑاؤ ڈال
 دیا۔ حضرت خالدؓ بھی مدار کی طرف بڑھے اور پہنچ کر ہلہ بول دیا۔ ایرانی
 سپہ سالار مارا گیا۔ اور تین ہزار سپاہی بھی کام آئے۔

جنگ مدار کی شکست سن کر شاہ ایران اور بھی بدبم ہوا۔ چنانچہ
 اس نے دو بڑی بڑی فوجیں تیار کیں اور ان میں عرب قبائل کے وہ لوگ
 بھی شامل کئے جو سرحدوں پر آباد تھے۔ اور غیبی ہرچکے تھے۔ ایرانی
 فوج کو مجرم کے مقام پر پہنچ گئی۔ حضرت خالدؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے
 صورت حال کا جائزہ لیا اور اپنی فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے
 کئی ایک مقامات پر مشین کر دیا اور حکم دیا کہ دوران جنگ میں باری باری

ملک کی صورت میں حملہ آور ہوں۔ مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کے مختلف دستے
 پارہی پارہی نکلنے لگے ایرانی سپاہی گہرا گئے اور شکست کھا کر بھاگنے لگے۔
 قبیلہ وائل کے عیسائی عرب جو جنگ و لجاجت میں قتل ہوئے ان کا انتقام
 لینے کے لئے بہت سے ان کے قومی بھائی دوسرے سرحدی علاقوں سے جمع
 ہو کر ایرانی فوج میں شامل ہو گئے۔ ایرانی سپہ سالار بہمن جہاد و پیرامن بباری
 فوج کو لے کر مقام املیس پر آ گیا۔ یہاں فوج کو ایک شخص جس کا نام جہاد پان کے سپرو
 کیا اور خود ملک لینے واپس چلا گیا۔ حضرت خالدؓ بھی خبر پائی کہ فوج کے ساتھ
 پڑھے اور بہادری سے حملہ کیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ ایرانی جہم کو لڑنے
 سے کیونکہ انہیں پیچھے سے ملک پہنچنے کی توقع تھی۔ حضرت خالدؓ مختلف
 جنگیں تیار پیر اختیار کرتے رہے۔ اور ساتھ ساتھ اللہ سے فتح و نصرت کی
 دعا بھی کرتے جاتے۔ آخر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ دشمنوں کے بہت سے
 قیدی دریائے فرات کے پارے جا کر قتل کر دیے۔ مقتولین اسی زیادہ
 تھے کہ دریا کا رنگ سرخ ہو گیا۔

جنگ املیس سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ مقام حیرہ کی طرف بڑھ
 راستہ میں پنجشیر کا شہر فتح کیا اور بہت سا مال باغ لگا۔ یہاں سے اسلامی
 فوج عرب عیسائیوں کی ایک چھوٹی سی ریاست کے صدر مقام حیرہ میں
 جا پہنچی۔ حیرہ کا حکمران پہلے ہی خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ لیکن مہراؤں نے
 شہر کے دروازے بند کر لیے۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کیا۔ آخر حضرت ابو بکرؓ
 کے حکم سے حضرت خالدؓ نے مندرجہ ذیل شرائط پر حیرہ کو لے لیا۔
 ۱۔ اہل حیرہ ایک لاکھ اوتے ہزار درہم سالانہ ادا کیا کریں۔
 ۲۔ اس جزیرے کے رہنے والے مسلمان اہل حیرہ کی حفاظت کریں گے۔

۱۳ - اگر مسلمان اہل حیرہ کی حفاظت نہ کریں تو ان کے اوپر کوئی چیز نہیں
 ۱۴ - اگر اہل حیرہ بد عہدی کریں تو مسلمان بری الذمہ ہیں۔

صلح کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ حیرہ میں ہی ٹھہرے رہے اور اسے اسلامی
 فوجی مرکز (فوجی اڈہ) بنایا۔ مسلمانوں کا حق سلوک دیکھ دیکھ کر اس
 پاس کے لوگوں نے بھی چیزیں دے کر صلح کر لی اور مسلمانوں کی امان میں رہنے
 لگے۔ اس طرح جنوبی عراق سارے کا سارا مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت خالدؓ شمالی عراق میں عیاض بن غنم کی
 مدد کے لئے روانہ ہوئے اور حیرہ میں اپنا قلم مقام چھوڑ گئے راستے میں شہر
 انبار کو فتح کرنا چاہا۔ انبار کے لوگ قلعوں میں گھس گئے۔ حضرت خالدؓ
 نے محاصرہ کر لیا۔ شہر قبیل سے گھرا ہوا تھا اور چاروں طرف خندق سے محفوظ
 بھی تھا۔ ایک جگہ سے خندق کی چوڑائی قدر سے کم تھی۔ حضرت خالدؓ
 نے حکم دیا کہ اپنے گزرو اور ویلے پتلے اونٹ ذبح کر کے خندق کے اس
 حصے کو پتھر سے دیا جائے۔ چنانچہ مسلمان خندق پار کرنے میں کامیاب ہو گئے
 اپنی گھبراہٹ اور ہتھیار ڈالی کر باہر نکل آئے۔

حضرت خالدؓ نے انبار فتح کیا تو معلوم ہوا کہ عین التمر کے مقام
 پر دشمن کی فوج مقابلہ کے لئے جمع ہے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ تیزی سے
 اس جانب بڑھے۔ عین التمر کے حاکم ہران پسر ہرام نے کئی عرب
 قبائل اپنے ساتھ بلائے۔ ان عیسائی عربوں کا سپہ سالار عقیقہ تھا جو حسب
 سے پہلے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں آتا۔ حضرت خالدؓ
 نے عقیقہ کو گرفتار کر لیا اور باقی فوج شکست کھا کر بھاگ نکلی۔ ہران بھی
 خوفزدہ ہوا۔ اور حضرت خالدؓ کے پیچھے سے پہلے ہی بھاگ گیا۔ مسلمانوں

نے تمام جنگی قیدیوں کو قتل کر دیا۔

شمال عراق میں دو مہمہ الجندل شہر بڑے کی اہمیت رکھتا تھا۔ یہ شہر
عرب سے تمام چائے والے راستہ میں بھی بڑا نامور اور حیرت سے عراقی ہوتے
ہوئے بھی راستہ میں آتا تھا۔ سپاہی اعتبار سے اس شہر کو فتح کرنا بہت ضروری
تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ نے عیاض بن غنم کو پہلے سے ہی دو مہمہ الجندل
کی تسخیر کے لئے روانہ کر دیا ہوا تھا۔ عیاض بن غنم نے حضرت خالدؓ کو شرط
لاکھا کہ دو مہمہ الجندل پہنچ جائیں۔ حضرت خالدؓ پہلے روانہ ہو چکے تھے۔
دو مہمہ الجندل کے پیش اکیدہ بن عبد الملک نے جب حضرت خالدؓ کی فتح کی
خبر سنی تو لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ خالدؓ کے سامنے آپ لوگ قتل ہائے نہیں
کھہر سکیں گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے۔ کہ ان سے صلح کر لو۔ انہوں نے بات نہ
مانی اور اکیدہ ناراضی کی صورت میں دو مہمہ الجندل چھوڑ کر چلا گیا۔ یاد رہے
کہ اکیدہ وہی ہے جو غزوہ تبوک کے موقع پر قید ہوا۔ اور حضرت خالدؓ
نے اسے اور چار سو دوسرے قیدیوں کو انحصار کے سامنے پیش کیا اور
انحصار نے اکیدہ کی جان بخشی کی تھی۔ بعد میں تالیفہ اول حضرت ابو بکرؓ سے
بد عہدی کی اور خود مختار بن بیٹھا تھا۔

آخر حضرت خالدؓ ایک لمبی مسافت طے کرتے ہوئے دو مہمہ الجندل
پہنچ گئے۔ دونوں سپہ سالاروں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن کے لشکر
اگر ہتھیار ڈال دیئے اور شکست کھائیں کیونکہ وہ مجبور تھے اور
مسلمان قلعہ کا دروازہ توڑ پھینک تھے۔ حضرت خالدؓ نے اس وقت ہی کلب
کے لوگوں کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں سے اداوار مانگتے تھے
تھے۔ اور عاقبت بھی تالیفہ اول سے اداوار کے لئے دی

تختی۔ لیکن باقی لڑنے والوں کو قتل کر دیا۔

دومنتہ الجندل کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے چہرہ واپس چلے آئے یہاں

پہنچے تو معلوم ہوا کہ بیرون عرب کے لوگ اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے
ہیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے دو تیرہ تیرے تیار کیے اور حصید اور خناس

کے مقامات کی طرف بھیج دیئے۔ یہ تیرہ تیرے جب وہاں پہنچے تو اپنی بھاگ
گئے اور مقام مہج کی طرف چلے گئے۔ حضرت خالدؓ خود وہاں فوج لے کر مہج

پہنچے اور ایبائیوں کو شکست دے دی اور تمام لڑنے والوں کو قتل کر ڈالا یہ
دیکھ کر اس پاس کے قبائل بھی خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن حضرت خالدؓ نے

سوائے صلح کرنے والوں کے سب کے ساتھ جنگ کی۔ قبیلہ ثعلب پر شب
خون مارا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور گرد کے علاقے سہم گئے

اور اطاعت قبول کر لی۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ کو معلوم ہوا کہ مقام قراض میں ایبائی رومی

اور عرب فوجیں جمع ہیں۔ جو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ شہر
قراض نہایت اہم جگہ تختی۔ یہ شہر شام، عراق اور عرب تینوں ملکوں کی

سرحدوں پر واقع تھا۔ حضرت خالدؓ نے سبقت لے کر اس کی تلوار تو گھنے ہی
دیہ ثعلب حضرت خالدؓ کو آنحضرتؐ نے اس وقت دیا تھا۔ جب وہ جنگ

موتہ میں بڑی بہادری سے لڑے اور دشمنوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر
دیا، حالانکہ مسلمان نہایت قلیل تعداد میں تھے۔ بڑی سے بڑی فوج سے

بھی دینے والے نہیں تھے۔ قریباً قراض کی طرف چلے گئے۔ دشمنوں کی فوجیں
دریا کے قرات کو پار کر کے حضرت خالدؓ کی طرف بڑھیں۔ بڑی خوب بڑ جنگ

ہوئی۔ آخر دشمن بھاگ گئے۔ تقریباً بیسے دریا تھا۔ تقریباً سب قتل ہوئے

انبارہ کے کراچی لاکھ کے قریب دشمن مارے گئے۔ یہ واقعہ ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء کا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس روز تک فرائض میں ہی مشغول رہے اور اس کے بعد حیرہ کو واپس لے گئے۔ اسلامی فوج کو عاصم بن عمرو کی راہنمائی میں واپس لیا اور خود حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ کا لشکر پر ادا کرنے کیلئے پسند آئیوں کے ساتھ مکہ پہنچے اور فریضہ حج ادا کیا۔ اس حج کا سوائے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چند ماہیگیروں کے کسی کو علم نہ تھا۔ کیونکہ جب وہ فرائض سے روانہ ہوئے تو فوج کو بھی معلوم تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ اور اسی وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع نہ دی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سب سلیقہ چکے چکے اس لئے کیا کہ دشمنان اسلام کو ان کی حیرہ سے غور جائزگی کا علم نہ ہو جائے۔ اور وہ ان کی عدم موجودگی میں حیرہ اور ملحقہ علاقہ جات میں حملہ نہ کر دیں۔ اس کے باوجود حضرت خالد رضی اللہ عنہ تیزی کے ساتھ مکہ پہنچے اور حج کر کے واپس حیرہ پہنچ گئے۔ کہ ابھی اسلامی فوج جو فرائض سے چلی ہوئی تھی۔ حیرہ میں داخل ہو رہی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کل چودہ ماہ تک عراق میں رہے جب تک فرائض کے وقت سے ہی سڑھ بعد حضرت ابو بکر صدیق نے حکم بھیجا کہ نسبتاً شام کے لئے تیار ہو جائیں۔

شام شام شام شام کے غسانی حکمران عیسیٰ بن نجہ اور لڑت سے رومی بادشاہوں کے تحت چلے آ رہے تھے۔ شام کی اس سڑھ کی طرف سے مسلمانوں کو ہمیشہ تدارشہ رہا کیونکہ عیسیٰ بن نجہ ان مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ انھوں نے کہ زمانہ میں جب آپ نے شام میں ابن عمر و غسانی کے نام دعوت اسلام کے سلسلے میں خط بھیجا تو شام میں نے اسے حضرت صلح

کے قاصد کو قتل کر دیا اور خط کو پھاڑ ڈالا۔ مقتول قاصد کے قصاص میں، ہی
 جنگ موثر ہوئی تھی۔ پھر نبوک کا واقعہ بھی اسی سلسلے میں پیش آیا۔ اور حضرت
 صلعم نے آخری دنوں اپنی عیالیت کی حالت میں بھی یہی خطرہ محسوس کرتے ہوئے
 ایک مہم تیار کروائی تھی۔ جس کے سردار اسامہ بن زید مقرر کئے گئے تھے۔ یہ
 مہم رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق نے روانہ کی۔
 حضرت اسامہ گرج و کامرائی کے ساتھ شام سے واپس لوٹے لیکن عرب
 کو پھر بھی روپیوں اور گدوں و نواح کے علیائوں سے خطرہ رہتا تھا۔ کیونکہ وہ
 بڑے پیمانے پر مسلمانوں کو ختم کرنے کی تیار لوہوں میں مصروف تھے۔

جب شام کی طرف سے خطرہ زیادہ بڑھ گیا تو حضرت ابو بکر صدیق نے
 صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور چار بڑے بڑے سردار مقرر فرمائے۔ ابو علیہ
 بن جراح، زید بن ابی سفیان، رضی اللہ عنہما اور شمر بن جندب مقرر فرمائے۔ پھر
 ہر ایک سردار کو فوجی دستے دے کر جن کی مجموعی تعداد ۶۳ ہزار تھی
 شام کی سرحد کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ وہی حکمران بھی اطلاع پا کر پھر
 فوجیں لے کر نکلے۔ ہرقل رشاہ روم اس وقت مقام حمص میں مقیم
 ہوا تھا۔ اس نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ مسلمانوں کے فوجی دستے علیحدہ
 علیحدہ سرداروں کی رہنمائی میں آئے ہیں۔ آپس میں کوشش کی جائے کہ انہیں اکٹھا
 کا موقع نہ ملے اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک کو شکست دی جائے۔ مسلمانوں
 سپہ سالار جب سرحد شام پر پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج ان کی
 اپنی فوج سے کسی گنا زیادہ سے اور وہ مسلمانوں سے علیحدہ علیحدہ لڑنے کا
 تیار یوں ہیں۔ چنانچہ مسلمان سپہ سالاروں نے باہم مشورہ کر کے حضرت
 ابو بکر صدیق کو مدینہ میں اطلاع دی کہ مزید فوج بھیجی جائے۔ حضرت ابو بکر

نے حضرت خالدؓ کو عراق میں پیغام بھیجا کہ فوراً فوج لے کر یرسوک کے مقام پر اپنے دوسرے بھائی سپہ سالاروں کی مدد کے لیے پہنچ جائیں۔ اور دوسرے جلد تمام پر اطلاع بھیج دی کہ خالدؓ آ رہے ہیں۔ اور یرسوک میں بھیج دیا گیا۔ حضرت خالدؓ نے اطلاع پاتے ہی اپنی جگہ مقرر ہوئے اور فوج کو مقرر کردہ جگہ سے اپنی فوجی دستے کے ساتھ تیزی سے یرسوک کا رخ کیا۔ راستہ بڑا کھٹن تھا لیکن خلیفہ اولؓ کے حکم اور دشمنوں کا سر کھیلنے کے شوق نے حضرت خالدؓ کو پہنچ جلد یرسوک میں پہنچا دیا۔ خالدؓ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ گوجاروں مسلمان سپہ سالار کچھ جمع نہیں۔ مگر ان میں ہر ایک اپنی تدبیر سے لڑنا چاہتا ہے۔ انہوں نے اپنی فوجوں اور دشمنوں کی فوجوں کا جائزہ لیا اور چاروں سپہ سالاروں کو جمع کر کے مندرجہ ذیل تقریر کی :-

”آج کا دن ایک یادگار رہے گا۔ آج کے دن فوجیں شہرہ
مکبر، شرافت اور سرکشی سب کو چھوڑ دو اور اللہ
کی راہ میں جہاد کرو۔ صرف اللہ ہی کی شہادتوں کی
کے لئے لڑو کیونکہ پھر کبھی ایسا نازک لمحہ نہ
نصیب نہ ہوگا۔ آج تمہیں ایک بہت بڑی طاقت
سے نبرد آزما ہونا ہے اور دشمن بڑی عمدہ
ترتیب اور نظام کے ساتھ سامنے کھڑا ہے ہمارے
لئے مناسب نہیں کہ ہم اس طرح منتشر حالت میں
سے لڑیں آج صرف مصلحت کی خاطر وہ
کام کرو۔ جس کا تمہیں حکم نہیں ملا۔“

اسلامی فوج سمجھ گئی کہ خالدؓ کیا چاہتے ہیں۔ سب نے کہا جیسا آپ

مناسب سمجھیں کر لیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ ہم سب سردار
 پارہی پارہی سردار بنیں اور سب سے پہلے مجھے سردار بنا دو۔ سب نے اس
 بات کو متفقہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے فوج کو از سر نو ترتیب دیا۔
 اور ساری فوج کو ۳۸ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ۱۸ حصے قلب و وسط میں الیہ
 کی نگرانی میں تھیں کئے۔ دس حصے میمنہ (دائیں جانب) پر رکھے اور ان کے
 سپہ سالار عمرو بن عاصؓ اور شریک بنہا کے۔ دس حصے ینبیین ابی سفیانؓ
 کی راہنمائی میں سپہ سالار (دائیں جانب) پر رکھے کئے۔ ابو سفیان بن حربؓ
 بہر دستہ کے پاس جا کر فرماتے:-

”اے مسلمانو! تم حامیانِ اسلام ہو اور عربوں کے قابلِ فخر
 مرد۔ ادھر وہ بھی مشرک، لوگ ہیں۔ اور اپنی قوم کے محافظ
 اے اللہ! آج تیرے نام پر لڑا جا رہا ہے اس لیے تو ہی
 مسلمانوں کی مدد فرما۔“

اسی اثنا میں حضرت خالدؓ بھی اسلامی فوج کا چارٹہ لے رہے تھے۔
 کہ ایک فوجی کو دشمن کی فوج سے سہا ہوا پایا حضرت خالدؓ بولے ”مسلمان
 بہت کم ہیں۔ اور وہ بھی بہت زیادہ ہیں گھبراؤ نہیں، کمی یا زیادتی تعداد
 پر منحصر نہیں بلکہ شکست یا فتح پر ہے۔“

اب وہ دونوں فوجیں نہایت ترتیب کے ساتھ جنگ کے لیے تیار
 کھڑی تھیں۔ حضرت خالدؓ کے حکم سے دائیں اور بائیں دستوں نے دشمن پر
 تیر اندازی شروع کی۔ دشمن نے بھی حرکت کی۔ حضرت خالدؓ جلدی سے درمیانی
 حصہ فوج لے کر آگے بڑھے اور دشمن میں جا گھسے۔ گھسان کا رن پڑا۔
 روحی سوار ایک جانب کو بھاگے۔ مسلمانوں نے انہیں بھاگنے کا موقع

دیا اور خود اپنی جگہ پر قائم رہے۔ پھر فرمایا "جنگہ کر کے پیادہ فوجوں پر جا
پڑے۔ روحی پیادہ پیچھے کو بھیجا گئی۔ پشت پر پہاڑ تھا۔ اور ایک طرف صلیب
پر ہو کر) اس لیے وہ بیویوں کی بہت بڑی تعداد دہلی میں مرقی ہو گئی۔ علی
کا بیانی ہے۔ کہ یہاں رہنے والوں کے ایک لاکھ بیس ہزار سیبا ہی دہلی میں ڈوب
کرے اس جنگ میں مسلمان خواتین نے بھی کافی حصہ لیا انہوں نے بھاری بھاری
خواب جو ہر دکھائے اور دشمن کے بہت سے آدمی اپنے ہاتھوں سے قتل کئے
یہ لوگ ہیں مسلمان شہداء کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔

دوران جنگ (یہ لوگ) میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں وفات
پانچ سو حضرت عمرؓ خلیفہ دوم بنے۔ حضرت عمرؓ کے فوراً اہل دارم حضرت
خالدؓ کو بھیج دی اور لاکھ بھیجا کہ اس جنگ کے لیے حضرت خالدؓ کو بھیج حضرت
ابو علیہؓ کے ساتھ سالار مقرر کر دینے کے ہیں۔ حضرت خالدؓ کو سپہ سالار
انہوں نے مصلحت کی خاطر صرف حضرت ابو علیہؓ کو بھیجا کہ جنگ کے
بعد اپنی سپہ سالاری کا اعلان کر دیں تاکہ فوج میں بے دریا نہ پھیل جائے۔

جنگ کے شکر سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ جنگ میں تعداد اتنی
اچھی نہیں رہتی جتنی ایمان اور یقین۔ مسلمانوں کو اپنے اوپر اتنی سناٹا
کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ اس لیے انہیں موت سے ڈرنا نہیں
بلکہ وہ موت کی خواہش (شہادت) دلوں میں رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی مدد
کا یقین ہے کہ ہر ستم و ظلم پر اللہ ہرگز ہنسے نہیں۔ اور اللہ کی مدد
کے قدم چڑھتی تھیں۔ نیز اس جنگ سے نہ لوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے
اور بڑی سے بڑی فوجوں کو شکست دینا ان لوگوں کے لیے آسان لگا

کر کے ہر ایک میں علیحدہ حاکم یا امیر (گورنر) مقرر کر دیا۔ آپ کا فائدہ تھا کہ کسی صوبے کا حاکم مقرر فرماتے وقت اسے اچھی طرح پسند و نصیحت کرنے کہ صرف اقتدار رسول کی پیروی کرنا اور معاملات میں دیانت و امانت داری پر توجہ دینا ہی سزا کے مستحق ہونگے۔ صوبے مندرجہ ذیل تھے :-

- ۱۔ مکہ :- یہاں عتاب بن اسید گورنر تھے۔
- ۲۔ طائف :- عثمان بن ابی العاص یہاں کے حاکم تھے۔
- ۳۔ صنعاء :- اس جگہ حضرت امیر امیر تھے۔
- ۴۔ حضرت موت :- یہاں زیاد بن لہید حاکم مقرر ہوئے۔
- ۵۔ بصرہ :- علاء بن حضری اس جگہ گورنر بنا کر بھیجے گئے۔
- ۶۔ خولان :- یہاں یعلیٰ بن امیہ امیر تھے۔
- ۷۔ زبید :- یہیں کا علاقہ تھا۔ یہاں ابو موسیٰ اشعری حاکم مقرر کئے گئے۔
- ۸۔ بصران :- یہاں جریر بن عبداللہ حاکم تھے۔
- ۹۔ جہلم :- اس جگہ کے امیر عبداللہ بن لؤی تھے۔

ان تمام صوبوں میں امیر (گورنر) کے ذمہ مقلدات کے فیصلے، حدود و سرحدیں رٹھری سزا نہیں) کا جاری کرنا اور اقامت نماز کے کام ہوتے تھے دارالخلافت (مدینہ) میں حضرت ابوبکرؓ نے تقریباً تمام بڑے بڑے شعبوں کے عہدہ دار مقرر کئے تھے مثلاً حضرت عمرؓ کی حیثیت سے کام کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ تمام کی تمام سے بچے افسر مال تھے حضرت عثمانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کاتب تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا وزیر مقرر نہیں فرمایا تھا حضرت عمرؓ صرف بحیثیت مشیر مشورہ رہے والا کام کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منتخب ہو جانے کے تقریباً چھ ماہ بعد تک
تجارت کمزور رہی اور گزرا کر کے رہے لیکن جب حکومت کا کام بہت بڑھ گیا
اور تجارت کمزور نہ رہا اور گزرا کر گیا تو تجارت گھٹتی رہی اور گھر کے خرچ کے لئے ایک
مہسولی رقم بیت المال سے لیا کرتے تھے جس سے صرف گزارہ ہو سکے
پھر مہسولی رقم بھی آپ پر گزرا گزرتی تھی۔ اور شاید یہ خیال فرماتے ہوئے کہ اس
رقم کے عوض میں امت کے لئے پوری خدمت نہیں کر سکا انہوں نے دعوات
کے قریب و صیبت کر دی۔ کہ میرے بعد میری فریاد زمین فروخت کر کے
جو رقم میں نے بیت المال سے لی ہے واپس دے دی جائے۔

مالی نظام | حضرت صلح کے بعد میں جو رقم وصول ہوئی اسی وقت خرچ
کر دی جاتی۔ اس میں سے سامان جنگ خرید جاتا اور باقی رقم
لوگوں میں تقسیم ہو جاتی یہی طریقہ حضرت ابو بکر کے عہد میں رہا اور مالی انتظام
باقاعدہ رقم خرچ کر کے آہستہ آہستہ خرچ کرنے کا نہ تھا۔ صرف خلافت کے
آخری حصے میں ایک بیت المال تعمیر کر دیا تھا لیکن اس میں بھی کوئی بجا ہی رقم
جمع ہوئے کا موقع نہ آیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں مقام سنخ کے
بیت المال کا جب جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ شروع سے اب تک وہاں
تقریباً دو لاکھ و تین سو خرچ ہوئے تھے لیکن ساتھ ساتھ خرچ کر دینے جاتے
تھے۔ اس لئے بیت المال سے صرف ایک درہم نکلا۔

فوجی نظام | رسول اللہ ﷺ نے عہد میں بھی باضابطہ فوجی نظام نہ تھا۔
ضرورت کے وقت فوج جمع کر لی جاتی تھی بلکہ مسلمان خود
یہی شوق بہادری خاطر اپنا نام پیش کر دیتے تھے۔ کم و بیش یہی حال حضرت
ابو بکر کے عہد میں تھا۔ صرف اتنا اضافہ ضرور ہوا کہ حضرت ابو بکر

فوج کی روانگی کے وقت مختلف دشمنوں کے مختلف امپیرس مقدر کر دینے تھے۔ اور
 ان سب پر ایک کمانڈر انچیف (امپیرال انچیف) بنا دیتے۔ حضرت خاتم النبیین ﷺ
 کی تمام فوجوں کے کمانڈر انچیف تھے اور انہوں نے فوج میں مزید اصلاح پر کی
 کہ جنگ کے وقت فوجوں کی صف بندی نہایت عمدہ ترتیب اور نظام کے
 ساتھ کر دیتے اور انہیں اپنے اپنے وقت پر حملہ آور ہونے کا حکم دے
 دیتے اس سے فوج خونریز لڑائی کی حالت میں بھی نہایت قدیم رہتی اور ابتر
 کو حتی الامکان ختم کر دیا۔

آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فوج کی اخلاقی تربیت پر خاص خیال رکھتے
 تھے کہ لڑائی تو ایک ناگزیر صحت ہوتی تھی۔ ورنہ اس نظام اخلاق اور حسن سلوک
 کے ور بے پھیلا دینا۔ حضرت ابو بکر صدیق بھی فوج کی اخلاقی تربیت
 سے کبھی غفلت نہ برتتے۔ جب کوئی فوجی دستہ کہیں اور آ کر پہنچتا
 تو حضرت ابو بکر ایک فاصلے تک ساتھ پیہل جاتے اور فوج کو سپاہ
 نصیحت قرآن سے کہتا کہ اللہ کی عبادت کرو اور لوگوں کو ان کی اپنی حالت پر
 چھوڑ دینا۔ نیچے اور لوگوں کو قتل نہ کرنا۔ پھر بار بار دشمنوں کو
 نہ کاٹنا، نہ بیلانا، آباری کو ویران نہ کرنا۔ کھانے کی مٹھیوں کے سوا اور کوئی
 کو بیکار و ترک نہ کرنا اور مال غنیمت میں شریک نہ کرنا۔

لہذا ان جنگوں میں اس قسم کے ایک جیسے فراتم کیا جاتا تھا جو مختلف
 ذرائع سے وصول ہوتی تھی۔ مالی غنیمت کو لے کر لوگوں پر شکر کرنے کے
 بعد جو رقم بچ جاتی اسے بھی فوج پر مندرج کیا جاتا۔ فوجی کھانوں اور اوتاروں
 کے لئے مخصوص چارہ دینے پانی گئی تھیں۔ منہ نام لقمین ہیں اس تربیت کی
 سب سے بڑی پوری پوری تھی۔

فوجی مہکڑوں اور چھپاؤٹیوں کا معاوضہ خود حضرت ابو بکرؓ کیا کرتے تھے کسی قسم کی خرابی نظر آتی تو اسے درست کر دیتے۔ اخلاق اور اسلامی رواداری کی نصیحت فرماتے، نظم و ضبط کا سبق دیتے اور فوج کے حوصلے بلند رکھنے کی خاطر بڑے بڑے قصح لوگوں کو فوجی دستوں میں گھوم کر انہیں پائی خوشی لانے پر مقرر کرتے۔ عام طور پر ہر لڑائی سے پہلے سورہ انفال پڑھ کر سنائی جاتی تاکہ لوگ لڑائی کے مقصد اور مالِ غنیمت کے مصارف و خرچ کرنے کی جگہیں، کو خوب سمجھ لیں اور مالِ خرد برد نہ کریں۔

حکام کی وجہ جہاں | حضرت ابو بکرؓ کو بڑے حلیم طبیع اور نرم دل انسان تھے لیکن ملک کے نظم و نسق اور مذہبی معاملات میں بڑے

سخت اور اولوالعزم تھے۔ حکام کی غلطی کو درگزر کرنے کی بجائے انہیں انہی کہ تمہارا خالق سب سے اعمدہ ہونا چاہئے حضرت خالدؓ نے منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے سلسلے میں مالک بن نویرہ کو اس وقت قتل کیا تھا جب کہ اس نے اذان سے وہی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ سخت ناراض ہوئے خالدؓ کو ڈانٹا اور خود مالک بن نویرہ کا خون بہا اور اکہر دیا۔

لوہر پیر و سردار | پولیس و میجر کا باقاعدہ انتظام نہ تھا بہر کیف جہاں سے کسی بد عنوانی اور جرم کی خبر ملتی فوراً دربارِ خلافت سے آتی بیج دیئے جاتے۔ کوشش کی جاتی کہ لوگوں کو نصیحت اور اخلاق کے لیے ذریعے پرکاری سے روکا جائے لیکن اگر کوئی کھلم کھلا بدکاری کرتا یا اپنے جرم کا خود اعلانِ اعتراف کرے سزا کا طلب گار ہوتا تو اسے ضرور سزا دی جاتی بعض جرموں کی سزا جو آنحضرتؐ صلعم کے عہد میں جرم کی نوعیت کے مطابق ملے ہوتی تھی خلیفہ اول نے مخصوص کر دی۔ مثلاً شراب

پہلے دیکھو کہ چالیس دنوں کی سزا لانا کتنی بڑھتی۔ اگر کسی سے کوئی ایسا
 جو ہم سرور ہوتا جس کی قرآن و حدیث میں سزا نہ ملتی تو صحابہ کرام سے مشورہ
 کیا جاتا اور متفقہ طور پر سزا بنا کر کی جاتی۔ یہ سزوں اور دوا کوئی کوئی سزا
 سزا میں دی جاتی۔ اگر کسی ضروریہ کا حاکم کسی کو قتل یا زیادہ سزا سے دینا تو سزا
 ایسا کہ اس حاکم کو قصیدہ کہنے کو تہرا دی دیا ہوگی سزا میں قتل کی سزا
 فلاں کی۔ بہر حال آئندہ سوچو سمجھو سے کام لینا دیرینہ تم بھی سزا کے مستحق ہو سکتے

حکمرانی

عہدہ سرسبقتی ہیں انہی مسائل کی تحقیق اور حل جو اب
 کے سلسلے میں سزا دینا ہو چکی تو ان سے کیا ہو گا۔ اس کے بارے میں
 صحابہ کرام، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ

بن عوف، حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زیدؓ
 ثابت کیا دین کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اور یہی حضرات فقہ کے کسی
 مسئلے کا مذہبی حکم (فیہ) کے مجاز تھے۔

دین کا پابانہ حفاظت

تھی (اسلامی حکومت میں غیر مسلم لوگوں
 لوگوں کی پور کی پوری حفاظت ہوتی تھی۔ ان

کے مذہب، ممانعتی، شہری اور تمام دوسرے حلقوں یا ان کے لیے تھے جیسے
 مسلمانوں کے اپنے انہیں اجازت تھی کہ پور کی آزادی کے ساتھ اپنے مذہب
 فریضے ادا کریں اور نہ ہمارے ساتھ۔ غیر مسلم رہا یا ان کی اس حفاظت کے
 ان سے ایک شخص لیا جاتا تھا۔ جسے جو یہ کہتے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں
 بہت کم رہتے تھے۔ تاکہ اس سے ادا کر سکیں اور جو غیر
 مسلم جو یہ ادا نہ کر سکتے تھے۔ انہیں معاف کر دیا جاتا۔ یہ تاجیہ
 جو یہ تھے۔ تو اس وقت یہاں جو یہ تھے۔ جو یہ تھے۔ جو یہ تھے۔

ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ تھے بلکہ بعض نادار اور مفلس زمینوں کی مال مدد بھی کی جاتی تھی

خدمتِ دین

مجمع قرآن | فقہ ارباب کو دبانے کے سلسلے میں جنگِ یمامہ بھی ہوئی جس میں بڑے بڑے صحابہ کذاب کی حمایت میں مسلمانوں کے ساتھ بڑی ثابت قدمی سے لڑے۔ اس خونریز جنگ میں مسلمانوں کے شہداء میں بہت سے حفاظ قرآن بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے سوچا کہ فتنہ و فساد ہر طرف پھیلنا ہوا ہے ہر روز جنگ جاری رہتی ہے۔ اور اگر اسی طرح حفاظ قرآن شہید ہو گئے رہے۔ تو ایسا نہ ہو کہ قرآن کا کوئی حصہ ضائع ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ یہ معاملہ ہے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ قرآن کے مختلف حصوں کو اکٹھا کیا جائے اور اسے محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مائل کے ساتھ جواب دیا۔ کہ جو کام خود رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کر لوں۔ حضرت عمرؓ برابر اصرار کرتے رہے اور آخر حضرت ابوبکرؓ بات کی اہمیت پا گئے اور حضرت زیدؓ کی ثابت کو حکم دیا کہ قرآن مجید کو جمع کیا جائے۔ اس طرح مختلف حصوں کو جمع کر کے قرآن کو کتاب کی شکل میں لکھوا دیا۔ یہ نسخہ قرآن حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ پھر ان کے بعد ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ راقم المسودہؓ کی حفاظت میں رہا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں بڑے اہتمام سے اور نقلیں تیار کروا کر بیرونی عرب اسلامی ممالک میں بھجوائیں۔

خدمتِ حدیث | جمع قرآن کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ نے حدیث رسول اللہ ﷺ کے اقوال یا خبر کی بھی عمدہ خدمت کی۔ آپ

لوگوں کو نصیحت فرماتے کہ حدیث بیان کرنے سے پہلے اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا
 کرو تاکہ اختلاف کی صورت میں جھگڑا نہ پیدا ہو۔ چنانچہ ایسے معاملات میں یہاں قرآن
 اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ (پہلے فیصلہ کے لئے کرنی چاہیے نہیں) ملتی تھی۔
 حضرت ابو بکرؓ نے اعلان کیا کہ وہ اپنے کسی شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فلاں فلاں
 معاملے میں کوئی بات یا فیصلہ نہ سنا ہو وہ آکر روایت کرے۔ پھر آپ ایسی روایت
 کی باقاعدہ تصدیق کر لیتے اور تب اس معاملے کا فیصلہ فرماتے۔

اشاعتِ قرآن

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شروع سے ہی اشاعتِ قرآن میں پیش
 پیش رہے۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو فوراً اچھا
 اسلام شروع کر دی۔ چنانچہ آپ ہی کی وجہ سے آپ کے کئی دوست و احباب
 اسلام لائے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ
 حضرت ابوبکر بن کعبؓ، حضرت ارقم بن حویرؓ اور ایسے ہی دوسرے صحابہ
 حضرت ابو بکرؓ کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔

پھر اپنے ہماریس حضرت ابو بکرؓ نے کئی کئی اور لوگوں سے اشاعتِ قرآن
 کیا وہ چھپا ہوا نہیں ہے۔ یہ اشاعتِ قرآن کا ہی عذر تھا جس نے اس کے لئے
 اذدادہ کوشش اور شوق و عمل کو جنم دیا۔ اور ہر شے میں آپ کو جزم ہوتا
 کہ سب سے پہلے تبلیغِ قرآن کی جائے اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی
 کوشش کی جائے اگر وہ باز نہ آئیں۔ تو جنگ کی جائے۔ چنانچہ کئی بار
 بھی کئی جگہوں پر پھیرا اسلام ہوا۔ مثلاً بنی حارثہ کی بیوی کو شمشوں کا بیٹہ تھا
 کہ بیٹی وائل اور مرد و نوارج کے بہت سے بہت پرست اور بیسالی لوگ
 مسلمان ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی بیٹی سگرہ میوں کی وجہ سے عراق اور شام
 کے کئی علاقے حاکمِ اسلام ہوئے۔ مختلف جگہوں پر حضرت ابو بکرؓ کی

تبلیغی کوششوں کا ہی نتیجہ تھا، کہ ان کے عہد حکومت میں چھبے نماز
عرب میں اسلام کا دور دورہ ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔
عادات و خصال بھی دونوں کے ملتے جلتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ
کو ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے حتیٰ کہ ہجرت مدینہ کے وقت صرف آپ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
رفیق تھے۔ اور غار ثور میں بھی صرف آپ ہی ساتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہم
امور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے بلکہ بعض اوقات ساری ساری رات
مشوروں میں گزر جاتی یعنی دوسرے تمام صحابہؓ سے زیادہ رازدان حضرت ابو بکر
صدیق ہی تھے۔ اور یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ
اعتماد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ ایک دفعہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے لگے کہ یا رسول اللہ آپ کو مردوں میں سب سے زیادہ
عزیز کون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر رضی اللہ عنہ" وفات کے قریب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر رضی اللہ عنہ" صحبت اور مال کی وجہ سے میرا سب سے بڑا
محسن ہے" یہ بھی فرمایا کہ "میں نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ دنیا میں دیا ہے
صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات مجھ پر باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ انہیں
قیامت میں دے دے گا" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا فیصلہ حاصل ہوا بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و سلم نے آپ کے چھبے نماز ادا کی۔

علمیت اور فقہانیت کے اعتبار سے بھی حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہؓ پر
 افضل تھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں: "ابو بکرؓ ہم سب سے زیادہ
 عالم تھے۔" آپ امیر المؤمنین اور راز حقیقت سے اس قدر واقف تھے
 کہ رسول اللہ ص کے تمام ایسے نکات و رموز کو فوراً سمجھ لیتے تھے جو دوسرے
 صحابہؓ چاہیے سمجھ پاتے۔ انھوں نے اپنی وفات کے قریب نبیہؓ کہا کہ ایک بندہ
 کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ خواہ دنیا پسند کرے یا جو چاہے خدا کے پاس
 ہے۔ اسے قبول کرے۔ صحابہؓ آل بات سمجھ نہ سکے اور یہ خیال کرنے لگے کہ
 رسول اللہ ص شاید کسی شخص کے متعلق بیان فرما رہے ہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ
 فوراً بات پا گئے کہ رسول اللہ ص خود اپنے منہ بیان فرما رہے ہیں۔ اور یہ قریب وفات
 کا اشارہ ہے چنانچہ آپ رو پڑے۔

یہ بات کہ حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہؓ میں علم و فضل سے اعتبار سے
 خود صحابہؓ کرام معترف ہیں۔ چونکہ آپ کا قریب ہمارا وقت انھوں سے ساکت
 گذرنا اس لئے آپ کا نام اس زمانہ میں منع ذکر (کلام اللہ کی تفسیر خوب اچھی
 طرح سمجھنے والے۔ اس کے بلا کر اگر کسی آیت کی تفسیر میں وقت ہوئی
 تو انھوں نے اس سے بچ کر لیا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ نے انھوں سے
 سورہ تساء در کوٹا کی آیت کی تفسیر کیا تو انھوں نے کہا: "اللہ اعلم
 من یحکم سورہ یحزیک (یعنی تمہاری تمناؤں سے کام لیا ہے اور انھوں نے
 ان کی تمناؤں سے جو کرنی ہے ان کے لئے اس کے دن میں ان کو جانے گا۔)
 ان کی تفسیر سے سلسلے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ ان آیت کے لئے کیا حجازہ بنا ہے۔
 کیا نہیں ہے؟ اس کے کام کا بدلہ ملے گا۔ انھوں نے فرمایا: "ابو بکرؓ! خود
 تمہاری منشا سے کیا تم یہاں آئے ہو؟ کیا میں سچ و صدم میں ہوں؟"

کیا تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی؟ سب بڑاچوں ہی کا بدلہ ہے۔
 فنِ حدیث کی ضرورت تھی سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے ہی محسوس کی
 اور آپ ہی اس علم کے موجد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر حسب تقیض بنی ساعدہ
 میں چھوٹا بچہ ہوا کہ خلیفہ الصغیر میں سے ہو یا مہاجرین میں سے، تو اس وقت آپ نے
 فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ اللائمات من القریش (لائم قریش میں
 سے ہوں گے) چنانچہ وہ لوگ خاموش ہو گئے پھر مختصر حدیث کے دن کرتے
 کا سوال ہوا کہ کہاں کیا جائے۔ یہاں بھی حضرت ابو بکرؓ نے فیصلہ کیا اور
 فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء و حسن جبکہ فوت ہوں وہی ان
 کے دن کرتے کی جگہ ہے۔ علم حدیث کے اصول میں بھی آپ ہی نے سہری
 فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اصول روایت (نقل) کسی سے کچھ لینا، میں اس
 چیز کو ضرور دیکھنا چاہئے کہ روایت کرنے والی ثقة (قابل اعتماد،
 پابدار) اور مؤمن (امانت دار) ہو اور ہر حکم کے عیب سے پاک ہو۔
 چنانچہ جمع قرآن کے کام پر حسب آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو مقرر کیا
 تو آپ نے فرمایا "بے شک تم عقلمند ہو جو ان ہو اور بھولوں سے پاک ہو۔"
 سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روایت کا عقلمند ہونا بھی ضروری ہے پھر اصول
 روایت (نقل) و امانی کے سلسلے میں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ حدیث
 روایت کرنے وقت یا سنت وقت واقعہ کی نوعیت بھی دیکھنی چاہئے اور
 اس کے مطابق شہادت کا اعتبار ہونا چاہئے۔ چنانچہ جمع قرآن کے وقت
 ہر آیت پر دو شخصوں کی شہادت لازمی قرار دی گئی۔
اصول فقہ کی بنیاد بھی حضرت ابو بکرؓ نے ہی ڈالی۔ انہوں نے استنباط
 ریاوں سے پائندگان کے مختلف طریقے جو رائج تھے وہ آج تک مسلم ہیں۔

آپ کسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے سب سے پہلے قرآن مجید کو دیکھیں۔ اگر وہاں
 سے صاف حکم مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ سنانا ہے ورنہ سنت کی طرف
 رجوع کرنے اور اگر سنت سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر آپ صحابہؓ اور
 دوسرے لوگوں سے مشورہ کر کے خود سوچیں اور فیصلہ کریں۔ چنانچہ
 رسول اللہ ص کی وفات پر آپ نے قرآن کی آیت سے لوگوں کو پتہ چرایا کہ
 حج ایک رسول ہیں جسے حج پر رسول ہو گا۔ رسول ہو گا۔ پھر لوگوں کو پتہ چل گیا
 ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگ ہیں۔ انہوں نے اللہ ص کی وفات سے
 بعد حسیب میراث شدہ کہ ان کا نام لہر حضرت خاتم النبیین ﷺ کے درمیان
 ناراضی کا سبب بنا اور حضرت ابو بکر نے پہلے حریص بن کر ان کے
 ذریعہ کر کے کہ ہمارے مال میں ذرا حصہ جاری نہیں ہو گا۔ ہم جو پتہ دیا ہے
 صدقہ ہو گا۔ پھر آپ نے کہا میں خدا کی قسم وہی رسول کا پتہ آگیا کہ
 کسی کے لئے فقیر یعنی ان کے عمل منوانا ہے۔ پھر ان کے لئے فقیر ہوا
 کہ حضرت ابو بکر نے حریص پر عمل کر کے فقیر بن گیا۔ ان کے لئے
 مسائل کو حل کرنے سے پہلے قرآن مجید دیکھیں۔ لیکن پھر اگر ایسا بھی نہ ہو
 وہ بھی اللہ سے ڈرتے رہتے۔

تقریباً اور خطبہ میں آپ کی پابندی اور فقہ احمدی مابقی ہوں پھر آپ کی
 تقریباً بلایا اور حضرت محمد کے اور حضرت سید کی روایت ہوتی تھی۔ اور انہوں نے
 اور حضرت محمد کے وہ آیت ہے کہ اللہ کے لئے اللہ کے لئے اللہ کے لئے اللہ کے لئے
 اور فقہ احمدی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے یہ سب بھی کو ان کے لئے اللہ کے لئے اللہ کے لئے
 تو لوگ جو پتہ دیا ہے کہ آپ کے استاد ان پتہ پر قائم کریں۔ فقہ احمدی
 دوران میں اگر آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خاص بات یاد آ

Marfat.com

جاتی تو رو پڑتے اور تقریر کرنے سے رک جاتے۔

اخلاق و عادات

حضرت ابو بکرؓ کے اخلاق و عادات آنحضرتؐ سے ملتے جلتے تھے۔ اسی لئے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو بچپن سے لے کر وفات تک سب صحابہؓ سے زیادہ چاہا اور ان کو اپنا محرم راز بنا لیا رکھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں کچھ بھگدو و اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ اور اسی وجہ سے سب لوگ آپؐ کی عزت کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی مسلسل صحبت اور رازداری نے آپؐ کے اخلاق و عادات کو اور زیادہ چمکا دیا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ اپنی زندگی و عہد سے بھی دوسرے صحابہؓ میں بلند مرتبہ اختیار کرتے تھے۔ اسلام لانے سے پہلے آپؐ اپنے خوشحال لوگوں میں سے تھے۔ قبول اسلام کے بعد چالیس ہزار درہم انہوں نے لاکھ مسلمانوں میں خرچ کر دیئے۔ بلکہ ایک دفعہ رسول اللہؐ کے حکم پر کہ جو کچھ کسی شہمان کے پاس موجود ہے اور مسلمانوں میں خرچ کر دے، آپؐ نے جو کچھ گھر میں موجود تھا لے آئے اور جب آنحضرتؐ نے پوچھا کہ وہ اسے ابو بکرؓ کو کیا چھوڑ آئے ہو، تو جواب دیا کہ وہ کچھ نہیں، تمہیں حضرت علیؓ کے پاس دیکھ کر فرمایا کہ کچھ اپنے گھر کے لئے چھوڑ آئے، آپؐ نے کہا ہمارے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہیں۔

دریقات، خیرات اور ہر قسم کی امداد میں دوسرے صحابہؓ میں پیش پیش رہتے۔ حضرت عمرؓ نے کئی بار کوشش کی کہ وہ خیرات و صدقات میں

آپ سے بڑھیں لیکن وہ کچھ بھی کہہ کر نہ حضرت ابو بکرؓ ان سے بڑھ کر کہہ سکتے۔
 آپ اپنے نفس کو بھول کر لوگوں کی خدمت کرتے اور اسے باعزت سعادت
 سمجھتے۔ مدینہ میں ایک عورت ناپہنچا تھی۔ آپ پر وہ مزاح اس کے پاس جاسے
 اور اس کے ضروری کام کہہ آئے۔

تواضع لوگوں کی خدمت کرنے میں ذرا بھر غار محسوس نہیں کرتے تھے
 اور بڑھ بڑھ کر ایسے کاموں میں جھکتے تھے۔ مثلاً وہ لوگوں کی کپڑوں
 کا دھو دھو دینے۔ چنانچہ جب آپ خلیفہ بنے تو محمدؐ کی ایک ام کو لے کر کہا
 اب ہمارے کپڑے کون دھوے گا؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اور خدا کی قسم میں
 ہی دھو کر دوں گا۔ امید ہے خلافتِ خلافتِ خلق میں کہ کاوش نہیں ہونے کی۔
 لوگوں کی خدمت کرنے سے بعد آپ ان سے یہ پوچھنا کہ کہتے کہ وہ ان کی
 تعریف کریں۔ اور جب کوئی آپ کی تعظیم کو تا یا تعریف کرتا آپ فرماتے کہ
 مجھے آپ لوگ کیوں اتنا بڑا سمجھ رہے ہیں؟ میں تو ایک معمولی انسان ہوں
 اور اپنے آپ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ بکبر اور ضرور نام کو نہ کہتا
 جب کہ وہ فوجی مہتمم روانہ ہوتے تو آپ بلاتے کہ وہ تکب اس کے ساتھ
 پاپا وہ چلتے حالانکہ وہ سب سے لوگ سوار ہوتے تھے۔

مہمان نوازی مہمان نوازی کا وہ سب سے پہلی آپ میں نمایاں تھا۔ مہمان کو
 خدمت اور تواضع میں اگر کچھ ذرا دل سے کر لیں تو
 جاتی تو آپ تھا ہوتے۔ ایک دفعہ گھر میں تنہا مہمان آئے۔ آپ نے اپنے بیٹے
 عبدالرحمنؓ کو بلا بیت کی کہ میں ذرا رسول اللہؐ کے پاس جا رہا ہوں اس
 لئے مہمانوں کی خدمت مہمان کے پیرو کہتے جاتا ہوں جب کھانا تیار ہوگا تو
 مہمانوں کو لے کر آنا کہ جب تک حضرت ابو بکرؓ نہ آئیں گے ہم اکیلے کھانا نہیں

کھاٹیں گے چنانچہ انہوں نے ہوتا ہوا۔ کافی دیر بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما واپس
لوٹے اور دیکھا کہ مہمان ابھی تک کھڑے ہیں۔ آپ عبد الرحمن بن ہشام
موسے اور اسے ڈانٹا۔ لیکن مہمانوں نے بات نہ اٹھی کہ وہی تپ اپنا فاموش
ہوئے اور سب نے بلکہ کھانا کھایا۔

گھر کو زندگی اس گھر سے نہایت محبت اور شفقت سے پیش آئے لیکن
اس کے چاروں گھر کے تمام افراد آپ سے ڈرتے کہ کوئی
عاطفی نہ ہو جائے۔ آپ کا رعب و جلال اس قدر تھا کہ حضرت عائشہ نے جب یہ
سنا کہ واقعہ اذک کا علم آپ کو ہو چکا ہے۔ تو بارے خوف کے گھر میں۔ اس
کے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے
اور انہیں دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اپنی سب سے زیادہ عزیز
چیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے آنحضرت کو دے دی اور آنحضرت
مصلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عائشہ سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔
گھر و پاس آنحضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس
موتے قسم کے کپڑوں کا ہوتا تھا۔ لیکن صفائی بہر حال پیش نظر
رہتی گھر میں نہ پتے سہنے کا سامان بالکل معمولی اور صرف ضرورت کی اشیاء
مشتعل تھا۔ بلکہ بعض اوقات تو خود اشیاء ضروریات کی چیزیں دوسرے محتاج اور
ناور کو کھلا کر دے دیتے اور اپنی اختلافت میں تو اور بھی زیادہ سادہ زندگی
کرتے تھے۔ کلام کی زیادتی کی وجہ سے معاش کا سلسلہ جاری رکھنا و تیار ہونا
گیا تو بیت المال سے ضرورت کے مطالبات رقم لیا کرتے۔ لیکن یہ معمولی رقم
بھی طبیعت پر لوجھ کا باعث بنتی چنانچہ وفات کے قریب وصیت کر دی کہ
میرے مال نہ میں فروخت کر کے وہ تمام رقم بیت المال کو واپس کر دی

جہانے جو آپ تک ہیں لے چکا ہوں۔

شجاعت

شجاعت اور روانگی آپ کا ایک اعلیٰ و عفت تھا۔ بڑے شجاعت سے بڑے خطرے کو بھی اسلامیہ کی خاطر گوارا کیا۔ چاہے آنحضرتؐ کو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا۔ تو اس وقت صرف حضرت ابو بکرؓ ہی آپ کے ہمراہ تھے۔ حالانکہ خطرہ بہت زیادہ تھا۔ رسول اللہ ص کی شجاعتی کے انعام کا اعلا ان ہو چکا تھا۔ اور کفار کہ آپ کی تلاش میں ہرگز نہ ہونے تھے۔ اکثر غزوات میں آپ رسول اللہ ص کی حفاظت کے ذمہ دار ہونے تھے۔ عہد خلیفہ میں آپ کی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے ہی نقشہ ارتداد ختم ہوا اور مانعین زکوٰۃ کی مخالفت جہاد کے اس نقشہ کو سرکھل دیا اور جو اس بات کے کہ دوسرے تمام صحابہ حضرت ابو بکرؓ کو مانعین زکوٰۃ کے خلاف لڑنے سے منع کرتے تھے۔

رحیم و جلال

حضرت ابو بکرؓ کو بہت زیادہ نرم دل تھے لیکن معاملات کو درست رکھنے اور دنیا کا مولیٰ کا پورا پورا انتہام لکھتے ہیں آپ بڑے سخت تھے۔ اس سلسلے میں آپ کا رحیم و جلال مشہور تھا۔ آپ غنیمت اک ہو کر غلام کاموں اور خلاف تکریمت بالوں کو رکھتے تھے آپ کو ایسی باتوں پر غصہ آتا تو لوگ شہم جاتے۔ آپ کے ہوا پر ابھی عبد الرحمن بن حبیب پر دیکھئے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کسی وجہ سے اسے ان پر ناراضی ہوا تو وہ ان کے سامنے نہ آئے اور حبیب تک حضرت ابو بکرؓ کا غم نہ لڑ جاتا آپ علیؓ کے ساتھ، واقعہ ایک میں حبیب حضرت عائشہ کو پہلو سے ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کو وہی واقعہ کا تاہم ہو گیا ہے۔ تو آپ دار سے ڈر کر بے ہوش ہو کر گریے پائیں۔

وفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ | حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت سوا
دو سال تھا۔ وفات سے چند روز

پہلے آپ کو بخارا آیا اور وفات تک شدت مرض میں مبتلا رہے آخری
روز میں حضرت عمرؓ کو صحابہ کے مشورہ سے خلیفہ دوام نامزد کیا۔
اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو وصیت کی کہ فلاں زمین جو اسے دے دی گئی
ہوئی ہے، ہونے کے نو بیچ کر دو رقم واپس بیت المال میں دے دی جائے
جو آپ تک خلافت کے کاموں کی زیادتی کی وجہ سے مجبوراً بیت المال سے
لیا کرتے تھے۔ آخر ۱۱ سال کی عمر میں ۱۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری
دو تشرین (پیر) مالک حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

سوالیات

- ۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے ابتدائی مراحل کا دور بتائیں
کہ انہوں نے ان مشکلات پر کیسے قابو پایا؟
- ۲۔ قبضہ ارتداد کیسے رونما ہوا اور اس کو کیسے دور کیا گیا؟
- ۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خدمتِ دین کے لئے کیا کچھ کیا؟
- ۴۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عادات و خصائل بیان کرو۔

حضرت شاکر

حضرت عمر فاروق

۱۲۷ - ۱۲۸ھ

نام و نسب آپ کا نام عمر فاروق تھا اور فاروق لقب ہے۔ کنیت ابوبکر صخری تھی جو بہت نام مشہور تھی۔ آپ کے والد کا نام خنیس بن حذافہ اور والدہ کا خنیسہ تھا۔ آپ خاندان قریش کے بنی عدی میں سے تھے، اور انھیں پشت میں سلسلہ نسب انصاری سے جاملتا تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے: تمیم بن الخطاب بن ابی بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قریظہ بن رباح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔ آپ کی پیدائش انصاریتھ۔

قبل از اسلام زندگی آپ بچپن میں ہی یتیم بنے، چار سال کی عمر میں آپ کو کھانا پینے کا سامنا کرنا پڑا۔ چار سال کی عمر میں آپ کو چھوڑ دیا گیا۔

شہسوار اور دوسرے جنگی کمالات میں نام پیدا کیا۔ آپ نے خطا بہت ہی جلدی ہمارے حاصل کی۔ ذریعہ ہمتی تجارت سے تھے۔ دور دور تھا کہ میں سفر کرتے تجارتی اور لین دین کے معاملات میں بڑی فہم و قرار سے کام لیتے۔ چنانچہ معاملہ بھی کی وجہ سے بہت سے لوگ تھے۔ اور جب کوئی اس سلسلے میں تھاکے میں اتنا زور دیتا تو قریشی آپ کو ہی

تعمیر کے وقت سے

قبل از اسلام آپ کی عمر ستائیس برس کی تھی جب انصاریتھ

نے نبوت کا اعلان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نئی چیز پر ایمان لانے
 کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ اس کے دشمن بن گئے اور جو کوئی اہل مکہ میں سے
 مسلمان ہوتا اسے سخت برا بھلا کہتے۔ بعض کو اتنا مارا کہ بے ہوش کر دیتے
 ایک دن آپ نے ارادہ کیا کہ (نحوہ باللہ) آنحضرتؐ کو ہی قتل کر دیا جائے
 تاکہ یہ نیا سلسلہ جو قائم ہو رہا ہے اسے اس کا سر سے خاتمہ ہی ہو جائے
 چنانچہ آپ تلوار سے گھر سے نکلے۔ آنحضرتؐ اس وقت حضرت ارقم
 مخزومی کے مکان میں تھے۔ جہاں وہ اکثر مسلمانوں کو درس قرآن دیا کرتے
 تھے۔ راستے میں حضرت عمرؓ کو ایک شخص نعیم بن عبد المطلب گئے۔ انہوں نے
 پوچھا: کیا بات ہے آج اتنے غصہ میں کہ ہر کا ارادہ ہے، حضرت عمرؓ
 نے جواب دیا: آج میں محمدؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ تاکہ اسلام کا بالکل
 خاتمہ ہو جائے۔ نعیم بن عبد اللہ کہنے لگے میں اپنے گھر کو تو سنبھال لو،
 تمہارا ہی بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ اور زیادہ بڑھ
 ہوئے اور بہن کے گھر چلے۔ اتفاق سے بہن تلاوت قرآن میں مصروف تھی
 حضرت عمرؓ نے قرآن کے الفاظ سن لئے لیکن ان کی بہن نے انہیں دیکھ کر
 قرآن کے اوراق چھپائے۔ آپ نے بہن سے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔
 جو پتہ ہوئی، یعنی اپنے آبائی دین سے پھر گئی، پھر آپ بہن کو مارنے
 لگے یہاں تک کہ ان کا جسم لہو لہان ہو گیا۔ لیکن بہن ثابت قدم رہی اور لولی
 والے عمرؓ میں بلاشبہ مسلمان ہو چکی ہوں اور خواہ کچھ ہو اسلام سے پھر نہیں
 سکتی، بہن کو خون میں رنگی ہوئی دیکھ کر جوش ٹھنڈا ہوا اور لولہ سے بچے
 وہ اوراق دکھاؤ جو تم پرچہ یہی تھی، بہن نے اوراق دے دیے اور وہ
 پڑھنے لگے۔ سورہ حدید لکھی ہوئی تھی۔ ایک ایک آیت پر غور کرنے لگے

ہدایت الہی کا وقت آپ کا تھا۔ ایک ایک لفظ دل پر نقش ہو رہا گیا۔ جب آپ نے یہ آیت پڑھی اذینوا باللہ ورسولہ فی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا کہ لو بے اختیار منہ سے نکلا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اور اٹھے اور حضرت ارقم خنزومی کے گھر پہنچے۔ دروازہ پر دستک دہی اور تلوار اچھی تک لاکھ میں تھی۔ ایک صحابی نے دروازہ کے سوراخ میں پیچے دیکھا اور رسول اللہ ص سے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہما کف کھڑے ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما موجود تھے انہوں نے کہا کہ دروازہ کھول دو اور شکر کہہ انہوں نے اسے دیا۔ اگر وہ نیک ارادہ سے آئے ہیں تو اچھا ہے ورنہ انہی کی تلوار سے انہی کا سر کاٹ دیا جائے گا لیکن رسول اللہ ص خور اٹھے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آنحضرت ص نے عمر رضی اللہ عنہما کا واسطہ لگا کر کہا وہ کہیں عمر رضی اللہ عنہما کس نیت سے آئے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے جسم میں کیا پیچھا رہا ہے اور وہ کھڑا ہی ہوئی اور انہیں لپو لپو سے۔

ردایمیان لانے کے لئے، آنحضرت ص اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس قدر خوش ہوئے کہ سب نے بے اختیار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ اسلام کا پہلا نعرہ تھا۔ اور اتنا بلند تھا کہ گھر و دروازے کی پھاڑیاں گونج اٹھیں۔ یہ سکنہ یعنی ہجرت سے چھ سال پہلے کا واقعہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے منگولوں نے یہ ایک نذرہ سستا بیگانہ پر پانچواں ہنگامہ لگایا اور اُدھر کفار اپنا ایک مہار اور آدھی کھوکھری پریشان کئے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد انیس کے قریب تھی۔ لیکن یہ قبیل اور کفار سے ہر وقت سمجھی رہتی تھی اور مسلمانوں کو چھپ کر تبلیغ اسلام کرتے اور قرآن کا درس دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے ہی

مسلمانوں کا فتنہ بدل گیا حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: "عمرؓ جب

سے مسلمان ہوئے ہم لوگ غالب آئے گئے" حضرت عمرؓ سے پہلے حضرت بھی لوگ

مسلمان ہوئے سب خلیفہ طور پر اسلام لائے کیونکہ حالت یہ تھی کہ اپنے آپ کو

مسلمان کہنا بھی ایک عظیم خطرہ صول لینا تھا۔ گو ہمارے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے

لیکن حضرت عمرؓ اعلیٰ خلیفہ طور پر مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے کفار کو بہت صدمہ پہنچا

ان کو ایسا غم ہوا ہونے لگا جیسے کفر کی بنیادیں ہل گئیں۔ چنانچہ کفار نے جو شش و

خوشی سے حضرت عمرؓ کے گھر پر اڑ آئے۔ شاید اس خیال سے کہ حضرت عمرؓ

کو قتل کر دیں لیکن حضرت عمرؓ کے رشتہ داروں اور غریبوں نے پناہ دی

اور آپ کے ہاتھوں عامر بن وائل سہمی نے کفار کو ڈانٹ دی کہ عمرؓ کو نہیں

پناہ دینا ہوں تم میں سے کسی کی مجال ہے کہ عمرؓ پر ہاتھ اٹھائے۔ چنانچہ

کفار لوٹ گئے۔

حضرت عمرؓ ایک بہادر اور شجاع انسان تھے۔ وہ اسلام لا کر بھی

کفار سے ڈرتے نہیں تھے۔ وہ صرف حالات کا جائزہ لے لے رہے تھے کہ میرے

اسلام لانے سے کفار پکپکارتی ہے۔ ورنہ ڈروالی بات ہوتی تو آپ

اعلیٰ خلیفہ مسلمان نہ ہوتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح چکے چکے مسلمان ہو جاتے

آپ اٹھے اور کفار کے ایک بڑے اجتماع میں اعلان کر دیا کہ عمرؓ مسلمان

ہو چکا ہے آج سے مسلمان اعلیٰ خلیفہ اپنے مذہبی فرائض سرانجام دیں گے

اور خزانہ کعبہ میں نماز ادا کیا کریں گے۔ کسی کو بہت ہوشیور ہو تو آ کر مسلمانوں کو

روک لے۔ چنانچہ آپ مسلمانوں کی قتل تعداد کے ساتھ خزانہ کعبہ پہنچے اور

نماز ادا کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حق و باطل میں اعلیٰ خلیفہ فرق ظاہر ہوا چنانچہ پھر پھر سے

حضرت عمرؓ کو قتل وقتی رہتی و باطل میں بڑا استیاء کرنے والا کالقب عطا فرمایا۔

حضرت عمرؓ کو اسلام لانے چھ سات سال کا عرصہ گزر چکا تھا کہ مسلمانوں کو آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ کو بھی اجازت ملی کہ ہجرت کر جائیں۔ اس زمانہ میں کفار مکہ مسلمانوں پر بہت زیادہ مظالم ڈھارہے تھے۔ حضرت عمرؓ چند ساتھیوں کے ساتھ اعلانِ نیکے، خانہ کعبہ کا طواف کیا، نماز ادا کی اور کفار مکہ سے مخاطب ہو کر کہا: "میں کسی کی ہمت پر ٹھونچنے سے مقابلہ کرنے سے اور اگر اُسے یہ منظور ہو کہ اس کی امان پسند کرے تو وہ مکہ سے باہر اس وادی میں آئے اور مجھ کو ہجرت سے روکنے کے لیے کسی کافر کو ہمت نہ ہونی کہ مقابلہ کے لیے نکلتا۔ آپ بڑی شان و شوکت سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو صورتی مدت بھی آنحضرتؐ بھی حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ ہجرت فرما کر مدینہ پہنچ گئے۔

ہجرت سے پہلے مسلمان بظہیر اذان کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ ہوا کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد یہاں بھی نماز کا پہلا طریقہ ہی قائم رہا۔ لوگ نماز کے وقت مسجد میں آجاتے اور نماز ادا ہو جاتی لیکن اس طریقہ میں وقت ٹھہری۔ آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے بروقت بلایا جائے۔ سب صحابہؓ نے مشورہ کیا کہ نماز کے لئے کہا کہ ہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ٹانگوں (مشاکبہ) بجا یا جلسے۔ بعض نے رائے دی کہ آگ جلا کر خبر کر دی جائے۔ ان مشورہ سے مشورہ سے ایک شخص کو متذکر کیا جائے کہ مسجد میں گھبرائے ہو کر بلند آواز سے لوگوں کو پکارے۔ آنحضرتؐ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اذان کے الفاظ مقرر کر کے حضرت بلالؓ کے ذمہ یہ کام کیا کہ وہ باقاعدہ ہر نماز کے وقت

اذا ان دیا کریں چنانچہ یوں حضرت عمرؓ کے مشورے سے ایک ایسی چیز (اڈا) کی ابتدا ہوئی جو قیامت تک توحید اور رسالت کو بلند رکھے گی۔

عمرؓ رسالت میں تمام عہد و ات میں شریک تھے۔ عہد و ات کے علاوہ دوسری کئی جنگوں (سرایا) میں بھی آپؓ نے حصہ لیا اور فتح و کامرانی سے لوٹے۔ عہد و ات میں آپؓ کو مفید مشورے دینے عام حالات میں بھی حضرت عمرؓ کے مشورے حضرتؓ کو پسند فرماتے۔ بعض دفعہ تو حضرت عمرؓ نے مشورے کی تائیدیں آیات قرآنی نازل ہوئیں۔ سورہ میں عہد و ات کے بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جو بیوہ ہو چکی تھیں انحضرتؓ کے نکاح میں آئیں اور ام المومنین تسلیم لگیں۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ سے عہد میں حضرت عمرؓ بطور مشیر کام کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ آپؓ قاضی کی حیثیت سے بھی کام کیا کرتے۔ قرآن مجید کو جمع کرنے کا کام بھی آپؓ ہی کے مشورے سے شروع ہوا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہ اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ ان کے بعد صرف حضرت عمرؓ ہی خلیفہ پیشے کے قابل ہیں۔ اور دوسرے صحابہؓ سے افضل ہیں چنانچہ آپؓ نے وفات کے قریب دوسرے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کو خلیفہ دوم بننے کے لئے نامزد کر دیا۔

انتخاب خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ صدیق کا عہد خلافت کُل سو او سو سال تھا۔ وفات کے قریب آپؓ نے صحابہؓ سے علیحدہ علیحدہ مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ سے متعلق رائے پوچھی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ اور دوسرے صحابہؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ ہی خلیفہ دوم بننے کے قابل ہیں۔ مشورہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمانؓ سے مندرجہ ذیل عہد نامہ خلافت لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ عہد نامہ ایک بکریوں میں صحابہ کی زندگی کے آخری وقت کا ہے۔ یہ عہد نامہ
وہ آخرت کی پہلی منزل میں داخل ہونے کے لئے دنیائے سنیہ
کو رہا ہے۔ یہ ایسی گھڑی ہے کہ جس میں کافر بھی مومن اور بدکار
بھی عقیدت مند اور سچے سچے ہونے لگے۔ میں نے تمہارے
رہنے عمر کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔ ان کی بات ماننا اور ان کی اطاعت
کرنا اس امر میں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہو۔ یہ بات
اور تمہاری خیر خواہی کی ہیں۔ تمہاری خیر خواہی کی ہے۔ اگر تمہاری
گمراہی تو ان کی نسبت میرا بھی گمان اور میری علم ہے اور اگر اس
کے خلاف چلیں تو میرے لئے عمل کا ذمہ دار ہے میری نسبت
تو خیر خواہی کی ہے۔ باقی میں غیب کا حکم نہیں ہوتا۔

یہ عہد نامہ خلافت کو لوگوں میں بکریوں کو لٹا دیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے
مکان کے بالائے سر پر بیٹھے۔ لوگ مکان کے گرد جمع ہوئے۔ وہ اپنے لئے فرمایا میں
اپنے کسی عزیز کو یا بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کر رہا۔ بلکہ ایسے شخص کو خلیفہ
بنانا ہوں جو تم میں بہتر ہے۔ لوگ خاموش رہے۔ اس کے بعد
حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو چاہا کہ وہ خلیفہ رہے۔ اور ان کے لئے وہ اس کے
بھائی کے لئے اور حضرت عثمانؓ کو چاہا کہ وہ خلیفہ رہے۔ اور ان کے لئے وہ اس کے
دوسرے بھائی کے لئے۔

تو خلیفہ

حضرت ابوبکرؓ کے بعد میں عراقی تمام میں مسلمانوں نے اپنے خلیفہ کو

نے فرمایا کہ یہ لوگ کہنے لگے کہ ان تمام لوگوں کی رخصتی جس میں حضرت خالد بن
 ولید کی ویرانگی کو نشانہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید کو خلیفہ اول
 نے پھر وقت پر عراق سے توجی دینے کے ساتھ یہ لوگ پہنچنے کا حکم دیا تھا چنانچہ
 حضرت خالد بن ولید نے یہ لوگ جہان سے پہلے پہلے مثنیٰ بن حارثہ کو اپنا قائم مقام مقرر
 کر کے خود عراق سے روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید کی عراق سے واپس موہجرت کے
 واقعہ کے بعد ہی ہوئے۔ اپنی بیوی نے پھر مسلمانوں پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں
 مگر ابن حارثہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ وہاں سے اپنا جائزین مقرر کر کے خود
 واپس چلے جائیں اور حضرت خالد بن ولید کو بحالات سے آگاہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید اس
 واقعہ سے پہلے ہی اپنے اہل و عیال کو روانہ کر کے آگاہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید
 اپنے اپنے وقت مقرر کر کے کہنا کہ عراق کی مہم بہت اہمیت رکھتی ہے اس
 لئے توجی نہیں کر کے کہ وہ اپنے کو واپس لے۔

عراق حضرت عمر فاروق نے خلیفہ اول کی نصیحت پر عمل کرنے سے سبب
 سے پہلے عراق کی مہم کی طرف توجہ دی۔ عرب کے تمام قبائل
 حضرت عمر فاروق کی بیعت کے لئے آئے تھے۔ اس لئے آپ نے موقع اور جگہ
 بوقت اور گول میں مہم کا پیش اظہار کیا۔ اس لئے تقریب کی۔ اہل عرب چونکہ
 ملت سے اپنا ٹھکانہ سے خوفزدہ تھے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق کی تقریب کا کوئی
 خاص اثر نہ ہوا۔ آپ یہاں پہلے گئے اور تقریبیں کرتے رہے۔ مثنیٰ بن
حارثہ بھی ایک صحیح ہیں اس لئے (اور کہا کہ) لوگو! اپنا بیویوں کو حقیر سمجھو، ہم
 ان کو آڑا سمجھتے ہیں۔ وہ بہت ہیست بہت ہیست ہیں۔ ہم نے کئی بار ان کو شکست
 فاش دی ہے۔ ان کے دل خیر و صلاح سے ہمارے قبضہ میں نہیں۔ انہوں نے ہم سے
 ہرگز نہیں، مثنیٰ بن حارثہ کی اس تقریب سے لوگو! مثنیٰ بن حارثہ سے۔ حضرت عمر فاروق نے

ہو جائیں اور خود تمام ملکوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو کر آئیں۔ آپ نے حضرت احمد
 بن ابی رفاعی کو جو ایک محترم شخص تھے اور حضرت کے مہولے بھائی تھے۔ اس شخص
 کا سپہ سالار مقرر فرمایا اور لشکر میں بے شمار ہتھیار جمع کرائے۔ اس شخص
 نے ایسے صحابہ جمع کیے تھے کہ ان میں سے ہر روز پانچ سو سے زائد شخص
 کے لئے کھانا پکانا پڑتا تھا اور ان کے لئے کھانا پکانے والے بھی تھے اور ان
 کے لئے کھانا رکھنے والے بھی تھے۔

اسی اثنا میں حارثہ بن عسکری نے جو پہلی جنگ میں سخت زخمی ہو گئے تھے۔
 جبکہ وہ بیمار تھے کہ فوت ہو گئے۔ وفات سے پہلے کچھ منہ نہ بولا اور نہ کھانا کھایا
 اور نہ پانی پیا۔ حضرت نے ان کے لئے اپنے بھائی کو نصیحت کی کہ تم نے ان کے بھائی
 کے یہ تمام عہدے حضرت کے لئے اپنے پاس رکھنا چاہئے۔

حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے

حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے

حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے
 حضرت نے ان کے لئے تمام عہدے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا اور ان کے لئے

قادیوہ کے قریب دوسری طرف دستجم ایک لاکھ بیس ہزار ایوانی توج
 کے نزدیک تھا۔ چھ سات ماہ دونوں طرف تمام رشتی رہی۔ دستجم مسلمانوں کے
 کی کوشش کے بارے میں یہ مسلمانوں کی طرف سے ایک ہی جواب ہوا تھا
 کہ اسلام قبول کر لو یا جزیہ دے کر ہماری حفاظت میں رہو یا پھر جنگ سے
 فیصلہ ہو گا۔ آخر مستمسک میں دونوں ٹوٹے اور یہی صاف آرا ہوئی۔ حضرت
 اتفاق سے مستمسک ہوا۔ اس لئے وہ ایک پورا نئے شکل کے اور پورے
 اور وہاں سے مستمسک کو حکم نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ مستمسک
 بن عرفطہ آگے توج کو حکم نامہ لکھا۔ دوپہر کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔ ایوانی
 اٹھپوں نے طوفان برپا کر دیا۔ ساری گھڑیاں ہوا کے ساتھ ہر حال تمام
 لڑائی جاری رہی اور رات کو دونوں ٹوٹے اور اپنے اپنے طور پر چلے گئے۔
 اگلے روز پھر لڑائی شروع ہوئی۔ اتفاق سے مستمسک کی توج بھی حضرت
 مگر ان کے حکم سے ایوانی ہوا۔ مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی اور
 لڑتے رہے۔ تمام تاکہ لڑائی جاری رہی۔ لیکن فتح دستجم کا فیصلہ
 پھر ایک رات کے لئے ہوا۔

قیصر سے روز بڑے زور کا مسخر کر ہوا۔ مسلمانوں کے اہل خانہ پر
 بھول ڈال دیے لیکن اٹھپوں نے پوراہہ کی۔ آخر حضرت مستمسک
 پٹے کیا کہ ایوانی اٹھپوں سے بہت ہوا۔ کہتے تھے کہ ان کے
 اٹھپوں پر کیا کر دیا جائے۔ پھر آپ نے حضرت مستمسک سے
 اور حضرت مستمسک کو اس کا نام پوچھا۔ انہوں نے یہاں وہاں کے تیرے اور
 اٹھپوں سے ایوانی اٹھپوں کی اٹھپوں نکال دیں۔ حضرت مستمسک نے یہ
 سب سے بڑے عقیدہ ہوا۔ اس کی لڑائی لگے اور یہی

پہنچنے پہلے بھاگا اور دوسرے ہاتھوں نے بھی اسی طرف رخ کر کے بھاگنا شروع کیا۔
 قتل ہونے والے کے حوصلے بڑھے گئے۔ اپنی اپنی کشتیوں کے کپتان لگا ویسے مستم
 چوڑی کھمبے اور ثابت قدری سے لڑ رہا تھا۔ آخر زخموں سے مدد حال ہو

گیا اور میدان جنگ سے بھاگ کر ایک نہر میں کود گیا۔ لڑائی تاحی ایک
 مسلمان نے تعاقب کیا اور کھینچ کر باہر نکالا پھینک کر دیا۔ رستم کا قتل ہوا تھا
 کہ ایک فی بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے ہزاروں کو ڈھیر کیا۔

اس وقت ایک بہادر سپاہی اور صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے
 اپنے کا ہوش لگایا تھا۔ حضرت سعدؓ نے انہیں پکارتے ہوئے گھیریں قید کر
 رکھا تھا۔ یہاں تاویل کی تفسیر سے دن کی لڑائی زور پکڑ رہی تھی۔ تو انہوں نے حضرت

سعدؓ کی بیوی حضرت سہارہ سے کہا کہ آپ مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اس لڑائی
 میں واہسپا عتہ حاصل کروں۔ اگر کارا گیا تو سزا میں مل جائے گی اور اگر
 مارا گیا تو خود آکر بیٹھنا پڑے گا۔ حضرت سہارہ نے انہیں مارا کر پڑا

چھوڑ دیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور پورے لیے کہ میدان جنگ میں کود پڑے۔
 اس جرات اور بہادری سے لڑتے کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ ہر شخص
 کہتا یہ کون آدمی ہے جو اپنا تک اگر اتنی بہادری سے گلہ اور ہوا ہے۔

لڑائی ختم ہوئی تو واپس آکر پھر بیٹھنا پڑے۔ حضرت سعدؓ آئے تو کہا کہ
 اتنے بہادر شخص کو جو اسلام کی خاطر جہاد کرے قید نہیں رکھا جا سکتا چنانچہ
 اسی وقت رہا کر دیا گیا۔ ابوجہن بولے کہ میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ اگر

شہر اب کے قریب نہیں پہنچوں گا۔ آج سے میری توبہ۔
 اس جنگ میں تقریباً آٹھ ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ ایرانیوں کے
 لشکر میں سے کچھ اندازہ نہ تھا۔ یہ شمار دریا میں شرق ہوئے اور انہیں ہزار

حضرت مکرر مشفقہ سے کہہ کر مسلمانوں کی طبیعت پر تقاضا آبلایا جسے یہاں سے
 اپنی بیویوں کے حملہ کا اندیشہ ہے چنانچہ انہوں نے طرہ پر سے غنیمتیں غزوہ بان کی ہرگز
 نہیں ایک فوجی و مسافر روانہ کیا یہ فوجی و مسافر ہی جنت سے بڑھا اور ابل
 کر لیا اس کے بعد قریب ہی علاقہ میں مشہور ہے اور پھر کھیر کی پیادہ
 قصبہ کے ہوا سرحد میں پھر ایک شہر آباد ہو گیا۔ پھر سے بعد بابل کے لوگوں
 نے صلح کر لی۔ مسلمانوں پھر شہر کی طرف بڑھے اور وہاں تک محاصرہ رکھا آخر
 ہوئی اور اس پاس کے درگاہوں نے بھی صلح کر لی۔

فوجی و انتہائی

مسلمانوں پھر شہر کی طرف بڑھے اور وہاں تک محاصرہ رکھا آخر
 ہوئی اور اس پاس کے درگاہوں نے بھی صلح کر لی۔
 قصبہ کے ہوا سرحد میں پھر ایک شہر آباد ہو گیا۔ پھر سے بعد بابل کے لوگوں
 نے صلح کر لی۔ مسلمانوں پھر شہر کی طرف بڑھے اور وہاں تک محاصرہ رکھا آخر
 ہوئی اور اس پاس کے درگاہوں نے بھی صلح کر لی۔
 قصبہ کے ہوا سرحد میں پھر ایک شہر آباد ہو گیا۔ پھر سے بعد بابل کے لوگوں
 نے صلح کر لی۔ مسلمانوں پھر شہر کی طرف بڑھے اور وہاں تک محاصرہ رکھا آخر
 ہوئی اور اس پاس کے درگاہوں نے بھی صلح کر لی۔

شہزادہ جعفر اور بیوی۔ سرزمین ایران و عراق میں برپا جمع ہوا
 مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہوا۔ حضرت مسلمان
 نے مالک غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت شہزادہ کے پاس بھیج دیا۔

مسجد میں تھیں اور کہتے تھے کہ یہاں سے چلا جائے۔

جہاں زیادہ عورتوں کے علاوہ اندر چھوڑنے کے علاوہ کسی اور چیز پر
کے بعد تہہ ہونے لگی۔ یہ بیت و مسجد اور قرظیا کے مشہر تھے
ہیں آگئے۔ اس کے علاوہ اس پاس کے لوگوں نے بھی صلح کو کہہ کر تہہ
قبول کیا۔ اس طرح تقریباً سارے عراق پر مسلمان قابض ہو گئے۔

ایپان کی گرفتاری
یہاں آدھ دو جگہ کی آب و ہوا عرب مسلمانوں کو موافق
انہی ان کے جسم کمزور ہونے لگے۔ حضرت عمر نے حضرت
رسول کو کہا کہ عراق اور عرب کی سرحد پر کوئی مقام ایسا ہے جہاں جس

آباد تھا عربوں کے لئے مناسب تھا۔ مسلمان اور عذرا اس مقام کے
پہنچ گئے۔ آخر ایک جگہ پہنچ گئی اور حکم مسلمانوں میں حضرت ابوبکر نے کہا
کہ اس مقام پر چھوڑ گئے۔ یہ جگہ یہی تھی اور عربوں کے مزاج کے بالکل موافق

تھی۔ یہاں کوئی نام نہ تھا۔ دو مہینے بعد یہاں ایک جا
مسجد بنائی گئی۔ مسجد سے متصل حضرت سعد کا مکان تعمیر کیا گیا
شہر کی سڑکیں اور گلیاں کافی فراخ بنائی گئیں۔ قریب کے سے باقاعدہ
چھوڑی تعمیر کوئی گئی۔

شہر بصرہ کی بنیاد تو اس سے پہلے رکھی جا چکی تھی۔ لیکن آبادی چھوڑ
گئی۔ مگر اس کا شہر آباد ہونے ہی بصرہ کا شہر بھی آباد ہونے لگا۔
وہاں سے ایک بڑا شہر نظر آنے لگا۔

شام اور عراق کے درمیان چھوڑ ایک سرحدی علاقہ
تھا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ وہاں قریب سے چھوڑ
علاقہ پر قابض ہوئے۔ انہوں نے ان کے سپہ سالار حضرت عیاض بن

(میں نے مسلم روایا) پر ظلم اور تشدد تو نہیں کرتے جو وہ مصالحت
 کے لئے بھی چاہتا ہے۔ ہاں یہ نہیں سمجھتا کہ انہوں نے کہا حضرت بائبل نہیں
 لکھتے ہم ان کا تو اس خیالی کہتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کے حقوق سے اور لوگ
 بھی مسلمانوں ہوں۔ حضرت عمرؓ نے غزوہ کے نام ایک خط لکھ کر بھیجا کہ تم
 علا توں میں قطعاً ظلم نہ ہو۔ اپنے عہد کا پاس رکھو۔ انصاف سے کام لو۔
 ایسے حکم کی وجہ سے ہم لوگ فتح پا رہے ہیں۔ اور اگر ہم لوگ اپنی
 کہتے تو یقیناً آدھ جہاں ہی ملدے نہیں کہتے گا۔ اور جو علیؓ سے ہوا وہ یقیناً
 ہی ایسا نہ ہو کہ ہمیں رائے چاہیں گے۔

فتح ایران

حضرت خزرجیہ کے وقت شاہ ایران یزدگرد مقام سرو منجم تھا۔
 وہ بہت سست پایا یا کہ مسلمان بہت بڑی فتوحات کر رہے ہیں۔ اور فتح و نصرت
 ان کے قدم چوم رہی ہے۔ چنانچہ اس نے ایلیہ جیل کو پھر مذہبی اور قومی
 جوش سے دیکھ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکسانا شروع کیا۔
 حضرت عمرؓ کو علم ہوا۔ تو انہوں نے حضرت سعدؓ کو حکم بھیجا کہ فتح ایران
بن مقرر کو توجہ دے کہ خزرجیہ بن مقرر و سادہ بصرہ سے بھی گات
 و باہر پہنچائی کہ حسب ذیلوں اسلامی دستوں بصرہ اور کوثر کے درمیان
 پہنچے تو حضرت عمرؓ کے حکم سے اسے اس کا توجہ کے لئے سالانہ بصرہ
 مقرر کر دیتے تھے۔ ایرانی توجہ خوف زدہ ہو کر مقام نیشابور پہنچ گئی۔

یہ قلعہ بند ہو گئی۔ ایسا ہیوں کا سپر لالہ سربراہ تھا۔ کافی عرصہ بعد اس کا
 مسلحانوں نے قلعہ کا دروازہ توڑ دیا۔ اس وقت شہر میں داخل ہو سکے
 زان پیر سوا اور اس کی خواہش کے مطابق مدینہ میں حضرت ابراہیمؑ کے
 بچے دیا گیا۔ مدینہ پہنچ کر سربراہ مسلمان ہو گیا۔

پندرہ گویا ایسا ہیوں کا کھٹا کرنا اور اکرنا ہے۔
 شہر کے مسلمانوں کے منہ پلکے کی تیار پائی کہ تھے لگا۔

ان شاہ کی سرکردگی میں یوں دگر دیکھے ایک بچہ کی قریب عقاب نہاد زندہ کوا
 دہ کی حضرت گھر کے حکم سے اسلامی قریب عثمان بن مسعود کی سرکردگی
 منافق کے لئے نکلی۔ نہاد پوروں نے چاہیں تیر پرا کرنا ہوئی پٹکی
 ان ریاست تک ہوئی۔ عثمان بن مسعود شہید ہوئے۔ عثمان بن مسعود کے
 یا تیار تے ستمناں لی اور چنگ پاد کی۔ عثمان بن مسعود کی تیار پائی
 تاک ٹیکے تیں ہزار کے تریب ایسا لی اور سے لگے سراسر اس میں چنگ کو
 کہ عثمان بن مسعود کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے لڑنے لڑنے کے لیے ایسا لیا
 بادشاہ ایترا کہ ایسا میں مسعود کے کشتی اور حضرت

میں توہین ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے مسعود کے لیے لڑنے کا ارادہ کیا اور
 سلف سپر لالہ کے لئے کئی دہائیوں سے ایسا لیا۔ عثمان بن مسعود نے
 تیار پائی کے لئے اور کئی دہائیوں سے ایسا لیا۔ عثمان بن مسعود نے
 ایسا لیا اور تیار پائی کی۔ اس طرح عثمان بن مسعود نے ایسا لیا
 تیار پائی ہو گیا۔ اور دگر دیکھا کہ دگر دیکھا اور تیار پائی ہو گیا۔

Marfat.com

تاریخ

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں کتاب شام فتح ہونا شروع ہو چکا تھا جب
 آپؓ نے وفات پائی اس وقت پندرہ ک کا علاقہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی جنگی
 مڈا پر بس گیا ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے دمشق کا علاقہ حضرت
 ابو علیہؓ کی سرکردگی میں فتح کیا اور صحابہ ہو چکا تھا۔

مشق کا شہر چاندی اور اس سے مفصل و تفصیل سے

گہری مشرق تھی جو پانی سے بھر کر لڑائی تھی۔ حضرت ابو علیہؓ کے حکم سے
 دمشق کے چاروں طرف بار بار ڈانڈے آئے اسلامی فوجیں صحابہ کیلئے بلجسی
 تھیں آخر حضرت خالدؓ کی بڑا پیر اور کوششیں کھم آئیں۔ وہ مشرقی دروازہ
 پر لڑنے یا پھر ڈانڈے کیا تھے۔ انہوں نے اپنی فوج کو حکم دیا
 کہ دشمنوں کے درپے تیر کہ خندق پار کریں۔ رات کا وقت تھا۔
 پہلے سے مشرقی دروازے کے ارد گرد کی لڑنے کی مدد سے شہر
 میں آگ لگ گئی تھی کہ اس رات دمشق کے شہر میں ایک بڑے پارے
 کے آگ لگا پڑا ہونے پر خورشیاں مٹانی جاد ہی تھیں جس کی وجہ سے دمشق
 کے اکثر لوگ دوسری جانب مشرف تھے۔ حضرت خالدؓ نے چاندی
 چنگل سے بھر کر اپنے صاحب انہیں واقعہ کا علم ہوا تو موقع پاکہ شہر میں
 پہنچ کر انہوں نے بہر حال مسلمان شہریں داخل ہوتے ہی بارہ واروں پر
 لڑنے سے ان کی آنکھیں سب کو خاک پیلٹا دیا۔ شہر کا بڑا دروازہ
 ڈانڈے گیا جس کے لئے حضرت خالدؓ کی پائی فوج بھی شہر میں داخل ہو گئی

رومیوں نے خوفزدہ ہو کر خود ہی شہر کے باقی دروازے کھول دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ جو شہر کے دوسری طرف تھے۔ انہیں ابھی معلوم نہیں تھا کہ حضرت خالدؓ شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ رومیوں نے حضرت ابو عبیدہؓ سے جا کر صلح کر لی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے مصالحت قبول کر لی اور فوج کے ساتھ شہر و مشرق میں داخل ہوئے۔ شہر کے درمیان پہنچے تو حضرت خالدؓ شہر فتح کرتے ہوئے ملے۔ چونکہ حضرت ابو عبیدہؓ صلح کر چکے تھے۔ اس لئے فتح شدہ علاقہ بھی رومیوں کو واپس دے دیا اور بال شہر اور قیدی مسلمانوں کے حوالے کر دیئے۔ دمشق کی فتح ۱۳ھ میں ہوئی اور تقریباً دو اڑھائی ماہ کے محاصرے کے بعد یہ شہر فتح ہوا۔

شہر فحل فتح و مشرق مسلمانوں کے لئے شہر کا پانچواں نمونہ ہے لیکن رومیوں کے لئے سخت زبردستی تھی۔ چنانچہ انھوں نے

وہ سرے علاقوں سے فوجیں جمع کر کے شہر فحل کے قریب مقام ہلبیان میں صف آرائی کی۔ مسلمانوں کو علم ہوا تو انہوں نے شہر میں حسرت کی سرزدگی میں فحل میں فوجیں جمع کر لیں۔ رومیوں نے درخواست کی کہ معاذ بن جبلؓ کو مصالحت سے لے، ان کی طرف سے بھیجا جائے۔ معاذ نے لیکن صلح کی کوئی صورت نہ تھی۔ آخر وہ بے پروا ہو کر جنگ پھڑکی۔ بڑے زبردستی سے ہوئے لیکن ہلبیان اور شہر کا مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ یہ شمار رومیوں کے لئے بڑا بڑا تھا۔ شہر فحل کے مسلمان اس پاس کے شہر ہلبیان میں قائل ہو گئے۔

فتح حمص حمص میں رومیوں کی فوجیں جمع تھیں اور شکست خوردہ علاقوں سے لوگ بھاگتے تھے۔ وہ بھی یہاں پہنچ گئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ حضرت خالدؓ کے ساتھ فوج لے کر حصن کی طرف بڑھے
جہاڑ سے کاموشم تھا۔ سردی شدید پڑ رہی تھی لیکن مجاہدین اسلام ثابت قدمی سے
حصن کا محاصرہ کئے رہے آخر توگ آکر رومیوں نے مصالحت کر لی۔

دیکھو شامی فتوحات | اس کے بعد حضرت خالدؓ ایک بھاری فوجی دستہ
کے ساتھ قنسرین کی طرف بڑھے۔ لاسنتہ میں مقام

حاضر میں کچھ رومی فوجیں جمع تھیں۔ ان سے مقابلہ ہوا۔ خالدؓ نے ایک ہی
واریں ان کے سپہ سالار صیغاس کو ختم کر دیا بہت سے رومی قتل ہوئے اور باقی
قید کر لئے گئے۔ بعد میں قیدیوں نے انان پیا ہی۔ حضرت خالدؓ نے انھیں
پھوڑ دیا۔ حاضر سے حضرت خالدؓ قنسرین گئے۔ اہل قنسرین ایک مضبوط
قلعہ میں بند تھے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے

رومیوں کے پاس ایک سفیر بھیجا اور کہلایا کہ :-

اسے رو میو اتھم با لا آخر زید ہو کر رہو گے۔

اگر تم آسمان پر بھی چڑھ جاؤ تو بھی

نہیں بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تم تک

پہنچا دے گا۔ باوہ تم کو ہم تک اتار لائے گا۔

اہل قنسرین حضرت خالدؓ کی فتوحات اور جنگی تدابیر سے خوب واقف

تھے۔ لہذا یہ مقام گنتے ہی سہم گئے۔ اور مصالحت کر لی۔ حضرت خالدؓ

نے قنسرین فتح کئے کے بعد شام کے باقی شہروں اور علاقوں پر بھی مہولی

جھڑپوں کے ساتھ فتح حاصل کر لی۔ مدینہ میں حضرت عمرؓ نے عبید خالدؓ کے

جنگی کارنامے گنتے تو خوشی سے پکار اٹھے :-

س اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیقؓ پر

رحم فرمائے وہ مجھ سے کہیں زیادہ مہروم
 شناس تھے سچی بات یہ ہے کہ خالد بن ولید
 مثنیٰ کو نہیں سے اس لئے نہیں معزول کیا
 تھا کہ مجھے اُن دونوں پر کوئی شبہ تھا بلکہ
 صرف اس لئے معزول کیا تھا کہ مسلمان مہتمم
 انہی پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرنے لگیں۔

لہذا ذیل میں فلسطین کے
 فتح اور غزوات

فتح شام کے وقت حضرت عمرو بن العاصؓ ایک بڑے اسلامی لشکر کے
 ساتھ فلسطین میں پہنچے ہوئے تھے۔ اجنادین میں رومیوں کا سردار ارطہون
 بڑا جہالاک ہوشیار اور معاملہ فہم آدمی تھا۔ وہ بھی ایک کثیر لوج جمع کئے
 مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے تیار بیٹھا تھا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حالات کا پورا پورا جائزہ لے
 کر حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ کیا کیا جائے۔ حضرت
 عمرؓ نے دیکھا کہ میں نے روم کے ارطہون کے مقابلہ پر غریب کا ارطہون
 عمرو بن العاصؓ کو بھیجا ہے۔ دشمنوں پر شیروں کی طرح تمبار کرو۔ اللہ
 تمہارے ساتھ ہے بالآخر فتح تمہاری ہوگی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اجنادین کا محاصرہ کر لیا۔ وہیں سے
 سفیر آئے جانتے رہے لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی۔ ایک دفعہ

حضرت عمرو بن العاصؓ خود تھیں بدل کر سفیر کی صورت میں ارطوبوں کے دربار میں پہنچ گئے ارطوبوں سمجھ گیا۔ کہ یہ عمرو بن عاصؓ ہیں۔ اس لئے رومی زبان میں ایک درباری کو کہا کہ تم دروازے پہنچو اور اس کے ساتھ چھپے رہو۔ جوں ہی عمرو بن عاصؓ نکلیں اس وقت تک کہ دینا حضرت عمرو بن عاصؓ بھی بیت المقدس آئے۔ وہاں پہنچا تو پتہ نہ لگا۔ فوراً سوچ کر ارطوبوں سے کہا کہ میرے ساتھ لو آؤ اور آئے ہوئے ہیں۔ جو باہر ایک حکم کھڑے ہیں۔ میں ضروری چھتا ہوں کہ ان تمام باتوں کے متعلق جو میرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہیں ان سے مشورہ کر لینا چاہئے۔ ان دنوں کل پھروس کے دس آدمی ہیں حاضر ہو جائیں گے۔ تاکہ کوئی فیصلہ نہ کر سکیں۔ ارطوبوں نے سوچا کل ایک کی بجائے دس ہاتھ لگیں گے اس لئے اس نے حضرت عمروؓ سے کہا مجھے منظور ہے۔ اور دوسری طرف اپنے چھپے ہوئے آدمی کو دروازہ سے ہٹا لیا۔ اس لئے حضرت عمرو بن عاصؓ وہاں سے بچ نکلے۔ ارطوبوں کے روز معلوم ہو گیا کہ اس سے بھی زیادہ معاملہ ہم لوگ دلیا میں موجود ہیں۔ چنانچہ افسوس افسوس کہ کہ ہاتھ ملنے لگا۔

اگلے ہی روز مسلمانوں نے رومیوں پر پہلے بول دیا۔ رومی بھی بڑی بہادری سے لڑے۔ لڑے لڑے زور شور سے لڑائی ہوئی۔ آخر رومیوں کو منہ کی کھانی پڑی اور طوبوں ہراگے کہ بیت المقدس میں پناہ گزین ہوا۔ اور باقی فوج بھی وہیں بھاگ گئی یہ واقعہ۔

بیت المقدس کا شہر چاروں طرف سے مضبوط ہے۔

فتح بیت المقدس | فصیل سے گھرا ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فوراً بیت المقدس میں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ لمبا ہوتا گیا۔ اسی اثنا میں حضرت ابو عبیدہ اور حضرت خالد بن ولیدؓ شام فتح کر کے بیت المقدس

پہنچ گئے۔ ارطیون یہ دیکھ کر مسلمانوں کو روک کر کہا کہ پہنچ گئے ہیں وہ بیت گھیرا اور
 سفیر کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ ہم فتح چاہتے ہیں۔ لشکر طبرستان امیر الملک نہیں حضرت عمر
 خود آکر معاہدہ کریں۔ حضرت عمرو بن عاص نے فوراً قاصد مدینہ روانہ کیا۔
 حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو صحابہؓ کے مشورہ کیا اور حضرت علیؓ کو عارضی
 طور پر نائب مقرر کر کے خود بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک دن
 قاصد آگے پہنچ دیا کہ امراء لشکر اسلامی مجھے راستہ میں تقاضا کیا ہے یہاں
 حضرت عمرؓ جا ہیے میں پہنچے تو امراء لشکر نے استقبال کیا۔ سلام و مشورہ
 ہوا۔ پھر حضرت عمرؓ نے روٹیوں کو پیش کیا کہ جا ہیے میں ہی آکر معاہدہ
 کر لیں چنانچہ ارطیون کے سفیر جا ہیے میں پہنچ گئے۔ اور مدینہ چلے آئے معاہدہ
 طے ہوا:

بیت المقدس کے لوگوں کو اس عہد نامے کی رو سے امان دی
 جاتی ہے۔ ان کی جان و مال اور مذہب محفوظ رہیں گے۔ شہری
 معاشی اور مذہبی زندگی کے پورے حقوق ہوں گے۔ یہ
 لوگ جزیہ ادا کریں گے۔ ہزوریوں کو بیت المقدس میں رہنے کی
 اجازت نہیں ہوگی۔ جو روٹی یہاں سے نکل کر اپنے اصلی ٹکڑوں
 میں جانا چاہیں وہ جاسکتے ہیں۔ یہ معاہدہ حضرت خالد بن ولیدؓ
 حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت
 معاویہ بن سقیانؓ کی موجودگی میں ہوا اور یہ لوگ اس کے گواہ ہیں۔
 فاتح بیت المقدس سلمہ بن عبدالرحمنؓ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ

بیت المقدس پہنچے۔

تاریخ بیت المقدس | یہاں سے حضرت عمرؓ بیت المقدس پہنچے۔

مسلمان امراء نے استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ کے جسم پر اتنا جموی لباس تھا کہ لوگ دیکھ کر جبران ہوتے۔ سب سے پہلے آپؓ عیسائیوں کے گرجا کو دیکھنے گئے۔ نماز کا وقت وہیں ہو گیا۔ پھر لوگوں نے کہا یا امیر المؤمنین! آپؓ یہیں نماز پڑھیں لیکن آپؓ نے باہر آ کر نماز ادا کی اور فرمایا کہ اگر میں کئی گرجا کے اندر نماز پڑھتا تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں مسلمان وہاں نماز پڑھنا شروع نہ کریں اور اس پر قبضہ نہ کریں۔

پھر امیر المؤمنین حضرت عمرؓ مقام صخرہ دیکھنے گئے جہاں حضرت یعقوبؓ سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے جگہ صاف کی اور وہاں مسجد بنوانے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ وہاں مسجد تعمیر کی گئی جو آج بھی مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے۔

بیت المقدس کے بعد حضرت عمرؓ نے دوسرے مفتوحہ علاقوں کا دورہ کیا۔ سرحدی انتظامات کا جائزہ لیا اور بحیرہ عافیت واپس مدینہ پہنچ گئے۔

منظومہ
نورانی
دلی

فتحِ مصر

رومیوں نے شام اور فلسطین میں ہر جگہ شکست کھائی۔ اب ان کے لئے صرف مصر ہی ایک ایسا مرکز تھا۔ جہاں پہلے سے رومی فوجیں جمع ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا جاسکتا تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ خوب جانتے تھے کہ جب تک مصر قبضہ میں ہوتا، رومیوں سے خطرہ ضرور باقی ہے۔ دوسرے فتحِ مصر کے بعد اہل عرب آسانی سے بیرونی مقامات سے تجارتی تعلقات قائم کر سکیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمروؓ سے کہا کہ انہیں مصر پر حملہ کر سہہ کی اجازت دیں۔ حضرت عمروؓ کافی دیر تک اٹلتے رہے لیکن آخر کار اجازت دے دی اور ۶۴۰ء میں حضرت عمرو بن عاصؓ کو چار ہزار مجاہدوں کا مضبوط فوجی دستہ دے کر مصر کی طرف روانہ کیا۔

تسخیرِ قہر یا اورشلیس | مصر کی سرزمین میں سب سے پہلے شہر کاہ میں رومیوں سے مقابلہ ہوا۔ رومی قلعہ بند ہو کر لڑ رہے تھے۔ ایک ماہ تک محاصرہ رہا۔ بالآخر شہر فتح کر لیا گیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ قہر کی تسخیر میں کچھ قبیلوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ قبیلہ مصر کے اصل باشندے تھے۔ اور انہیں بعض مذہبی امور میں رومیوں سے اختلاف تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے بعض قبیلوں نے قلعہ فتح کرنے میں مدد کی ہو۔ قہر کی تسخیر کے بعد اسلامی فوج مقام بلقیس پہنچی۔ رومیوں سے سخت

معدہ کہ عم ابیبت المقدس کی شکست خوردہ فوج بھی یہاں موجود تھی۔ جو بڑے جوش و خروش سے مقابلہ کر رہی تھی۔ لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ کی جنگی تدابیر اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے سامنے ان کی وال گل پڑ سکی اور تھوڑی دیر میں شکست فاش ہو کر بھاگ نکلے۔

فتح بابلیون | اسلامی فوج بابلیوں کو فتح کرنے کے بعد بابلیوں پہنچی یہاں ایک بہت بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ مسلمانوں نے قلعہ کا

محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ ایسا بڑا گیا۔ مدینہ میں حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو انہوں نے چار سو سالاروں کے تحت دس ہزار فوج مدد کے لئے روانہ کی۔ ان سو سالاروں میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ کھاک پہنچنے پر مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی۔ آخر سات ماہ کے محاصرے کے بعد ایک دن حضرت زبیرؓ کی تدابیر کارآمد ہوئیں۔ انہوں نے نہینہ کی مدد سے فصیل عبور کی اور شہر میں داخل ہو کر دروازہ کھول دیا۔ اسلامی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی۔ لیکن رومیوں نے لڑنے کی بجائے مصالحت کر لی۔

فتح اسکندریہ | اسکندریہ کا شہر بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہونے کی وجہ سے مشہور و معروف تھا۔ یہاں بڑی تعداد

میں روٹی فوجیں جمع تھیں۔ رومیوں کو جب بابلیوں میں شکست ہوئی تو اسکندریہ میں ہر طرف سے فوجیں جمع ہونے لگیں۔ اسکندریہ کا قلعہ مصر بھر میں مضبوط ترین قلعہ مانا جاتا تھا۔ اور اس پر رومیوں کو بڑا ناز تھا۔ بحری اور تہی دونوں راستوں سے رومیوں کو کمک اور سامان تہی تیری سے پہنچ رہا تھا۔

بابلیوں فتح کرنے کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ فوج کے ساتھ اسکندریہ

کی طرف روانہ ہوئے۔ اسکندریہ سے باہر بیڈرہ میں پہلی سے فصیحہ پر مشرق
 کی جانب مقام کہیون پر رومیوں کی کچھ فوج نے مسلمانوں کو روکا۔ پھر فوج نے
 جنگ ہوئی۔ رومی پھاگ گئے اور اسکندریہ پر چڑھا۔ حضرت شہرہ نے
 نے پڑھ کر اسکندریہ کا محاصرہ کیا۔ مسلمانوں کے پاس نہ تو جنگی پیرا تھا۔ کہ
 رومیوں کی اس تک گوریوں سے چھوڑنا نہیں سمجھ سکتے تھے اور نہ ہی محاصرہ
 کے پورے ہتھیار موجود تھے۔ اس لئے محاصرہ کافی لمبا ہو گیا۔ رومیوں کی فوج
 میں تشنگ آگے۔ آخر مسلمانوں نے ایک دن بڑے سے فوجی دستے کے ساتھ وہاں
 رومیوں سے جنگ کی درخواست کی۔ گو فوج بڑی تھی اور وہ فوجیوں کا
 تھا۔ لیکن حضرت عمرو بن غاص نے مصالحت کی وجہ سے اس فوج کو ہٹا
 دیا۔ فتح صلح رکھ دیا۔ اہل اسکندریہ نے قرآن پڑھا۔ اور صلح ٹانگے پر
 فریقین کے مستحق ہو گئے۔

فتح اسکندریہ کے بعد حضرت عمرو بن غاص نے خیال کیا کہ ایک شہر کو
 مسلمانوں کا پایہ تخت (صدر مقام) بنایا جائے۔ اسکندریہ پر چڑھ کر وہاں سے
 بہت دور تھا۔ اس لئے حضرت عمرو نے امیر المؤمنین حضرت عمر سے
 مشورے سے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر آباد کیا اور اس جگہ
 ایک نیا شہر آباد کیا جس کا نام قسطنطین رکھا (قسطنطین) کی زبان میں جسے کہتے
 ہیں جو کافی بڑا ہو چکا۔ مسلمانوں نے یہاں شہر کا نام رکھا۔ اس لئے اس شہر
 سے اس شہر کا نام قسطنطین رکھا۔

Marfat.com

عہدِ فاروقی کی فتوحات پر ایک نظر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں جو صرف سوا دو سال کی مدت تھی۔ عراق اور شام کا تھوڑا سا حصہ فتح ہوا تھا، اس کے بعد حضرت عمر فاروق امیر المومنین ہوئے تو پھر فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اور زبردست حکومتیں وہ تھیں (ایمان اور روم) ان دونوں سلطنتوں کا سکہ باقی تمام ممالک پر پھینکا ہوا تھا۔ اہارت، چادو، جلال طاقت، فوجوں کی کثرت اور سامان جنگ پر دونوں حکومتوں کو ناز تھا۔ علم و فن اور تہذیب و تمدن میں بھی یہ ملک دنیا بھر کے رہنما تھے۔ اس کے مقابلے میں اہل عرب خانہ بدوش، مفلس اور غیر مہذب تھے لیکن اسلام کی تعلیم نے ان پر اور غیر مہذب اہل عرب کا ذہن بدل ڈالا۔ ان کے اخلاق کو عمدہ ساچکے میں ڈھال دیا۔ ان میں علم و عمل، عدل و انصاف اور جذبہ ایثار کی وہ روح پھونک دی۔ جس سے وہ اللہ کی راہ میں جان تک دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے بلکہ یوں کہنا زیادہ درست ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت انہیں اتنی ہی پسند تھی جتنی کہ غیر مسلموں کو زندگی پسند ہوتی تھی۔ انہیں یقین کامل ہوتا تھا کہ ہر میدان کارزار میں فتح ان کی ہے اس لئے کہ اللہ کی مدد ان کے شاملی حال ہے۔ اللہ پر پھر وہ سہ اور یقین ہونے کی وجہ سے ان میں ناقابلِ تسخیر ہمت اور شجاعت پیدا ہو چکی تھی۔ وہ صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے لڑتے تھے۔ تاکہ دنیا میں ظالم اور سفاک حکمرانوں کو ختم کر کے بہادر، عادل اور منصف حکمران قائم کئے جائیں۔ اور رعایا

زیادہ سے زیادہ سکون اور چین سے زندگی بسر کر سکیے۔

یہ تھا وہ جذبہ، وہ ہمت اور استقامت جس نے ایران اور روم میں
مضطرب اور زبردست سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا۔ یہ تھا وہ ایمان جس
کی وجہ سے چند سو مسلمانوں کے مقابلے میں لاکھوں ^{مغلیں} و ^{صیبر} جہلے
پہنچی وہ شجاعت جس کی وجہ سے بے سرو سامان پرووں کے سامنے پشتا
اور اعلیٰ اقسام کے آلات حرب کسی کام نہ آئے۔

یہ وجہ تھے جن کی بنا پر صرف دس سال کے عرصے میں مسلمانوں
نے عراق، ایران، تمام ^{فلسطین} اور مصر کے تمام علاقے زیرِ کمرے
مفتوحہ علاقوں میں ڈیپوں کو پوسے شہری۔ معائنہ ترقی۔ معاشی اور
ذریعہ حقوق دیکھے جاتے۔ عدل و انصاف اور رحم و عنفوان کی دو مثال
حاکم کی جاتی اور غیر مسلم لوگ مسلمانوں کے رویہ سے اس قدر متاثر
ہوتے کہ انہیں اپنا حکمران نہیں بلکہ رحمت کا سایہ سمجھتے۔ یہی وجہ تھی
کہ پیشتر جنگوں میں غیر ملکی اور غیر مسلموں نے مسلمانوں کی وردگی اور
قلعے فتح کروائے۔ شام کے کئی علاقوں میں قبطیوں نے مسلمانوں کی مدد
کی۔ انہیں دشمن کی نقل و حرکت کی خبر دیتے۔ ہندی و مالدیو اور وربا کی کچھ
جزیرے بندھوانے میں مدد دیتے اور مضطرب قلعوں کی تعمیر میں کار آمد اور
راز دار باہیں بتاتے۔ یہ سب مسلمانوں کے حسن سلوک کا نتیجہ تھا۔

دنیا میں سکندر اور ہیکل خان جیسے لوگوں نے مشرق اور عرب سے
میں کئی کئی ممالک مشرق فتح کیے ہیں۔ لیکن ان ممالک اور مشرق حکمرانوں
کی فتوحات کو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کی فتوحات سے تسمیہ
دینا بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے ممالک کو آسمان سے نسبت دی جائے

سکندر اور چنگیز خان وہ لوگ تھے جنہوں نے انسانیت کی پونہیں سونگھی تھی۔ وہ انجرائق، ہمدردی اور عدل و انصاف کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ سکندر شام ہی آیا تو ہزاروں لوگوں کے سر کاٹ کاٹ کر شہر صومرہ کی فصیل پر لٹکائے پھر وہاں معصوم اور بے گناہ انسانوں کو بیچ ڈالا۔ ایران میں پہنچا تو اصرطہ کے تمام مردوں کے سر کاٹوا دیئے۔ بالکل یہی حال چنگیز خان کا تھا۔ ایک سر کے سے شروع ہوتے تو دوسرے سر سے تک جو ملک آتا تو بالآخر تے جاتے۔ قتل عام ان کا کما شہ ہوتا۔ کشت و خون اور ظلم و ستم ان کا معمول تھا یہی وجہ تھی کہ ایسے لوگوں کی حکومت چند روز سے زیادہ نہ تھی۔ دوسری بڑی امیر مومنین حضرت عمرؓ کی فتوحات پر نظر ڈالیں کہ ملک کے ملک فتح ہو رہے ہیں۔ لیکن ظلم و ستم کا نشان تک نہیں ملتا بلکہ لوگ مسلمانوں کے لیے ایسا بہ زندگی بسر کرنا پتہ کرتے ہیں۔ فوجوں کو حملہ آور ہونے سے پہلے تاقین و تائبہ کی جاتی ہے کہ خبردار ظلم نہیں کرنا۔ بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا، جو پیمانہ مانگیں ان پر تلوار نہیں چلائی۔ انسانوں کے کشت و خون تو دور کنارہ قصیوں اور پھیل دار درختوں تک کو نہیں کاٹنا، بلا ضرورت جانور قتل نہیں کرنا اور معنویہ علاقوں میں عدل و انصاف قائم کرنا یہی وجہ ہے کہ اس وقت سے آج تک تقریباً تمام ان علاقوں میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ گو حضرت عمرؓ خود کسی بھی جنگ میں شریک نہیں ہوئے لیکن تمام جنگیں ان ہی کی ہدایت اور حکم سے ہوئیں۔ وہ مدینہ میں بیٹھ کر تمام جنگوں کا جو پیکار وقت ایران، شام اور مصر میں ہو رہی تھی۔ جانکدہ پتے رہتے۔ غور و فکر کرنے اور ضروری احکام اور تدابیر پر اپنا تمام

مقامات پر پہنچتے رہتے جنگ کے ہر مقام سے ہدایت کے مطابق فائدہ
 خیر کے کر دیتے پہنچتے اور دیر سے احکامات کے کروا پس اپنے اپنے
 مورچوں پر پہنچتے۔ صاف ظاہر ہے کہ تمام اسلامی فوجوں کے دراصل سپہ سالار
 خود حضرت عمرؓ ہی تھے۔ جو دیر میں بھیج کر اپنی تازہ اور ہدایت کے مطابق
 فوجوں کو مختلف جگہوں پر ایک وقت لڑاتے تھے۔ پھر پھر نتیجہ ہی نکالتا ہے کہ
 تاریخ عالم میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس کی حضرت عمرؓ جیسے فارغ
 انسان کے اتنی قلیل مدت میں اتنے وسیع علاقے کو زیر کیا ہو اور پھر بہترین
 طریقے اور عدل و انصاف پر حکومت قائم کی ہو۔



نظام حکومت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں باقاعدہ منظم طریق سے حکومت کے تمام ضروری شعبوں کا آغاز ہوا۔ فتوحات وسیع پیمانے پر ہو رہی تھیں۔ جنگوں میں احکامات اور ہدایات برابر دینے سے پہنچ رہی تھیں اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکومت کا نظم و نسق پوری توجہ کے ساتھ سرانجام دیا۔

جمہوریت کی طرز حکومت | حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصل روح سمجھنے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ایک عام آدمی کو بھی حکومت پر نکتہ چینی کرنے کا پورا حق دے کر مساوات کا بے نظیر نمونہ پیش کیا۔ آپ اکثر نصیحت فرمایا کرتے کہ مجلسوں کو مخصوص نہ کیا کرو کیونکہ اس طرح خاص آدمیوں کی اپنی رائے عام لوگوں کی رائے سے الگ ہو کر تفریق کا نتیجہ بنا سکتی ہے۔ عام مجلسیں قائم کرنے سے آپس کی نفرتیں کم ہوتی ہیں۔ کیونکہ اختلاف کم اور اعتماد زیادہ ہوتا ہے۔

مجلس شوریٰ قائم تھی جس کے اعلیٰ ارکان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ مجلس تمام امور کا فیصلہ کرتی تھی اور فیصلہ بحث کے بعد اتفاق آراء یا اکثریت رائے سے کیا جاتا تھا۔ اگر بہت ہی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو اسے مجلس شوریٰ کی بجائے عام مجلس میں رکھا جاتا جس میں مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ تمام قبائل کے سردار ہوتے تھے۔

عام لوگوں کو بھی حکومت پر ہر طرح سے تنقید کرنے کا حق حاصل تھا تاکہ لوگوں کے تمام حقوق محفوظ رہیں۔ اور اگر کسی کو تکلیف ہو یا اختلاف کسی کوئی چیز دیکھے تو بلا خوف و خطر حاکم کے سامنے بیان کر سکے۔ یہ جمہوریت کی اصل روح تھی جو حضرت عمرؓ کے عہد میں حکومت کے تمام کاموں میں نظر آتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ لوگوں نے عورتوں سے عہد شکنی کا کافی اظہار کیا ہے اور یہ بات غریب لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہوگی تو آپ نے چاہا کہ ہر کی رسم ایک حد تک مقرر کر دی جائے تاکہ لوگ اس سے زیادہ ہر نہ دے سکیں۔ آپ نے یہ مسئلہ مسجد میں لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ اور اپنی شراعت بھی کہہ دی۔ فوراً ایک عورت کی آواز آئی کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ نہ

وَأْتِبْتُمْ إِحْدًا هُنَّ
قَطَاةً فَلَا تَأْخُذُ بَعْتُهُنَّ
نَبِيًّا .

اور تم نے ان بیویوں میں سے کسی کو قنطاریں نہ دے دیں تو اس میں سے کچھ بھی نہ لیں۔ (قرآن)

حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا: "بچہ تنگ عمر سے غلطی کی اور ایک عورت نے گناہ کیا سمجھا۔"

ایک مرتبہ آپ تقریباً فرار سے تھے کہ کسی درویش نے کہا: "اے عمرؓ خدا سے ڈرو" اور اس نے یہ فقرہ کہی "وقد فرأی اجماعاً من ربی" مجلس میں سے چند لوگوں نے اسے منع کیا کہ امیر المؤمنین کو کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا: "اسے کشتے دو" وہیں خوش ہوں کہ میری رسم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مجھے غلط راستے سے ہٹانے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔"

حضرت عمرؓ کے شمار میں مندرجہ ذیل گیارہ لوگوں کی تقسیم ہوئی :-

ملکی نظام

۱۔ کلمہ - (حضرت نافع بن عبد الحارث والی کلمہ)
 ۲۔ مدینہ - (امیر المومنین حضرت عمر رضی)
 ۳۔ شام - (والی: حضرت ابو عبیدہ رضی)
 ۴۔ جزیرہ

۵۔ بصرہ (والی: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی)
 ۶۔ کوفہ - (والی: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی)
 ۷۔ مصر - (حاکم: عیاض بن غنم)
 ۸۔ فلسطین -

مالی نظام

۹۔ خراسان -
 ۱۰۔ آذربائیجان -
 ۱۱۔ فارس -

ان تمام صوبوں میں کئی کئی اعلیٰ عہدیدار ہوتے تھے جن کا تقرر مجلس شوریٰ
 کے فیصلہ سے ہوتا تھا حضرت ابو بکر کے عہد میں بلازین کی تنخواہیں مقرر نہ
 تھیں کیونکہ لوگ اپنی خدمت کا عوضاً نہ لیتا تھا و تقویٰ سمجھتے تھے۔
 حضرت عمر نے سب سے پہلے اپنا وظیفہ مقرر کر دیا۔ پھر تمام حاکموں اور اعلیٰ
 عہدیداروں کی تنخواہیں مقرر کیں تاکہ وہ سہولت سے زندگی بسر کرتے رہیں
 اور تشدد وغیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔

کسی صوبے کے حاکم کے تقرر کے وقت اس سے عہدِ حلف و فاداری
 لیا جاتا کہ وہ تنگی دکھوڑے پر سوار نہیں ہوگا، باریکہ کپڑے نہیں پہنے گا،
 چھٹا ہوا کھانا نہیں کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہیں رکھے گا اور ضرورت
 مند لوگوں کے لئے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ اس کے علاوہ

دوای موعود پر کون اسی کے فراموشی اور چھٹی طرح سمجھنا کہ پیٹنٹ حاصل کرنے کے لئے عام لوگوں
 میں حاکم کے فراموشی کو وہ ضامنیت سے بڑا کر کے دینے کا حکم ہے اور اس کے لئے
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے کہ اس کے لئے اپنے
 کام کے لئے اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے
 ان کی خدمت سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے
 اس کی خدمت سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے

ایک مرتبہ شیخوں میں غلطی سے ایک مرتبہ شیخوں میں غلطی سے
 پہنچی کہ وہ باریک لیا میں پہنچی اور اس کے لئے وہ باریک لیا میں
 کر رکھا ہے۔ حضرت شیخوں میں غلطی سے ایک مرتبہ شیخوں میں غلطی سے
 ہیں اور اگر شیخوں میں غلطی سے ایک مرتبہ شیخوں میں غلطی سے
 کہ اس کے لئے اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے

مالی لکھنؤ

خبر ہے کہ وہ باریک لیا میں پہنچی اور اس کے لئے وہ باریک لیا میں
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے
 اپنے اختیارات سے بڑھ کر کام نہ کرے اور اس کے لئے اپنے

انہی مقررہ جوازوں کے حساب و کتاب کا جائزہ لیتے رہتے۔ اور ضروریات کے لئے خزانہ سے رقم ادا کرتے۔ وصولوں کے سالانہ خرچ کے بعد اگر کچھ رقم بچ جاتی تو وہ مرکزی خزانہ میں بھیج دی جاتی تمام مالی حساب باقاعدہ لکھا جاتا۔

حکومت کی آمدنی مختلف ذرائع سے ہوتی تھی۔ محصول اور ٹیکس مندرجہ ذیل بنی بنی و نسبت سے ہوتا تھا۔ بند و نسبت ارضی اور زمین بند و نسبت ارضی اور حضرت عمرؓ نے عراق کے تمام علاقوں میں زمین کی باقاعدہ پیمائش کروائی۔ یہ کام حضرت خدیجہ بن یمن اور حضرت عثمان بن حنیف نے کیا جو پیمائش اور حساب کے ماہر تھے۔ اس پیمائش شدہ زمین پر غیر مسلموں (ذمیوں) سے خاص حساب سے خراج وصول کیا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے بڑی احتیاط سے ذمیوں کی زمینوں پر خرچ کھوایا تاکہ لوگوں سے ان کی استطاعت سے زیادہ خرچ وصول نہ ہو۔ آپ نے ان خاص علاقوں میں لوگوں سے شہادتیں لیں۔ کہ ان پر خراج کے سلسلے میں ضرورت سے زیادہ بوجھ تو نہیں ڈال دیا گیا۔ عراق کے علاوہ ان دونوں علاقوں میں پیمانے دستور کے مطابق ہی خراج وصول ہوتا تھا۔

بند و نسبت ارضی سے اس میں کمی بیشی نہیں کی گئی تھی۔ جو غیر ملکی مال پر لی جاتی تھی۔ مسلمان تجارت کے لئے جب غیر مالک میں جاتے تو ان سے دس فی صدہ نہیں محصول لیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی غیر ملکی لوگوں سے جب وہ تجارت کے لئے عرب ممالک میں آئے دس فی صدہ (عشر) ٹیکس لینا شروع کیا۔ بعد میں عشر کو ایک نام تجارتی

ہیکس میں بیلی و یا اور مسلمانوں اور ذمیوں دونوں سے عقیقہ عقیقہ سے
 سے ہر مالی تجارت پر ہیکس وصول ہوتا تھا۔

۴۔ زکوٰۃ :- صاحب خلیفہ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول ہوتی تھی
 یہ ایک خاص نصاب (مقررہ) ہے ایک خاص تناسب سے لی جاتی تھی
 زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو مستحق کہا جاتا تھا۔ جو پوری تحقیق اور
 تصدیق کے بعد زکوٰۃ وصول کرتے۔ زکوٰۃ کے نصاب اور تناسب
 کی تفصیل اسی کتاب کے باب دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

۵۔ جزیرہ :- یہ وہ ہیکس تھا جو ذمیوں (غیر مسلم رعایا) سے ان
 کے جان و مال کی حفاظت کے عوض میں لیا جاتا تھا۔ اس میں بھی لوگوں
 کی استطاعت اور ہمت کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ شام و مصر کے لوگ
 زیادہ خوش حال تھے۔ اس لئے ان سے چار و بیار فی کس کے نصاب سے
 جزیرہ وصول ہوتا اور یمن کے لوگوں سے صرف ایک و بیار فی کس لیا جاتا
 سہولت یہاں تک تھی کہ صرف گمانے والوں سے جزیرہ لیا جاتا تھا۔ یمن
 اندھے، ایاہج وغیرہ اور غورگوں، بچوں اور بوڑھوں سے جزیرہ نہیں
 لیا جاتا تھا۔ بلکہ بعض نادار اور مفلس ذمیوں کی مدد بھی کی جاتی اور ان کا وظیفہ
 مقرر کر دیا جاتا۔

(۵) مال غنیمت :- مال غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کوفی میں کفار
 سے ہاتھ آئے۔ اس میں مال مویشی اور قیدی سب شامل ہیں جو مذاکرہ
 فیع ہوتا وہ ہاں کا مال غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ تقسیم ہوتا اور پانچواں حصہ بیاد
 میں مرکز ہی بیت المال میں بھیج دیا جاتا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمانوں یا ان تمام مسلمانوں (مسلمانوں) میں

حضرت عمرؓ نے جو افسر مقرر کئے ان کے لئے اس وقت کسی نگرانی اور کسی کو کسی کا نام پر یا کسی مال کی وصولی پر مقرر کر کے اس وقت اس کو ضرور داریوں کی وضاحت ضروری جاتی، اس کے ذمے دار اور جہاں تک اتنا نہ کہہ دیا جاتا کہ معلوم ہو سکے کہ اس شخص نے اپنے مقررہ کام کے لئے کیا کیا ہے اس کا طریقہ سے اپنے لئے کو کوئی مال جمع نہیں کیا ہے چنانچہ اس طرح رشوت وغیرہ کی گنجائش کے تمام امور کو روکا جاتا ہے۔

فوجی نظام آپ سے پہلے فوج کا قاعدہ نظام نہیں تھا۔ صرف اس کے وقت فوج کا رتبہ کرنا جاتا تھا۔ لوگ خود اپنے

اور کسی خاص مہم کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتے لیکن میں حضرت عمرؓ نے ایک باقاعدہ اور منظم فوجی نظام قائم کیا۔ اس کے عہد میں کسی جگہ ہر ایک وقت جگہ جگہ جاسی تھی۔ اس لئے نہ ہونے لگی کہ سرگرم رہتے ہیں فوج ہر وقت تیار رہے تاکہ ضرورت پڑے تو فوجی دستے حاضر ہو سکیں۔ حضرت عمرؓ نے فوجی نظام کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھتے ہوئے اسے منظم کر لیا۔

آپ نے اس سلسلے میں سارے ملک کی سرحدوں کی نگرانی اور تمام تقصیلات کو دیکھ کر اس وجہ کی نگہداشت فرمائی۔ خواہی ہو کہیں فوجیوں کی پالیسیوں اور فوجوں کے وظائف مقرر کئے۔ آپ کے انصاف کی حد یہ تھی کہ خواہ دار لوگوں کے غلاموں کی بھی اس کے مالکوں جتنی عزت تھی۔ مقررہ کر دیں۔ چاہیں ان کے غلاموں کی رائے میں کہنا اور ان سے بھی ملنا تھا۔ خدمت کے اعتبار سے فوجیوں

Marfat.com

فوج باقاعدہ نظم و نسق کے ساتھ لڑتی اور پتہ پتہ وغیرہ کی نوبت نہ آتی تھی۔ بہر حال فوج میں خزانچی، مترجم، طبیب، جراح، محاسب اور جاسوس رکھے جاتے۔ جاسوسوں کا کام زیادہ تر زمینوں سے لیا جاتا تھا۔

مختلف جگہوں پر فوجی مرکز قائم تھے۔ بڑے بڑے فوجی مرکز مدینہ، کوفہ، بصرہ، فسطاط، مروصل، حمص، دمشق، اردن اور فلسطین میں تھے۔ ان کے علاوہ اور کئی مقامات پر فوجی چھاونیاں قائم تھیں۔ ہر بڑے مرکز میں کم از کم چار ہزار گھوڑے رکھے جاتے۔ مرکزوں اور چھاونیوں کے قریب چراگاہیں بنائی گئیں۔ بہر فوجی گھوڑے کی ران پر ہمیشہ فی سبیل اللہ کا نشان داغ دیا جاتا۔

جنگ سے پہلے سورہ انفال سنائی جاتی۔ حملہ کے وقت تین بار "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا جاتا۔ پہلے نعرے پر فوج صفیں اور ترتیب ٹھیک کر لیتی۔ دوسرے پر تیار ہو جاتی اور تیسرے پر حملہ کر دیتی۔ لڑائی میں تلوار، تیر، نیزہ، قلعہ شکن، مہلیق اور دبا پرکھا استعمال ہوتا۔ جنگ میں عورتیں اور بچے پانی پلانے پھرتے۔

حکامہ عدالت بھی حضرت عمرؓ کے عہد حکومت

عدالت

میں معرض وجود میں آیا۔ عدالت کو سارا القضاہ

کہا جاتا تھا۔ جو ہر شہر میں قائم تھی۔ مدینہ میں عدالت مسجد نبوی میں قائم تھی۔ اور باقی شہروں کی عدالتیں بھی مسجدوں

میں پھٹھا کرتیں اور تمام احکامات اور فیصلے وہیں سنائے جاتے۔ لیکن سزا سجد کے باہر کسی جگہ نہ دی جاتی جہاں عام لوگ عبرت حاصل کر سکیں۔

عدالت کے سامنے امیر اور غریب سب یکساں تھے۔ قانون کی گرفت سے کوئی اپنی امارت یا ٹیپے کی بنا پر بچ نہیں سکتا تھا۔ حاکم مجرم ہوتا تو اسے بھی سرعام سزا دی جاتی۔ یہاں وہ چھٹھا کہ مساوات کا دائرہ سب کے لئے یکساں تھا۔ اور پڑے سے پڑا حاکم بھی عدل و انصاف کو اتنے سے نہیں چھوڑتا تھا۔ ایک مشہور حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ سے پوچھا کہ اگر آپ حاکم ہوں اور میں کسی شخص کو لٹایا پوری کرتے دیکھوں تو آپ کیا کریں گے؟ حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا۔ آپ کی یہ شہادت صرف ایک مسلمان کی شہادت کے برابر ہے جیسا کہ ہے۔

امیر المومنین نے فرمایا آپ نے بالکل سچ کہا ہے۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ فرمایا کرتے کہ شکایت یا الزام لگانے وقت لوگ خوب سوچ لیا کریں کہ وہ غلط الزام تو نہیں لگا رہے۔ ورنہ الزام ثابت نہ ہو سکتے ہیں یا شہادت نہ دے سکتے ہیں الزام لگانے والے سزا سے مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ ایک دفعہ یہی معزز صحابہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت فضیلؓ اور حضرت نافعؓ نے حضرت عمرؓ سے الزام لگایا۔ جب تم ثابت نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے انہوں کو سزا دی اور توبہ کرائی۔

حضرت عمرؓ نے اعلان کیا اور سنگین قسم کے جرموں میں
 رجم سنگسار کرنا، پتھر مارنا، کی سزا بھی دی۔ آپ نے ایک مرتبہ
 اپنی تقریب میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا دی تھی۔ اس
 لئے ان کے بعد ہم بھی یہ سزا دیتے ہیں۔

آپ نے اس کلمہ نظر سے کہ تاعنی اور حج رشتہ وغیرہ کے
 فعل سے پکے رہیں، قاضیوں کی بستی پٹی تخراب ہیں مقرر کریں۔
 حضرت مسلمانوں میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت شرح بنیؓ کی تخراب ہیں
 پانچ بائیس سو درہم ہزار تھا اور حضرت امیر معاویہؓ کی تخراب
 ایک ہزار درہم ہزار تھی۔ عام طور پر قاضی ان لوگوں میں
 سے لئے جاتے جو خوش حال ہوتے تاکہ لپیچ سے بچ کر مقدمات
 کے فیصلے کر سکیں۔

ہمکنہ تھی عدالت سے متعلق ہی تھا جو مشکل اور
 پیچیدہ تھی مسائل کے تحقیق اور حل و جواب
 کے سلسلے میں قائم کیا گیا تھا۔ اس میں فقہاء صحابہ کی ایک خاص
 جماعت رکھی گئی تھی جس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت
 معاذ بن جبلؓ، حضرت عبدالرحمنؓ، ابوہریرہؓ، حضرت ابن کعبؓ،
 حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابو داؤدؓ
 جیسے ممتاز ارکان شامل تھے۔

حضرت عمرؓ نے اس محکمہ میں ہمیشہ معاملات اور مسائل کا حل اس
 طرح کروایا کہ اختلاف باطل نہ ہو تاکہ مثل صورت میں کسی کو وقت پیش
 نہ آئے۔ مسائل حل کر کے باقاعدہ کر کے جانتے اور تشریحی صورت

میں ہی باہر کے حکمرانوں کو دیکھ کر دیکھتے تھے تاکہ احکام کی اشاعت
اچھی طرح ہو جائے۔

پولیس کا حکمہ صرف کے حکمہ سے علاوہ تھا۔
حکمران پولیس | ملک میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ دار تھا۔

اس حکمہ کے اعلیٰ افسر کا نام صاحب اور اس کے ذمہ داروں کو
کے ذمہ انتظامیہ کا حکم بھی تھا۔ کہ وہ خیالی نہیں کہ وہ جان دار اور
تیار رہتا ہے۔ لوگ ناپ تولیوں کی نہ کریں اور لوگوں کو پہنچا دیتے۔
زیادہ لڑائی نہ لڑیں۔ اور انہیں نہ پہنچے اور نام نہ لگے۔ یہ سب
کے حکمرانوں کے ہوتے ہیں۔ اس کا نوعیت کے اور بھی کام ہیں۔
جو عام لوگوں کی سہولت اور مفاد کے لئے کرتے ہیں۔ اس کا نام
پولیس کے ذمہ ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے عہد سے پہلے جیل کا مدار نہ تھا۔ آپ نے باقاعدہ
جیل خانے بنوائے۔ سب سے پہلے جیل خانہ اور میں قائم کیا گیا۔ پھر
ابھی تمام شہروں میں بنوائے گئے۔ جیل خانوں کی سربراہی حضرت عمرؓ کے
ہی مشورے کی۔ انہیں نقشبندی کو اس لئے ایک عہدہ میں بلا دیا گیا۔
بھیج دیا گیا کہ اس لئے کوئی پارسی بنائے اور قاضی کے لئے بھی
لی تھی۔

حضرت عمرؓ نے جیل خانوں کو تعمیر کروانے کا حکم دیا۔
تعمیر جیل خانوں | انہوں نے جیل خانوں کو بنانے میں
میں بھی حصہ لیا۔

لیکن یہ سب ذیل میں
تعمیر اور ترمیم کے کاموں کے لئے انہوں نے جیل خانوں کو
بنائے۔

میں عورت اور مرد یکساں سزا کے مستحق تھے۔ قاتل کو قتل کیا جاتا
 نہ ختم کے بدلے نہ گناہ چاہتا۔ اور ایسی ہی دوسری نکال پھینکا جا رہا
 لیا جاتا تھا۔

۲۔ خراب پینے پر انہی کوڑے مارنے کی سزا بنائی گئی۔
 ۳۔ دھوکے سے کسی کو قتل کرنے پر تمام دھوکہ دینے والے قتل
 کئے جائیں۔

۴۔ بار بار سزا ملنے اور بار بار ٹوپہ کرنے پر بھی اگر کوئی شخص سخت
 جرم کا مرتکب ہو تو معاشرے کی بھلائی کے لئے اس شخص کو جلا وطن
 کر دیا جائے۔

۵۔ نجات لگانے والے اگر الزام ثابت نہ کر سکیں تو انکا نہیں سزا
 ملے گی۔

سین بھری کا اجراء | عمر فاروقی سے پہلے تاریخ کا کوئی باقاعدہ
 حساب نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے محسوس کیا
 کہ کسی ایک ہی سن اور تاریخ کے حساب سے ملک کے تمام امور و
 نظام چلانے جائیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس تاریخ کو کون سا کام ہوا۔
 چنانچہ آپ نے بھری کے نام سے سن قائم کیا۔ جس کی
 نسبت بھرتا دینہ سے ہے۔ اور بھرتا کے دن سے تاریخ کا شمار
 کیا جانے لگا۔

ترقی علوم و فنون | حضرت عمرؓ نے اعلیٰ اور ابتدائی دونوں قسم
 کی تعلیم عام کر دی تاکہ سب لوگ استفادہ
 کر سکیں۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے لئے آپ نے در سے قائم کئے

جن ہیں آزاد اور غلام بچوں کی نفرتی نہ تھی بلکہ سب ایک ہی تعلیم یافتہ تھے
تعلیم کے ساتھ ساتھ مروجہ فنون کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ ان مدرسوں
میں پڑھانے، لکھانے اور فنون سیکھانے کے علاوہ علم ہنر
کئے۔ صحیح بخاری میں ذکر ہے :-

”حضرت ام سلمہؓ نے معلم کتاب (لکھوانے کا استاد) کے
پاس کھلا بھیجا کہ میرے پاس چند ان لڑکوں کو بھیج دو جو
ان صاف کرنے اور پھیلانے کا کام جانتے ہوں لیکن آزاد
لڑکوں کو نہ بھیجے گا۔“

عربی زبان کی اشاعت بھی عام تھی تاکہ غیر عرب علوم اسلامیہ آسانی
سے سیکھ سکیں۔ دوسرے ممالک مثلاً ایران اور شام وغیرہ
کے لوگ مدینہ آتے اور کافی عرصہ ٹھہرتے۔ ان کی زبان عربی ہو جاتی
تجارت و پیشہ پیمانی پر ہونے لگتی، جس سے لوگ ایک دوسرے کے
ملک میں آئے جاتے اور اسی طرح عربی زبان غیر عرب بھی سیکھنے لگے۔
حضرت عمرؓ نے عرب سے باہر ممالک میں اسلامی سفارت خانے قائم
کئے۔ ان سے بھی عربی زبان کی اشاعت ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے ہر قسم کے فن جاننے والوں کے نام لگا کر ان کو
ویا تاکہ عام لوگ ایسے لوگوں کے تعلیم حاصل کرسکیں۔ آپ نے ایک
مجلس قرار عمدہ طریقی پتھرا کی پڑھنے والی مباحثت قائم کی جس میں
حضرت عمرؓ خود بھی شامل تھے۔ اور وہ اس سے پہلے اللہ صاحب
بھی۔ معلم عمر کے اعتبار سے نہیں بلکہ علم اور ذہنی دستوں کے
اعتبار سے مقرر کئے جاتے تھے۔

اسی لئے حضرت عبدالرحمن بن عباسؓ جو ابھی کم سن تھے اور صحابہؓ کے بچوں
 کی عمر کے برابر تھے اپنی علمی قابلیت اور تفہیمت کے لحاظ سے مشہور
 تھے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ایک مہر اور علیل القدر صحابی
 تھے ان کی شاگردی قبول کی چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ خود فرماتے ہیں
 کہ میں ہاجرین کے چند آدمیوں کو جن میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ
 بھی تھے پڑھایا کرتا تھا۔

علمی مجالس میں علم تفسیر اور فقہ کا خوب تذکرہ ہوتا تاکہ ان علوم
 کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔ ایک مرتبہ قراء کی مجلس میں حضرت
 عمرؓ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ سورہ بقرہ کی کیا تفسیر ہوگی بعض خاموش
 رہے اور بعض نے جو جواب دیا وہ قسلی بخش نہ تھا۔ ابن عباسؓ بیٹھے ہوئے
 تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا اس سورہ میں
 اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو آپ کی وفات کی خبر دی ہے کہ جب اس
 کی خبر آوے گی سے کلمہ پڑھا جائے۔ تو کچھ بیٹھے کہ آپ کا مقصد نبوت
 پورا ہو گیا پھر آپ اللہ کی حمد و ثنا اور استغفار کیجئے حضرت عمرؓ نے
 فرمایا یہ صحیح تفسیر ہے میں آپ سے متفق ہوں۔

فقہ کسی چیز کے معنی اور جاننے کو کہتے ہیں۔ یہی اصطلاح میں
 فقہ و پیمانے اس علم کو کہتے ہیں جس سے دین کی صحیح معنی و اذقیف اور
 معلومات حاصل ہوں۔ اس علم سے مذہبی مسائل کو حل کرنے کے لئے
 سب سے پہلے قرآن سے حکم و صورت لیا جاتا ہے، اور اگر وہاں سے
 کوئی بات یا اشارہ معلوم نہ ہو سکے، تو پھر سنت رسول اللہؐ
 کی عملی زندگی سے اس مسئلے پر کوئی وضاحت معلوم کی جاتی ہے

کرنے اور ان کی دیکھ بھال کے لئے محکمہ زراعت قائم کیا لیکن
 بعض نہریں محکمہ زراعت کے تحت نہ تھیں۔ مثلاً نہراہی موسیٰ
 سب نہروں سے چھوٹی تھی۔ اور صرف بصرہ کے لوگوں کو پانی سبیا
 کرنے کے لئے بنوائی گئی۔ یہ نہر دریائے وادی سے نکالی گئی تھی اور
 کل زویل میں تھی۔ نہر معقل بھی اسی علاقے میں زراعت کے لئے
 کھدوائی گئی۔ کوفہ میں سعد بن ابی وقاص حاکم کوفہ نے ایک نہر
 بنوائی۔ نہر امیر المومنین سب سے بڑی تھی۔ یہ نہر دریائے نیل سے
 نکال کر بحیرہ قلزم میں ڈالی گئی۔

ذمیوں کے حقوق | امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اپنی حکومت
 کی غیر مسلم رعایا سے اتنا عمدہ سلوک کیا
 اور ان کے حقوق کی اس طرح حفاظت کی کہ آپ کے بعد آج تک
 ویسی مثال قائم نہیں ہو سکی۔ آپ ہر علاقے کے حاکم کو متنبہ کرتے
 کہ ذمیوں کا خاص خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ تم ان پر سختی کرو اور
 وہ تمہیں بد عمد اور ظالم سمجھ کر بغاوت پر آمادہ ہو جائیں بلکہ جب
 کبھی کسی علاقے سے کسی قسم کے نقص امن کی خبر ملتی تو آپ وہاں کے
 چند مشیر مسلمانوں کو دہریئے بلا کر پوچھتے کہ کیا بات ہے، جو وہاں
 نقص امن واقع ہوا ہے؟ کیا تم لوگ ذمیوں پر زیادتی کرتے ہو۔
 کیا تم غیر مسلم رعایا کے حقوق ادا نہیں کرتے؟ آپ پوری تحقیق کرتے
 اور مناسب تدارک روائی کے لئے حکم دیتے۔ امیر المومنین کو ذمیوں
 کا اتنا خیالی رہتا کہ وفات کے قریب آئندہ ہونے والے خلیفہ
 کے نام مندرجہ ذیل وصیت فرمادی :-

”نہیں اس کو رخصتہ وقت کو، ان لوگوں کے حق میں وصیت
 کرتا ہوں جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے۔ کہ ان
 سے کیا ہوا عہد پورا کیا جائے اور ان کی رہبری
 کی، خاطر لڑا جائے اور ان کو ان کی استطاعت سے
 زیادہ تکلیف نہ دی جائے“

ذمیوں پر جذبہ کی رقم ان کی معاشی حالت کے مطابق مقرر کی جاتی
 شام اور صبح کے ذمی زیادہ خوش حال تھے۔ اس لئے ان سے چار چار
 دینار فی کس کے حساب سے جرید لیا جاتا۔ اس کے مقابلے میں یمن کے
 غیر مسلم متوسط درجہ کے تھے۔ اس لئے ان سے ایک ایک دینار فی کس لیا
 جاتا یہی نہیں بلکہ صرف ان ہی ذمیوں سے جرید وصول ہوتا جو کمانے کے
 قابل تھے۔ بیکار، اندھے، ابلہ وغیرہ، غورقوں، بچوں اور پورصوں سے
 جذبہ نہیں لیا جاتا تھا۔ حدیث میں ہے کہ ان نادار اور مفلس ذمیوں کی سرکاری
 خزانہ سے مدد کی جاتی تھی۔ جن کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا ایسے
 لوگوں کو گھر بیٹھے رخصتہ ملتا تھا۔

ذمیوں کو مذہبی معاملات میں پوری آزادی تھی کہ وہ اپنے
 عقیدے کے مطابق رسومات پوری کریں۔ لیکن ذمیوں کی ایسی رسوم
 جن سے اسلام کی اعلانیہ قوانین ہوتی ہو، ممنوع قرار دی گئیں۔ مثلاً عورتوں
 و آتش پرستوں کی عورتوں سے نکاح کر لینے سے منع فرمایا۔
 اعلانیہ ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

معاشرتی زندگی میں ذمیوں کا مساوی لحاظ رکھا جاتا تھا۔ وہ
 اسلامی معاشرے میں اپنے آپ کو بے عزت نہ سمجھیں گے۔

کی جائز اور حلال چیزیں آپس میں لینے دینے صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ
 حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کے گھر سے پانی مشکوٰۃ کو منو کیا یہ
 ان لوگوں کے لئے نہیں تھا جو اہل کتاب ریبود و نصاریٰ سے استہمال
 شدہ چیز سے بچنا چاہتا ہے۔ عام زندگی میں مسلمان ذبیہوں کی
 عبادت گزار ہیں چلے جلتے تھے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔
 چونکہ ان میں تسمیہ نہیں تھی ہوتی تھیں۔

ذبیہوں سے کہہ رہے ہیں مسلمانوں کا عہد ہوتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی
 حنا لگاتے ہیں اور ان کے دوسرے لوگوں سے کبھی جو عہد طے پاتا مسلمان
 سے بچنا کہتے تھے کہ ان کے دنوں میں اگر کسی دشمن سے دشمن شخص
 کو کبھی ایک نصرانی سپاہی ان سے دیتا تو عام مسلمان اس عہد کو
 بے قرار کرتے۔ عراق کی عجم پر سب ابو عبیدہ ^{تفنی رضی اللہ عنہ} نے فتح کے ساتھ تمام
 عراق میں مقرر کیا۔ اور انہیں شکست دی تو ایما یوں کی
 اس فتح کا سبب سالار جاپان ایک نصرانی سپاہی کے ہاتھوں
 سے قتل ہوا لیکن جاپان نے بڑی جلال اور شہادت سے مسلمان
 سپاہی کو اپنے بڑے عہدے کا عہدہ دیا اور وہ جوان غلام عودانہ وہ
 سپاہی سے ان کے لیے لی جب جاپان ابو عبیدہ کے ساتھ پیش ہوا تو
 انہوں نے کہا کہ چونکہ ایک مسلمان نہیں ان کے چپکے اس
 لئے آپ تمہارے اوپر سختی نہیں کی جا سکتی چنانچہ جاپان کو
 حنتا لگتے سے واپس بھیج دیا۔

آن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 آمد کے وقت تمام دنیا میں غلامی کا رواج تھا

میں اس قدر وسیع پیمانے پر پھیلی چکا تھا کہ ایک دم ختم کر دینا ایک غیر فطری اور غیر قدرتی بات تھی۔ اسلام نے آکر تمام انسانوں کو انسانیت پرستی کی حیثیت واضح کر دی۔ کہ تمام انسان مساوی مخلوق تھے۔ یہی سبب ہے کہ انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرے بشرطیکہ وہ امن و امان کی زندگی بسر کر رہا ہو۔ اور دوسرے پہلی اس سے امن میں رہیں۔ کسی شخص کو دوسرے پر ظلم کرنے اور اس کے ذاتی حقوق چھیننے کا حق حاصل نہیں۔ اگر کوئی شخص یا قوم دوسرے لوگوں پر ظلم کرے تو اللہ کے بندوں کو حق ہے کہ اس شخص یا قوم کو سختی سے ظلم سے روک لیں۔ اور مظلوم لوگوں کو اپنی حقانیت میں سے لیں۔ مختصر یہ کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں امن قائم کر سکیں۔ لیکن اللہ یہ نہیں کرتا کہ بلا کوشش اور توجہ حکومت کسی کے ہاتھ پکڑا دے بلکہ وہ اس پر بھروسہ کرنے والوں اور ہمت کرنے والوں کی مدد ضرور کرتا ہے۔ یہ ہے اسلام کا نظریہ حکومت و امان کے سلسلے میں۔

آنحضرتؐ نے فلاہوں کے ساتھ وہ عوارہ صلاک کیا کہ وہ دنیا کی مثال شاید وہاں قائم نہیں کی جاسکتی۔ آپ اکثر غلام خرید کر آزاد کر دیتے۔ دوسرے مسلمانوں کو بھی ہدایت کہتے تھے کہ غلام کو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں "مکاتیب" آزادوں کا ایک طریقہ قائم ہوا۔ یہ طریقہ قرآن نے لوگوں کو سکھایا تھا کہ غلام سے ایک ماہہ لکھوا لیا جائے کہ وہ مقررہ مدت میں ایک ماہہ لے کر آئے اور اگر دسے اور اس کے بعد وہ آزاد ہوگا۔ بہر کیف آنحضرتؐ اور

دوسرے کئی صحابہؓ نے بلا معاوضہ غلام خرید خرید کر آزاد کئے۔ حضرت
 زید بن حارثہؓ غلام کی حیثیت سے حضرت خدیجہؓ کے پاس تھے۔ نکاح کے
 بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے لے کر ان کو آزاد کروایا۔ اور اپنا
 مشیقہ (مہر بولا پٹیا اسے پالک) بنا لیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے زید سے
 اس قدر عمدہ سلوک کیا کہ جب آپ نے انہیں اپنے اصل والدین کے
 پاس چلے جانے کی اجازت دے دی تو زید نے جانے سے انکار کر دیا
 اور آنحضرت ﷺ کے گھر میں ہی رہنا پسند کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سلسلہ
 میں حجۃ اوداع کے موقع پر جو خطبہ دیا۔ اس میں بھی غلاموں سے عمدہ سلوک
 کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا۔

و غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلانا، جو خود

پینو وہی ان کو پہنانا، ان سے کوئی

غلطی ہو جائے تو درگزر کرنا، یا ان

کو جدا کر دینا، وہ بھی اللہ کے

بندے ہیں۔ ان کے اوپر سختی روا

نہ رکھنا، نہ عربی کو عجمی وغیر عربی (بجہ

فضیلت سے۔ نہ عجمی کو عربی پر سبب

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تمہارے

کسی بھائی کی کوئی چیز تمہارے لئے

اس وقت تک حلال نہیں ہے جب

تک وہ رعنا مکدی سے نہ بخشے۔

آنحضرتؐ کے یہ الفاظ تمام انسانوں پر ایک عظیم احسان ہے۔ بشرطیکہ کوئی سمجھنے کی کوشش کرے۔ صحابہ کرام آپ کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ اگرچہ فلامی کو بالکل ختم نہ کر سکے لیکن آپ کی یہ سٹی بہر حال اتنی کامیاب ضروری ہوئی کہ فلامی کو حالات کے ساتھ ساتھ کم سے کم کر دیا۔ آپ کے عہد میں بعض لوگ مکاتبت کے قرآنی حکم کو جوہر (لازمی ضروری) نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن آپ نے سختی کے ساتھ حکم دیا کہ فلامیوں کے ساتھ مکاتبت کی جائے۔ چنانچہ امیر المومنین نے حضرت انسؓ اور ایک جلیل القدر صحابی کو ورسے لگائے کیونکہ انہوں نے اپنے غلام سے مکاتبت کرنے سے انکار کیا تھا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے کئی غلاموں کو اعلیٰ عہدوں اور بائبل مرتبوں پر فائز کیا تاکہ ان میں احساس کہتری ختم ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو دوسروں کے برابر سمجھیں۔ اسی نقطہ نظر سے حضرت عمرؓ نے آزاد اور غلام لڑکوں کو اکٹھی تعلیم دینے کا بندوبست کیا۔

آپ نے لاوارث (اولاد لفظہ) بچوں کے لئے قانون بنا دیا کہ وہ آزاد ہیں۔ اور ان کا غلام بنانا حرم ہوگا۔ پھر ایسے بچوں کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام بھی کر دیا۔ یہ قانون بنا کر آپ نے ایسے مظالم بچوں پر بہت بڑا احسان کر دیا اور لاوارث بچوں کو غلام بنانا بڑا آسان کام تھا۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں کئی نئی آبادیاں قائم ہوئیں جہاں اہل عرب جا کر آباد ہوئے۔ چونکہ حضرت عمرؓ عمر بن اسلمؓ کی فوج کی صحت اور زندگی کا خیال رکھتے تھے۔ اس میں سے آپ

آبادیات

حکیم دیکھتے کہ نئی آبادی یا شہر قائم کرنے سے پہلے اس جگہ کی آب و ہوا کا جائزہ لیا جائے اور جو جگہ عربوں کے مزاج کے موافق ہو اور مرکز و مدینہ سے وہاں تک پہنچنے میں راستہ دشوار گزار نہ ہو وہاں شہر قائم کر کے سکونت کی جائے۔ بہت سی نئی آبادیوں میں سے مندرجہ ذیل بہت مشہور ہوئیں۔

بصرہ - یہ شہر کادسیہ کی مشہور جنگ کے بعد ۱۲ھ میں عراق

اور عرب کی سرحد پر مشہور بن گیا۔ مروان نے امیر المومنین حضرت عمر کے حکم سے آباد کیا۔ شروع میں خصوصاً سے مسلمانوں نے سکونت اختیار کی۔ ایک مسلمان میں جب عراق میں ہی وہ شہر کو آباد ہوا تو اس کے ساتھ ہی بصرہ کی آبادی بھی جلدی سے بڑھنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا فوجی اور تجارتی مرکز بن گیا۔

کوفہ - عراق کے اکثر علاقے اہل عرب کو اس نہ آئے۔ اس کی صحت کرنے لگی۔ ۱۳ھ میں حضرت عمر کے حکم سے مسلمان اور

حذیفہ رضی اللہ عنہما کا قریب پایہ تخت اس کے دو اہل ہوئے۔ اور عراق میں دریائے فرات کے مغربی کنارے کی طرف ایک ایسی جگہ تلاش کی جس کی آب و ہوا عربوں کے لئے مناسب تھی۔ اس جگہ کو کوفہ شہر آباد کیا گیا۔ اس کے درمیان میں ایک جامع مسجد بنوائی گئی جس میں چالیس ہزار آدمی نماز پڑھ سکیں۔ تمام مکانات اینٹ اور گارے سے تعمیر ہوئے۔ کشتادہ

سڑکیں بنوائیں۔ جامع مسجد کے قریب ہی بیت المال بنا اور ساتھ ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابی وقاص حاکم کوفہ کا مکان "قصر سعد" کے نام سے تعمیر ہوا۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک بڑا سا بیان بنوایا جس میں اہل ان کے

شاہی عملات میں سے لائے اور شہر پتھر کے عسکریوں کو اس کے گرنے سے اس شہر کی
تعمیر میں حضرت عمرؓ نے خاص دلچسپی دکھائی اور شہر کی تعمیر اور اس کے عمارتوں کی تعمیر میں ایک
عمالی نشان اور مشہور و معروف شہر کی حیثیت اختیار کر گیا۔

فسطاط یا فسطاطا کہہ۔ ایک مصری یا یونانی کا مشہور و معروف شہر کہتے
و قسطنطنیہ اسلامی فوجوں نے اس کے مشرقی کنارے کی طرف حملہ کیا اور
یہاں تعمیر کیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہاں یونانیوں کو گرنے سے روکا۔

اس شہر میں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا جہاں بہت زیادہ مصری فوجیں آئی
ہو چکی تھیں۔ اسلامی فوجوں نے ان کا ٹرے ہی ٹھہری کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے
دیکھا کہ ان کے پیچھے ایک کھنڈی بنا رکھی ہے۔ آپ نے کہا

میرے پیچھے کو منت آ کر اور اسے پونہ پونہ چھوڑ دینا کہ اس میں ہمارا ایک
عہدہ ہے۔ چنانچہ پونہ پونہ چھوڑ کر اس شہر کو چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد یہ
فوج گرنے کے بعد حضرت عمروؓ کے حکم سے شہر میں عمارتیں بنائیں۔

میدانوں میں چاروں طرف چھوڑا گیا ایک شہر آباد کیا گیا اور نام فسطاط رکھا
مصری زبان میں فسطاط ایک بڑے بچے کو کہتے ہیں جو کہ یہ شہر اس میدان
سے بنا گیا تھا کہ ایک مصری اسلامی فوجیوں نے ایک ایسی عمارت بنائی

اس لئے اس شہر میں اس عمارت کو فسطاط کہنے لگے اور اس کے بعد اس کا نام
بن گیا۔ بعد میں اس شہر کو قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ
سے پکارنے لگے۔

قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ میں آباد کیا گیا اور قسطنطنیہ میں آباد کیا گیا
جو کہ یہ شہر مشرقی افریقہ اور اسی کے نام سے مشہور ہے اور اس کا نام
ملا تھا۔ اس لئے یہ نام رکھا گیا۔ حضرت عمروؓ نے یہاں ایک عمارت بنائی

تعمیر کروایا۔ یہاں پہلے ایک چھوٹا سا گاؤں آباد تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس گاؤں کو ایک بڑے شہر میں بدل دیا جائے۔ شہر میں ایک بڑی جامع مسجد بنوائی گئی۔

چیزوں نے یہ شہر بھی فتح اسکندریہ کے بعد ساحلی علاقہ پر تعمیر کروایا گیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حفاظت کی خاطر یہاں کچھ فوج بھروسہ دی تاکہ سمندر کی طرف سے رومی حملہ آور نہ ہو سکیں۔ سلطان نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے یہاں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کروایا گیا۔ جگہ ساحل کی وجہ سے دل کش منظر پیش کرتی تھی اس لئے ان کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی۔

خدمتِ دین

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صرف ملکی فتوحات ہی نہیں ہوئیں بلکہ مذہبی خدمات بھی نہایت وسیع پیمانے پر سرانجام دی گئیں۔ اشاعتِ اسلام، درسِ قرآن، حفاظتِ حدیث، فقہی مسائل کا حل اور اسلامی تعویذ کا کام نہایت سرگرمی اور اٹھماک سے کیا گیا۔ ان کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں :-

اشاعتِ اسلام | حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس جوش و خروش، دلچسپی اور شوق سے اشاعتِ اسلام میں حصہ لیا، وہ

اپنی نظیر آپ سے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے عہدِ خلافت میں بہت زیادہ لوگ مسلمان ہوئے۔ اشاعتِ اسلام صرف اسلامی اخلاق کے عملی مظاہرہ

پر مبنی تھا اور اس سلسلے میں غیر مسلموں پر خود یا غیر سنی نہیں کی جاتی تھی۔
 بلکہ غیر مسلموں کو پوری آزادی دے کر ان کی تمام مذہبی رسومات اور
 عبادت کی حفاظت کی جاتی۔ وہ لوگ مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق و عادات
 دیکھ کر دیکھ کر گمراہ ہو جاتے اور اسلام کے آتے۔ مسلمان جس نئے
 ملک یا علاقے میں جاتے، وہاں کے غیر مسلم لوگ ان سے اس قدر متاثر
 ہوتے کہ سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں آگئے مسلمان ہو جاتے۔
 جنگ قادیسیہ کے بعد چار ہزار غیر مسلم فوج نے اسلام قبول کیا۔
 شہر کولہ کے بعد بہت سے امرا اور دوسرے لوگ حلقہ اسلام
 میں آگئے۔ مصر میں دو ہزار مصری سیک وقت اپنے رئیس کے ساتھ اسلام
 لائے۔ الفرس حضرت عمرؓ کی آنحضرتؐ کا دلہنہ بنتی تھی مسلمان
 ہوئے اوصاف کا یہ درخشاں نمونہ بن گئے۔ جس کی شہادتیں بڑی بڑی تھیں
 پھر دوسرے دراز ملکوں تک پھیل گئیں۔ اور کفر و جاہلیت کی تلخیں آپ
 سے آپ مٹ گئیں۔

حضرت عمرؓ کو قرآن مجید سے کس قدر نسبت
 اور شرف تھا یہ اس بات سے ظاہر ہے کہ

آپؐ کے اصرار سے عہد صدیقی میں قرآن مجید کتاب کی شکل میں لکھا
 گیا۔ قرآن کی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس
 لئے حضرت عمرؓ نے ہر مسلمان سے اس قرآن کا انتظام کیا۔
 تمام عربوں اور حفاظ قرآن کی مسئولیتیں مقرر کیں۔ عرب سے
 باہر اسلامی ممالک میں بھی قرآن کی تعلیم کا خاصہ گزارہ انتظام کیا۔
 اس سلسلے میں حضرت مساف بن جبلؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ اور

حضرت ابوالدرداء کو جو تینوں صحابہ اور حفاظِ قرآن تھے شام میں بھیجا جانے لگا۔
تقریباً ہی عرصہ میں قرآن مجید کی تعلیم اس قدر وسیع اور عام ہو گئی
کہ بہت سے لوگ حفاظ ہو گئے۔

حفاظتِ حدیث | امیر المومنین حضرت عمرؓ نے حفاظتِ حدیث

کے سلسلے میں بھی خاطر خواہ انتظام کر دیا۔ آپ
نے درسِ حدیث کے لئے بہت سے معلمین باہر ممالک میں بھیجے، لیکن
اس بات کا خاص خیال رکھا کہ لوگ حدیثِ روایت کرنے میں ذرا بھر
غلطی نہ کرے۔ چنانچہ آپ عمرِ رادی سے اس کا ثبوت مانگتے اور فرماتے
کہ اگر تم نے فلاں روایت کا ثبوت نہ دیا تو ہمیں سزا ملے گی۔ ثبوت
سننے پر آپ فرما دیتے کہ مجھے بدگمانی نہ تھی بلکہ صرف اپنی تسلی کے لئے
تصدیق مانگی تھی۔ بہر حال آپ کثرتِ روایت کو بھی پسند نہ کرتے تھے۔
تاکہ لوگ احتیاط سے کام لیں۔ آپ کے عہد میں جب کوئی معلم دوسرے
کو لکھا میں جہانے کے لئے روانہ ہوتا تو آپ اسے نصیحت کرتے کہ خرد را
کہیں تم واپس قرآن کی جگہ درسِ حدیث کو ترجیح دینے لگو۔ حضرت
ابوالدرداء جو ایک صحابی تھے۔ اور روایتِ حدیث میں سب صحابہ سے
پیشوا پند تھے، ہمیشہ حضرت عمرؓ سے خوف کھاتے اور کثرتِ روایت سے
اجتناب کرتے۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت
ابو ہریرہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ عہدِ فاروقی میں بھی اس طرح کثرت
روایت کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: "اگر میں اس وقت بھی
ایسا کرتا تو یقیناً اس سے کھاتا۔"

فقہی مسائل

تمام حل طلب اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہمیں مقرر کرتے جن میں مشہوروں کے ساتھ قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل حل کئے جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہمیں اس بات کا اہتمام کرتے کہ فقہی مسائل میں اختلاف پیدا نہ ہو تاکہ اس پر عمل کرنے میں کسی کو تامل نہ ہو۔ پیچیدہ مسائل کے حل لکھو اکبر باہر حوالہ میں بھیج دیئے جاتے۔ فقہاء کی بڑی تعداد میں مقرر کر دیں لیکن عمر فاروقی سے پہلے یہ رواج نہ تھا۔ تمام اسلامی حوالہ میں بڑے بڑے فقہاء مقرر کر دیئے تاکہ عام لوگوں کو فقہی مسائل حل کرنے میں دقت نہ ہو۔

عملی انتظامات

حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے خدمتِ دین کے سلسلے میں عملی انتظامات بھی لپور دیئے مگر وہی سے کئے عدم کعبہ کے گھر پہلے کوئی ولیوار یا احمد نہ تھی۔ آپ نے چاروں طرف تھوڑی چھوٹی ولیوار تعمیر کرائی تاکہ عدم کعبہ کی حد معلوم ہو سکے۔ مسجد نبویؐ جو پہلے چار اینٹوں اور لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔ دوبارہ لکڑی اور اینٹوں سے مضبوطی دلائی۔ اور اس کے صحن کو پہلے سے بہت زیادہ وسیع کر دیا۔ تمام شہروں میں مسجدیں بنوائیں اور ان میں روشنی کا انتظام کر دیا۔ حجاج کے لئے خاص شاہ انتظام کر دیا تاکہ دروازے کے نکلنے سے آنے والے حاجیوں کو تکلیف نہ ہو۔

وفات حضرت عمر فاروق

مغیرہ بن شعبہ ایک یار سی تھا جس کے غلام ابو لویو فیروز نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی کہ اس کا آقا اس سے زیادہ حصولِ لیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کتنا حصولِ لیتا ہے؟ فیروز نے کہا، وہ دس روزانہ۔ آپ نے فرمایا تمہارا کام کیا ہے؟ اس نے کہا نقاشی اور آہنگری۔ آپ نے فرمایا تب تو یہ حصولِ لیتا ہے؟ لویو فیروز ناراض ہو کر واپس لوٹ آیا اور دوسرے روز فجر کی نماز کے وقت مسجد میں گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں دو دھارے خنجر سے کٹی وار کئے۔ لوگ بگڑنے لگے تو کئی ایک کو زخمی کیا۔ بالآخر بگڑا گیا۔ آپ نے پوچھا کس نے مجھے قتل کیا۔ معلوم ہوا کہ فرمایا کہ اللہ کا لشکر ہے کہ مجھے کسی مسلمان نے قتل نہیں کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ دوا دہی گئی لیکن وہ پیٹ کے زخم میں سے باہر نکل گئی۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ سبب نہیں تھے، سب نے درخواست کی کہ امیر المومنین کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپ نے تامل کیا۔ لوگوں کے زیادہ اصرار سے آپ نے چھ اشخاص حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف کے نام بتا دیئے کہ ان میں سے جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھیج کر حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لی کہ آپ کو وفات کے بعد آنحضرت ﷺ سے
 اللہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس و قریب کیا جائے۔ حضرت عائشہ
 عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جگہ اپنے لئے مخصوص کر رکھی تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ
 اپنے پر تزیج وی اور اجازت دے دی۔ فیہ سر سے دن یعنی ہفتہ تیار
 حکم محرم ۲۲۷ کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے مالک
 حقیقی سے ہوائے۔

إِنَّا فِئْتُهُ دَ إِنَّا إِلَيْهِ رَا جِعُونَ ﴿١﴾
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت عمر ۶۰ سال تھی
 اور مدت خلافت دس سال چھ ماہ چار دن تھی۔

فضائل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی علم و فضل کے اعتبار سے پہلے جنتی
 و منزلت تھی۔ اسلام لانے سے پہلے بھی آپ اپنے مشہور تھے
 کہ جب آپ مسلمان ہوئے تو کتب کے تمام لوگ بیلا سب کا شہر آ کر
 آئے کہ ایسا شخص اسلام کے آیا۔ گویا کفار کی بنیادیں بولی کہیں قبول
 اسلام کے بعد مسلمانوں کی طاقت روز بروز ترقی کرتی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ "جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے
 ہم لوگوں کو براہِ قلم حاصل ہوا"
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ

آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکرؓ اور عمرؓ۔ حضرت عمرؓ کی عظمت کا صحیح اندازہ آنحضرتؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مترادفہ ذیل اقوال سے ہوتا ہے جو آپ نے ان کے بارے میں مختلف موقعوں پر فرمائے :-

- ۱ - عمرؓ کی وجہ سے خدا نے اسلام کی روکی۔
- ۲ - اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ نبی ہوتے۔
- ۳ - عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے۔
- ۴ - حقیقی بات عمرؓ کی زبان و دل کے ساتھ ہے۔
- ۵ - عمرؓ جب تک زندہ رہی گے فتنہ کے دورانیے بند نہیں گئے۔
- ۶ - جی نے عمرؓ سے گفتگو نہ کیا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔
- ۷ - ہر نبی کے وزیر ہوتے ہیں۔ میرے وزیر ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔
- ۸ - عمرؓ اپنی فصاحت میں موسیٰؑ جیسے ہیں۔
- ۹ - عمرؓ اہل جنت کا چراغ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عرب میں پڑھے لکھے لوگ بہت کم تھے۔ سارے قریش میں صرف سترہ آدمی خواہندہ تھے۔ حضرت عمرؓ اسی زمانہ میں پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ آپ کو حصولِ علم کا بہت فنون تھا۔ چنانچہ فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل تھا۔ بہترین تقریر کرتے اور تقریر سے پہلے اکثر غور و غوض کرتے اور سوچ لینے کہ کیا کچھ کہنا ہے۔ اسی لئے آپ کی تقاریر ہمیشہ مؤثر رہیں۔ اور بہت پسند کی جاتیں۔ آپ کی تقریر یا خطبہ سننے کے لئے لوگ اکثر وقت سے پہلے آکر بیٹھ جاتے تاکہ آپ کے قریب ہو کر الفاظ سنیں۔ فصاحت کی حد یہی کہ

بعض اوقات حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بھی بہ قرآنی آیات میں نازل ہو جاتے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے کہا: لہذا اتخذنا من مقامہ ابو اھدیم مصلیٰ رکاش۔ ہم مقام ابو اھدیم کو نماز کی جگہ بنائے تو اس کے بعد یہ آیت فرآئی نازل ہوئی اتخذنا من مقامہ ابو اھدیم مصلیٰ اور مقام ابو اھدیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو۔ سورہ البقرہ ۱۲۵ آیت ۱۲۵) حصول علم ہی کا شوق تھا کہ آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی۔

حضرت عمرؓ کو رسول اللہؐ سے قریب حاصل ہونے کی وجہ سے قرآن فہمی کا بہت موقع ملا جو بات سمجھ میں نہ آتی یا کچھ شبہ ہوتا تو آنحضرتؐ سے پوچھ لیتے بلکہ بعض مسائل کو بار بار پوچھ لیتے تاکہ تک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اپنے عہد میں قرآن کی تفسیر کے لئے خاص مجالس منعقد کراتے اور پہلے آیات کی تفسیر حاضرین سے پوچھتے، پھر خود وضاحت کرتے۔ آیات کی تفسیر کرتے وقت سند کے طور پر جزالہ قرآن کی دوسری آیات سے دیتے یعنی اصول تفسیر یہ آیات قرآن تھا۔ اور اسی کو پسند کرتے تھے۔ ویسے آپ آنحضرتؐ کی تمام زندگی سے واقف تھے۔ اس لئے جہاں ضرورت ہوئی رسول اللہؐ کے قول کو اس سے وضاحت کر دیتے۔

حدیث کی بھی جو خدمت آپ نے کی وہ بھی قابل ستائش ہے۔ آپ نے لوگوں کو ہمیشہ کثرت روایت سے روکا تاکہ وہ آنحضرتؐ سے غلط حدیث منسوب نہ کریں۔ بلکہ حسب تکالیف ایک لفظ کی تصدیق نہ کر لیتے اس حدیث کو آنحضرتؐ سے روکنے والا

کہنے سے اجتناب کرتے۔ جب کوئی شخص حدیث پیش کرتا تو آپ فرماتے کہ ثبوت پیش کرو ورنہ سزا دی جائے گی، چنانچہ لوگ نہایت احتیاط سے احادیث بیان کرتے۔ اس طرح آپ نے علم حدیث کے نہایت قوی اصول بنائے مثلاً :-

- ۱۔ روایت میں سنیعت احتیاط۔
- ۲۔ روایت باللفظ کا اصول و طریقہ۔
- ۳۔ روایت پر شہادت لازمی ورنہ سزا۔
- ۴۔ جمع و تعدیل کا اصول۔

علم فقہ میں بھی حضرت عمرؓ کی دسترس اتنی تھی کہ آپ سب سے بڑے فقہ اور شہداء مانے جاتے تھے۔ اپنے عہد میں آپ نے بے شمار فقہی مسائل کو حل کیا۔ آپ سے پہلے اگرچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فقہی مسائل حل کئے تھے لیکن علمی اعتبار سے اصولی فقہ (استنباط مسائل) اور استدلال کے طریقے آپ ہی کی ایجاد ہیں۔

حضرت عمرؓ کے اخلاق و عادات

حضرت عمرؓ کے عادات و خصائل ہیں جو خوبیاں اور محاسن پائی جاتی تھیں۔ سب اس تہذیب خاصہ کا نتیجہ تھیں۔ جو آپ کو پارگاہ رسالت میں حاصل تھا۔ رسول اللہؐ خود عظیم خلق تھے۔ اور ان کی بعثت کا دراصل مقصد بھی انسانوں کو عمدہ اخلاق کے ایسے سانچے میں ڈھالنا تھا۔ کہ جس کے

بعد وہ دنیا میں نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے زندگی بسر کر سکتی
حضرت عمرؓ کے اخلاقِ عظیمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کے بعد تمام
صحابہ کرامؓ سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی بلکہ یہاں تک کہ فرمایا کہ
اگر میرے بعد کوئی نبی ہوگا تو عمرؓ ہوتے، حضرت عمرؓ کے بعض نمایاں
خصوصیات کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت ذرا تفصیل سے لکھا جاتا ہے۔

حُجُبُ الرَّسُولِ

تھی، اس کا اذکارہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے۔
جب آنحضرتؐ کی وفات پر حضرت عمرؓ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا کہ
کہ رسول اللہؐ تم بھی فوت ہو سکتے ہیں۔ آپؐ تو اسے کہہ لیا کہ اگر
کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہؐ فوت ہو چکے ہیں تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔
چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ نے آیاتِ قرآنی پڑھ کر بھیجا یا کہ رسول اللہؐ
فوت ہو چکے ہیں۔ تو شایعہ غم سے نبیؐ نے ایک اور دھڑکے سے فرمایا کہ پڑھو
حضرت عمرؓ کو آنحضرتؐ سے دنیا کی تمام چیزیں ہٹا دیں بلکہ اپنی
جان سے بھی زیادہ محبت تھی اسی لیے وہ ہر وقت آپؐ کی محبت کے
لئے ساتھ رہتے اور جب کبھی کوئی شخص آنحضرتؐ سے کتاوارانہ
لہجہ میں بات کہتا یا کتاوارانہ لہجہ میں کہتا تو آپؐ فرماتے کہ
آپؐ تلوار نکال کر رسول اللہؐ سے کہتے کہ اگر آپؐ کتاوارانہ لہجہ میں
میں اس کا ہر اکسہ کو دوں۔

آنحضرتؐ سے بے پناہ محبت ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ
رسول اللہؐ سے بے عزیز و اقارب سے بھی محبت کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ جب کبھی دعا مانگتے تو فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے اب ہم آپ کے چچا عباسؓ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ تو ہماری دعا قبول فرما۔ اپنے عہد میں زید بن عاریہؓ کی تنخواہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے زیادہ مقرر کی اور فرمایا کہ یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ زید کو زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے بڑے بڑے وظیفے مقرر کئے اور ان کے آرام و آسائش کا خاطر خواہ انتظام کیا دیا۔

خوف خدا حضرت عمرؓ کے دل پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف چھایا رہتا۔ اور قیامت کے دن کی بانہ پس سے ہمیشہ ڈرتے رہتے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے کہ اگر آسمان سے آواز بھی آئے کہ دنیا پر ایک شخص کے سوا باقی سب جنتی ہیں۔ تب بھی قیامت کی بانہ پس کا خوف مجھ سے نہیں جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک شخص شاید میں ہی ہوں۔ اس بیان سے حضرت عمرؓ کے دل پر اللہ کے خوف کا صحیح صحیح اثر انداز ہو سکتا ہے کیونکہ بیان کی نوعیت ہی ایسی ہے دوسرے یہ الفاظ خود ان کے اپنے ہیں۔

آپ اپنی نمازوں میں اکثر قرآن کی وہ آیات تلاوت فرماتے جن میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قیامت کی بانہ پس کا ذکر ہے۔ اور دورانِ عبادت مسلسل روتے رہتے۔ یہاں تک کہ کچھلی صفوں میں کھڑے مقتدی بھی آپ کے رونے کی آواز سن سکتے۔

زہد و تقویٰ | حضرت عمرؓ نے ہر وقت تقویٰ میں نہایت بلند مرتبہ انسانوں
 پر پیرنگاری اور قناعت کی اپنی انتہائی وجہ سے
 حضرت ۴ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "عمرؓ سے شیطان بچا کرتا ہے"
 آپ کے عہد میں دور دراز تک جہاں تک فتح ہوئے قیصر و کسریٰ کی دوستی
 ہوتی لگیں لیکن سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ یہاں تک وقت ہوتے ہی
 بھی آپ نے فقر و فاقہ میں زندگی بسر کی۔ ہوئے کپڑے کا لباس پہنتے اور اس
 میں بھی کئی کئی پوند لگے ہوتے تھے۔ آپ اپنے چمکے چمکے لباس کو اپنی
 بلند شان سمجھتے تھے کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ تم نرم اور بالائے سب
 حضرت میں مینڈا کر کے انسان کو انسانیت سے گرا دیتا ہے۔ اسی لئے جب
 آپ کسی نئے ملک کے لئے حاکم مقرر فرما دیتے تو اسے مشورہ کرتے کہ تم لوگوں
 کے خدمت گار ہو۔ عیش و عشرت میں مبتلا نہ رہو۔ ہی رہو اور باہر کی
 کپڑا پہننا چھوڑو۔ عیاض بن عتیم کو مشورہ کیا کہ اپنے کے جو ہم میں ہی
 کی عاقبت سے متذکر کہ بالوں کا کھورا لباس پہننا اس کے ہاں پہننے
 کے کام پیر لگا دیا۔

آپ بلا تکلف پوند لگے ہوئے اور چمکے چمکے کپڑے پہن کر
 مہمانوں سے ملتے اور غیر ممالک کے بادشاہوں کے سفیروں سے
 ملاقات کرتے۔ عام طور پر ایک ہی بورڈ کپڑوں کا ڈنڈا زیب پہنا ہوا
 رہی و ہمو کر پہن لیتے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے اور
 کافی دیر گھر سے باہر انتظار کرنے رہے۔ جب حضرت عمرؓ باہر
 نکلے تو پتہ چلا کہ کپڑے و ہمو کر وہاں پہن کر آئے ہیں۔
 وہ کپڑے کپڑے پہن کر باہر آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ تم

ہر سال آجاتے، تو وہی معمولی غذا ان کے سامنے پیش کرتے۔
 بیت المال سے معمولی سی رقم لینے تھے۔ چہرہ مشکل سے گھر کے
 اثرا جانتے پورا کر سکتی۔ لوگ کہتے کہ امر الکوہینوں آپ اپنی وسیع سلطنت
 کے مالک ہیں۔ پھر تو حالت ٹھیکہ لکھتے۔ لیکن آپ فرماتے کہ میں
 قوم کا امین بنایا گیا ہوں۔ امانت میں خیانت کیسے کروں۔
 صرف دو درہم روزانہ بیت المال سے لیتے تھے۔ رقم کافی نہ
 ہونے پر قرض لے لیتے چنانچہ وفات کے قریب معلوم ہوا کہ چھپاسی

پہرا نہ درہم قرض و اسباب الادا ہے۔
 تہذیب و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے
 تو طبیعوں نے آپ کے لئے شہید بنو کر یہ معلوم ہوا کہ بیت المال میں
 شہید موجود ہے۔ بتایا چہا آپ ہماری کی حالت میں ہی مسجد میں تشریف
 لے گئے، اور لوگوں سے پوچھا کہ مجھے ہماری کے سامنے میں شہید کی ضرورت
 ہے اگر آپ اجازت دیں تو بیت المال میں سے فقیر اس شہید سے لیا جائے
 لوگوں نے اجازت دی تب شہید منگوا یا اور استعمال کیا۔ اسی طرح ایک
 مرتبہ بحرین کے علاقہ قریب سے مال غنیمت آیا جس میں عطریات مشک و عنبر
 بھی تھے۔ مال کی تقسیم کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عطریات کے ٹاپوں
 کے لئے کسی شخص کی ضرورت محسوس کی جو تقسیم کر سکے۔ آپ کی زوجہ عاتکہ
 بنت زید نے کہا جیسا کہ میں اس کام کو بخوبی سمجھتی ہوں۔ آپ کی زوجہ عاتکہ
 حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے نا مشغور کیا اور فرمایا کہ جو عطر ہماری انگلیوں پر لگا
 جائے گا۔ وہ تمہارے استعمال میں آجائے گا۔ اور یوں میرے حصے
 میں عام لوگوں سے زیادہ حصہ ہوا۔

لطافتِ حکیم حضرت عمرؓ کے پاس اگرچہ عمدہ عمدہ کپڑوں کی بہت سی تھیں۔ آپ نے قطعا پسند نہ کرتے کہ کوئی شخص بلا غسل جمعہ کے دن مسجدا میں نماز پڑھنے کے لئے آجائے۔ اگر معلوم ہو جاتا تو اسے ڈانٹتے اور فرماتے کہ کیا تمہیں یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیا کرتے تھے؟ آپ کا لباس ہمیشہ باوجود پیوند گئے ہونے اور چھٹا پراتا ہونے کے عافیتاً مستحضر ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے رات کو غسل کی ضرورت ہو جایا کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت کیا کیا جائے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "وَصَوِّ كُرْسِيَّ وَجَايَا كُرْسِيَّ"

ایثار ایثار ایک ایسا جذبہ اور ایسا وصف ہے کہ جس میں انسان دنیا میں وہ عسروں کے ساتھ رہنے کا صحیح وقت نکال سکتا ہے۔ اس سے باہمی بھارت اور صلہ کو پیدا ہوتے ہیں اور انسان اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ وصف کو پیش کر کے فرمایا تھا۔ یہی وہ چیز تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو لوگوں پر کبھی ترجیح نہیں دی تھی۔ اور ساری عمر فقر و فاقہ میں بسر کر دی۔

ایک گویہنت دولت مند نہیں تھے۔ لیکن جو کچھ پاس تھا انسانی راہ میں خرچ کر دیا۔ جنگ تبوک کی تیاری کے لئے سبب مسلمانوں نے مال لالاکر پیش کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے سارے مال میں سے آدھا حصہ دیا۔ پھر ہمارے شرکی طرفہ حضرت عمرؓ کو ایک

قلم نہ بیوں کا ملا۔ آپ نے آنحضرت ص سے مشورہ کر کے رفاہ عام کے لئے وقف کر دیا۔

حضرت عمرؓ رعب و جلال کے مجسمہ تھے۔ دراصل

آپ راضی گوئی، جرات اور عدل و انصاف کے

لئے نمونہ بن گئے۔ جس کی وجہ سے لوگوں پر آپ کی ہیبت چھائی

رہتی۔ سخی بات کہنے کی زبردستی جرات رکھتے تھے۔ اور اس

مقابلے میں بڑے سے بڑے شخص سے بھی مرعوب نہیں ہوتے تھے

چنانچہ جب غلط بات دیکھتے تو نہایت سختی سے روکتے۔ عہد رسالت میں بھی لوگ آنحضرت ص کی نسبت آپ سے زیادہ دلتے

تھے۔ آنحضرت ص مجسمہ رحمت تھے۔ اس لئے لوگوں کی سختیوں

اور ایذا دہانچوں کو بردہ گذر گئے ان کے لئے دعائے خیر فرماتے

لیکن حضرت عمرؓ ہر اس شخص کے ساتھ نہایت سختی سے پیش

آتے جو آنحضرت ص سے زیادتی کرتا یا دین کے معاملات میں

احتیاط نہ کرتا۔

عہد رسالت میں ایک مرتبہ آنحضرت ص اپنے گھر میں تشریف

فرماتے۔ کہ قریش کی چند عورتیں آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئیں اور

بلند آواز سے گفتگو کرنے لگیں۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ بھی آگے

اور باہر سے اندر آنے کی اجازت چاہی

آنحضرت ص نے اجازت

دی تو وہ عورتیں جلدی سے اٹھیں اور پردہ میں چھپ گئیں۔ حضرت عمرؓ

اندر آئے تو آنحضرت ص کے چہرہ مبارک پر تبسم تھا۔ حضرت عمرؓ

نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے کیا معاملہ

ہے۔ ا رسول اللہ ص نے فرمایا: "ان غور توں پہنچنے کی وجہ سے یہاں پہنچی ہوئی تھیں۔ تمہاری آواز سے پہنچے ہوئے تھے۔ انھیں اور پورے میں ہو گئیں۔" حضرت سیدنا نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میری نسبت آپ سے ان کو زیادہ زیادہ چاہیے تھا۔ پھر حضرت عمر نے غور توں سے کہا: "اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے خوف کھاتی ہو اور رسول اللہ ص سے نہیں ڈرتیں۔" غور توں نے کہا: "بے شک! آپ رسول اللہ ص سے زیادہ سخت طبیعت رکھتے ہیں۔" آنحضرت ص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے ابی خطاب! اس دانشمندی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جس رسد پر ہم پہنچے ہو، شیطان اس سے زیادہ پر قاطع نہیں چل سکتا۔ وہ تم کو دیکھ کر دو سر کی مانند اختیار کر لیتا ہے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ص کے چچا حضرت ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ لیکن اس تقریب کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے رشتہ نہیں توڑا اور کبھی نہ کی ہمت نہیں آتی تھی۔ ایک مرتبہ انہیں کسی آیت کی تفسیر درکار تھی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ چچا نے ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: "اس سال بھر اس آیت پر ہمیں رہا ہوں کہ عورتیں اپنے شوہروں کے لئے ابی خطاب سے ایک آیت سے بے شک تھیں۔ لیکن ابی خطاب کی وجہ سے ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہمت نہ آتی تھی۔"

اس میلیت اور رعب و جلال کی وجہ بہر حال یہ نہیں تھی۔ کہ
 آپ طبعاً تند و تیز تھے اور ہر وقت طبیعت میں سختی رہتی تھی۔ بلکہ
 حضرت عمر رضی اللہ عنہما پرست اور حق گو انسان تھے۔ اس لئے اللہ
 اور رسول کی خوشنودی کے لئے سختی برتتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ
 عنہما فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! امیر اول خدا کے بارے میں جیب نرم ہوتا
 ہے۔ تو جھاک سے بھی نہ یارہ نرم ہو جاتا ہے اور جیب سخت ہوتا
 ہے تو پتھر سے بھی نہ یارہ سخت ہو جاتا ہے۔"

حکم و عقوبت | حضرت عمر اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں سختی سے
 کام لیتے تھے تو صرف اللہ کی خوشنودی اور حق

باطل کے درمیان حد قاضی منصبوں سے قائم کرنے کے لئے ورنہ
 آپ شفقت، رحم و کرم اور عنو میں بھی کمال درجہ کے انسان تھے
 آپ نے ہر ایسے موقع پر جہاں ہمدردی اور رحم کا تقاضا تھا۔ عملی
 طور پر ایسا منور نہ پیش کیا جس کی مثال ان کے بعد آج تک
 نہیں ملتی۔

اس زمانے میں غلامی کا رواج بہت زیادہ تھا۔ اسے
 فوراً بند کروینا ایک غیر فطری اور ناممکن بات تھی۔ حضرت عمر رضی
 اللہ عنہما نے اپنے عہدِ خلافت میں سب سے پہلے یہ کام کیا کہ غلاموں
 کا مرتبہ ان کے آقاؤں کے برابر کر دیا۔ اعلان کرو دیا کہ کوئی عربی
 غلام نہیں ہو سکتا۔ باقی ممالک میں بھی یہ حکم دینا چونکہ مشکل تھا
 اس لئے غلاموں کی بہتری کے لئے ہر دوری تدبیر استعمال کی
 عام اعلان کرو دیا کہ ممالکِ تبت کے ذریعے غلاموں کو آزاد ہونے کا

یو راجتی ہے۔ غلاموں کی تنخواہیں ان کے والوں کے پورا ہونے سے پہلے ہی دیکھیں۔ ان کے
 شمال میں چوں کہ تعلیم و ترقی بہت کم ہے اس لئے ان کے نظام کو دیا گیا تاکہ شروع سے
 ہی آزادانہ خیالات میں پرورش پائیں اور ان میں احساس کسب ہو سکے۔
 پورا نہ ہو۔ آپ اکثر غلاموں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے اور
 لوگوں کو چھٹی بھی کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ "ہر لوگ غلاموں
 کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں عار سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان
 لوگوں پر لعنت بھیجتا ہے۔"

وہی رعایا کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک رکھتے۔ ان کے
 شہری اور مذہبی حقوق بالکل ویسے ہی تھے جیسے مسلمان رعایا
 کے حکام کو سمجھتی تھی ساتھ میں یہ کہتے کہ تہذیب و تمدن پر ظلم نہ ہو۔
 اگر کسی علاقہ سے پتلی یا بٹاؤنت کی خبر ملتی تو وہاں سے منگوا کر
 کو بلا کر دیانت کرتے کہ کیا تم نے زمینوں سے ظلم کیا ہے۔
 وہاں بٹاؤنت ہو سکتی ہے زمینوں کا یہاں تک خیال تھا کہ حکام سے
 فرماتے کہ اگر ہم نے ازبکوں پر ظلم کیا تو اللہ ہم سے عتاب کرے۔
 پتھریں سے گارڈوں کے قریب آتے ہیں اور ان کے لئے زمینیں دے
 دیتے اور زمینوں کے ساتھ ساتھ مسلوک کیا جاتا ہے اور ان کے
 حقوق کی نگہداشت کی جاتی ہے۔

عام رسم و رسم کا ہی سہہ نہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے
 نہیں لوگوں کے لئے مساقت کرانے، کتوں اور گھوڑوں میں مسافت
 جو کیاں قائم کیں، بتیم خانے بنوائے اور نادار، غریب اور
 رعایا کے لئے وظائف مقرر کیے۔

Marfat.com

رحم و کرم کے ساتھ ساتھ درگزر اور عفو سے بھی کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص جس کا نام عیسیٰ بن حنین ہے آپ سے کہا کہ آپ بہت سخت ہیں۔ انکھانے سے حکومت نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ اس سے کہتا تھا اور بے نیاد بات سے بہت برہم ہوتے ایک دوسرے شخص نے کہا امیر المومنین، قرآن تو جاہلوں کو چھوڑ دینے اور عفو کا حکم دینا ہے۔ یہ شخص بھی جاہل ہے۔ اس کا خیال نہ کیجئے۔ تب حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور اس شخص کو معاف کر دیا۔

تواضع

حضرت عمرؓ میں تعجب و جلال کے باوجود کھاری اور عاجزی پر اچھے تھے۔ جس چیز کا موقع ہوتا کام لے لیتے۔ تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی کام کو خود کر لینا ہوتا نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے لئے ہی نہیں بلکہ دوسرے کے لئے اور معمولی سے معمولی شخص کا کام کرنا اور ہاتھ بٹانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اسی لئے ایک مرتبہ جب آپ اپنے اوتھلوں پر تیل مل رہے تھے اور ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین کسی غلام سے خدمت لی ہوتی تو آپ نے فرمایا اچھ سے زیادہ کون غلام ہو سکتا ہے۔ جو شخص مسلمانوں کا والی بنایا جلتے وہ ان کا غلام بھی ہوتا ہے۔

دوران جنگ حبیب سبیاہیوں کے خطوط مدینہ پہنچتے تو حضرت عمرؓ خود لوگوں کے گھسے پہنچاتے بلکہ جنہیں ضرورت ہوتی ان کے دروازے پر بیٹھ کر ان کے خط وغیرہ لکھ دیا کرتے۔ یہ وہ عورتوں کا خواہر خیال رکھتے۔ ان کے لئے پانی بھر لاتے۔ لوگوں کو بازار سے

سودا لادیتے۔ رات کو اکثر طیروں اور بانڈروں میں گھومتے تاکہ معلوم ہو کہ رات کا کس حال میں ہے۔ اور کونسی ایسا مصیبت زدہ نہ ہو جو دربار خلافت تک پہنچ سکتا ہو۔ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے۔ دیکھا کہ چند بچے رو رہے ہیں۔ اور ایک غور شا قریب بیٹھی کچھ پک پک کر رہی ہے۔ قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ پانڈی خالی چولہے پر رکھی ہے۔ بچے کھانے کے انتظار میں کھنور کے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ فوراً بھاگے اور بیت المال سے آٹا، گوشت اور کھجوریں لیکر خوراٹھا ہیں اور جلدی اس مکان کی طرف چلنے لگے۔ آپ کا خادم اسلم بھی ساتھ تھا اس شخص نے عرض کیا امیر المؤمنین ایہ سامان مجھے دے دیں آپ کیوں اٹھائے جا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اسلم! کیا تم نے اس کے دن بھی میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟" چنانچہ خود ہی سامان لے دیا، بچے، اپنے سامنے کھانا تیار کر دیا اور جب بچے کھانا چکے تو واپس لوٹے۔

ایک مرتبہ رات کو معلوم رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے کسی غور شا کے رونے کی آواز آئی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عورت کو بچہ ہونے والا ہے اور وہ دروزہ سے رو رہی ہے۔ آپ جلدی لے گئے اور اپنی بیوی اور کاتبوں کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔ بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام لگا دیا۔ خیمہ کے اندر سے پکارا "امیر المؤمنین اپنے دوست (بدو) کو مبارک دیجئے" وہ بدو امیر المؤمنین کا لفظ سن کر ہی گھبرا اٹھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "کیوں گھبراتے ہو، صبح میرے پاس آنا میں تمہارے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کروں گا"

حد یہ تھی کہ بعض ایسے ناوار، قہیف اور نابینا لوگوں کے گھر پہنچ کر روزانہ کام کرتے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوتا کہ کون آتا ہے اور ان کی مدد کے چلا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ شجاعت اور بہادری میں بھی

شجاعت

مثال نظر آتے ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی آپ

قریش مکہ میں شجاعت کے اعتبار سے مشہور تھے۔ اور اسلام لانے

کے بعد تو حقیقتاً اسلام کو آپ کی وجہ سے تقویت ملی۔ خود رسول اللہؐ

فرماتے ہیں کہ "عمرؓ کی وجہ سے اسلام کو مدنی" حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ عمرؓ

جب سے مسلمان ہوئے ہم لوگوں کو برابر علیہ حاصل ہوا۔"

حضرت عمرؓ کی ساری زندگی شجاعت اور مردانگی سے بھری

پڑھی ہے۔ شہرہ اُحد اور غزوہ تبوک میں جب مسلمانوں کو

شکست ہوتی نظر آنے لگی اور ہمت سے مسلمان بھاگ گئے۔

اس وقت حضرت عمرؓ ان ایک دو ثابت قدم صحابہ کرامؓ

میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے

لیئے اکیلے میدان جنگ میں رہ گئے تھے۔

جنگی زندگی

گھر پر زندگی نہایت ساواہ تھی۔ غذا معمولی ہوتی

اور بلا تکلف وہی عہد کو پیش کی جاتی۔ لباس

بھی نہایت معمولی قسم کا ہوتا تھا۔ اولاد سے بہت محبت تھی۔

لیکن یہ محبت خلافت کے معاملات میں کبھی حائل نہیں ہوتی تھی

حضرت عمرؓ کے حقیقی بھائی تیر جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے

تھے۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی ان کی شہادت کے بعد

ان کی تنظیم بھی اس سہ ماہ سے بہت پیار کیا کرتے تھے۔
 ذریعہ معاش شروع سے تجارت تھا اور عہد خلافت کے
 شروع ہو جانے پر بھی کچھ عرصہ تجارت ہی کرتے رہے لیکن پھر
 کام کی نیا دہائی سے تجارت چھوڑنی پڑی اور بیٹا اہمال سے
 ایک سہ ماہی رقم بطور تنخواہ لیا کرتے تھے جس سے کمبیکل گزارہ
 ہوتا تھا۔ کچھ دیر بعد سب لوگوں کے وظائف منقرض ہو گئے تو
 حضرت عمرؓ کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ منقرض ہوا۔
 آپ کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ اکثر آپ کو کہتی
 رہیں کہ امیر المومنین! آپ ایک وسیع سلطنت سے محاکم
 ہیں، باہر سے یادشاہوں کے سفیر آپ سے ملنے آتے رہتے
 ہیں۔ اس لئے آپ کچھ اچھا لباس پہنا کیجئے۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ
 یہ جواب دیتے کہ اسے حفصہؓ تمہیں رسول اللہ ﷺ کی ڈنڈی
 یاد نہیں رہی۔ مجھے ایسا کام کرنے کے لئے کمزور کہتی ہو۔
 رسول اللہ ﷺ غامد و ساسم نہیں کیا کرتے تھے۔ مجھے
 تو آخرت کا فکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ وہاں رہنا ہوا۔

سوالیات

- ۱۔ جنگ قادسیہ کے حالات و واقعات بیان کرو۔
- ۲۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے فوجی کارنامے بیان کرو کہ جس
 سے ان کی مذہبی اور ملکی خدمت نمایاں نظر آئے۔

۴ - حضرت عمرؓ کے عہدِ حکومت میں فوجی اور مالی نظام کیسا

تھا ؟

۴ - حضرت عمرؓ کا غیر مسلموں سے کیسا سلوک تھا ؟ و انفعالات

سے ثابت کیجئے ۔

۵ - حضرت عمرؓ کے اخلاق و عادات بیان کرو ۔

حضرت عثمان غنی

Handwritten text in a stylized script, possibly Persian or Arabic, located at the top of the page. The text is written in a cursive style with some decorative elements.

Handwritten text in a cursive script, likely Persian or Arabic, located in the lower half of the page. The text is written in a fluid, connected style.

حضرت عثمان غنی

عمر خلافت ۲۳-۲۵ھ

نام و نسب آپ کا نام عثمان غنی تھا۔ کنیت ابو سعید الخدری اور ابو عمرو تھی۔ آپ کا لقب در والنورین تھا لیکن عثمان غنی کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے غنی کہلاتے تھے۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور والدہ کا اردی تھا۔ آپ کی طرف سے نسب یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور والدہ کی طرف سے اردی بنت کریمہ بن ربیعہ بن عبد مناف بن عبد شمس بن عبد مناف یعنی آپ کا نسب پاکوں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ آپ کی مانی بیضاء ام الحکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے اور بچے بعد ونگیر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں (حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم) سے شادی ہوئی۔

قبل از اسلام زندگی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے قبل کے پچھٹے سال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے

کے پانچ سال بعد ہوئے۔ آپ نے بچپن میں ہی مکہ سے یثرب چھوڑ دیا تھا۔ جوان ہوئے تو تجارت شروع کی اور اپنی دیانتداری اور حسابداری کی بنا پر تباہ شدہ شہرت حاصل کر لی اور مال و دولت کی آبی فراوانی

ہو گئی کہ غنی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا خاندان رامیہ بن عبد شمس کے نام سے منسوب، اموی کہلاتا تھا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار اسی خاندان میں سے تھے۔ اور یہ خاندان سوائے بنو ہاشم و آنحضرتؐ کا خاندان، کے باقی تمام عربوں سے ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نہایت شرافت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

قبولِ اسلام | حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے گھر کے دوستانہ تعلقات تھے۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام

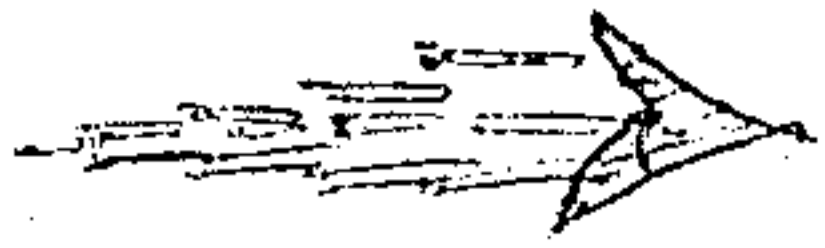
لائے تو انہوں نے اپنے دوست اور احباب میں اسلام کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ جن نیک دل، مخلص اور پارسا لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے آنحضرتؐ ص کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کی۔ یہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کی دیانتداری اور نیک نیتی کا بین ثبوت ہے۔ انہوں نے اپنے خاندانی اثرات کے قطع نظر اسلام کی حقانیت قبول کر لی۔ ورنہ آپ کے خاندان (اموی) کے تمام بڑے بڑے سردار عقیبہ بن معیط اور ابوسفیان وغیرہ آنحضرتؐ ص کی مخالفت صرف اس لئے کر رہے تھے کہ کہیں سارا اقتدار ان کے خاندان سے چھین کر آنحضرتؐ ص کے خاندان بنو ہاشم کے ہاتھ میں نہ چلا جائے۔

آنحضرتؐ ص حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے عادات و خصائل کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور ان کے ساتھ پہلی رشتہ داری کے علاوہ ایک عربیہ نیزین رشتہ قائم کر لیا۔ آنحضرتؐ ص نے اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضرت رقیہؓ کا نکاح اسلام سے پہلے

عتیبہ بن ابولہب سے ہوا تھا۔ لیکن آنحضرت ص کی نبوت کے اعلان کے بعد
 ابولہب آنحضرت ص کا سختے دشمن بن گیا۔ جس کی وجہ سے اس کے پیٹے
 عتیبہ نے حضرت زینب کو طلاق دے دی۔ چنانچہ حضرت زینب کا دوسرا
 نکاح حضرت عثمان غنی سے ہوا تھا۔

مکہ میں کفار کی سختیاں جب بڑھ گئیں تو آنحضرت ص نے کچھ مسلمانوں
 کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کے لئے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس پہلے قافلہ میں
 حضرت عثمان اپنی اہلیہ محترمہ حضرت زینب کے ساتھ آنحضرت ص کی اجازت
 سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ آپ مسلمانوں میں سب سے پہلے
 مهاجرت تھے جنہوں نے ہجرت کے لئے تیاری کی۔ کچھ عرصہ حبشہ
 رہنے کے بعد واپس مکہ لوٹ آئے تھے۔ اور پھر ہجرت مدینہ کے
 وقت مدینہ چلے گئے۔ مدینہ میں حضرت اوس بن ثابت سے
 برادری (مواخات) قائم ہوئی۔ اور ان سے بہت کچھ تعلقات
 پیدا کیے۔

مدینہ میں حضرت عثمان اپنا پرانا کاروبار تجارت کرتے گئے اور
 تھوڑے ہی عرصہ میں پھر مالدار ہو گئے۔ آپ بڑے نیاز مند تھے۔
 غریب اور نادار مسلمانوں کی مدد کرتے رہتے۔ مدینہ میں ایک کواں
 بئر دوسرے نام سے مشہور تھا۔ صرف اس کنویں کا پانی ہی تمام
 شہر بھر میں پینے کے قابل تھا۔ لیکن یہ ایک یہودی کی ملکیت تھی۔ جو
 پانی بیچتا تھا۔ غریب لوگوں کو پانی نہ ملنے یا کم ملنے کی سبب سے
 حضرت عثمان نے آنحضرت ص کا اشارہ پا کر کواں ایک یہودی
 رقم سے خرید لیا اور اسے تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔



مسلمانوں میں یہ پہلا صدقہ جا یہ تھا جو حضرت عثمان نے جاری کیا۔

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غزوہ بدر کے تمام غزوات میں آنحضرت کے ساتھ شریک جنگ رہے۔ غزوہ بدر کے وقت حضرت رقیہ بنت امیہ بن خلف نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شریک ہونے کی بجائے حضرت رقیہ کی نیکو داری کے لئے مدینہ میں رہنے دیا لیکن جس وقت فتح بدر کی خبر مدینہ پہنچی، حضرت رقیہ اپنے مالک حقیقی کے پاس چلا پہنچیں۔ لَوْ نَأْتِيَنَّاهُ قَرَانًا رِجَالًا لَّوَجَدْنَاهُ نَاحِيَةَ الْبَيْتِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ

حضرت عثمان کو حضرت رقیہ کی وفات کا بہت غم ہوا اور افسوس کرنے کہ میرا رشتہ آنحضرت سے ٹوٹ گیا ہے۔ چنانچہ حضور کے ہی عرضہ بعد آنحضرت نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان کے نکاح میں دے دی۔ حضرت عثمان خاندان نبوت سے دوبارہ رشتہ بندر چائے پو پہنچا خوش ہونے لگے۔

مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہونے اور مکہ کے قریب تقریباً ایک منزل کے فاصلہ پہنچنے پر یہاں سے حضرت عثمان کو بھیج دیا گیا کہ تم لوگوں کو سنبھالو اور ان کے لئے صرف زیارت کعبہ کے لئے آئے ہو تو روک لیا اور مشہور ہے کہ وہ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت عثمان نے حضور سے بیعت لی جو بیعت رضویہ

کے نام سے مشہور ہے۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے آگے اور جنگ ہوتے ہوتے رد گئی۔ واقعہ حدیبیہ کے مفصل حالات اسی کتاب کے نوشتہ صفحات میں درج ہیں۔

آپ ہمیشہ اسلام کی خدمت میں بٹھ کر چھوڑ کر حصہ لیتے جنگ تھوکتے ہیں جب آنحضرت ص نے مسلمانوں کو نیپاری کا حکم دیا تو اس وقت مدینہ میں فحط کا زمانہ تھا۔ حضرت عثمان نے تمام فوج کے ایک تہائی حصہ کا خرچ خود برداشت کیا۔ اس جنگ کے لئے تیس ہزار کا لشکر نیپار ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان نے دس ہزار سے کچھ زائد فوج کا سارا خرچ اپنے ذمہ لیا تھا۔ آپ کی اس فیاضی پر آنحضرت ص بہت تیار ہوئے خوش ہوئے۔

سن ۶ میں آنحضرت ص کے ساتھ حج ادا کیا۔ زمانہ سالسنتا میں کتابان وحی میں سے تھے۔ اور قرآن مجید حفظ کر رکھا تھا۔ آنحضرت ص کے تمام بڑے بڑے مشہوروں میں جہاں حضرت ابوبکر عدیبت رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی ساتھ ہوتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں آپ شہسوار شہسوار کے اعلیٰ اہلکار میں سے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے اور وفات قریب معلوم ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے ایک وصیت نامہ لکھوایا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حبیب و صلیب نامہ لکھنا ہمارا ہونا اور ابھی کسی آئینہ ہونے والے خلیفہ کا نام نہیں لکھنا گیا تھا۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی حالت میں بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عثمان نے اپنی انہم و فرستادہ سے خود ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا نام لکھ دیا۔

جب ہوا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ پتہ چھوڑو کیا لکھا گیا ہے آپ نے پتھا
اور جب حضرت عمرؓ کا نام آیا تو خوشی سے پکارا گئے "اللہ اکبر" پھر حضرت عثمانؓ
کی اس معاملہ بھی اور دوسرا ہندوستانی کی بہت تعریف کی۔

انتخاب حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی آپ مجلس شوریٰ کے ممتاز رکن
تھے۔ جب حضرت عمرؓ زنگی ہوئے اور لوگوں نے پتہ لیا کہ
اب آپ صحت یاب نہیں ہو سکیں گے تو انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ہونے
والے خلیفہ کو منتخب کر دیں۔ زیادہ اصرار یہ حضرت عمرؓ نے کیا تھا جس
سبب حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت
طلحہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نام تجویز کئے اور فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ اشخاص کے جہتی ہونے کی بشارت دی ہے۔
اس لئے ان میں سے کسی ایک کو امیر بنا لو لیکن فیصلہ بین دن تک ضرور کر
لینا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان چھ صحابہ کو بلا کر نصیحت کی کہ راہ راست پر چلنا۔
اور باہم مخالفت نہ کرنا بلکہ اتفاق اور سلوک سے رہنا۔ ضرورت ہو تو
انتخاب میں رائے کے لئے عبداللہ بن عمر کو بلا لینا۔

حضرت عمرؓ کی وفات کے دو روز بعد تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔
تیسرے روز حضرت عبدالرحمن بن عوف نے رائے دی کہ تم چھ میں سے
جو کوئی دو گھرے کے حق میں مخالفت سے دست بردار ہو سکے۔ ہو جائے۔ چنانچہ
حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمنؓ کا نام پیش کیا۔ حضرت زبیرؓ نے
حضرت علیؓ کا نام لیا۔ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنی
نام واپس لے لیا۔ ان تینوں میں حضرت عبدالرحمنؓ نے عوفؓ سے
کہا میں بھی اپنا حق چھوڑتا ہوں اور باقی دو حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ

ہیں سے بڑھ کر کوئی قرآن، سنت اور دونوں خلفاء و سابقین کے ساتھ پورے پورے
 اس کے ہاتھ پیر سے پیر کر لی جائے گی۔ پھر حضرت عبد الرحمن بن عوف نے
 دونوں بزرگوں سے کہا کہ آپ دونوں اپنا قبیلہ میرے اور پھر پھر وہاں۔
 ہیں انہما اور رسول کی خاطر جو قبیلہ ہو گا، وہی وہاں گوارا۔ دونوں نے
 اجازت دے دی۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے مسجد نبوی میں ایک لکڑی کے
 بعد قبیلہ وہاں کہ لوگوں سے مشورہ کے بعد پڑھے اور اسے کہ حضرت
 عثمان بن عفیف بنی۔ لہذا میں ان کے ہاتھ پیر سے پیر کرنا
 ہوں یہ دیکھ کر سب لوگوں کے ہاتھ سے آپ کے ہاتھ پیر سے پیر کر
 لی۔ یہ ۱۲۴ھ کو و تثنیبہ پر پیرا کا دن تھا۔
 خلیفہ منتخب ہو جانے سے بعد حضرت عثمان نے خطبہ خلافت
 ریا اور فرمایا کہ مسلمانوں کو چند روز تک اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں پیر
 کرنی چاہئے اور دنیاوی مال و دولت کے لالچ میں اپنی آخرت خراب
 نہیں کرنی چاہئے۔ پھر آپ نے حکام کے نام لیکر قبلیت نامہ
 جاری کیا کہ وہ بھی عدل و انصاف سے کام لیں۔

فتوحات

عہد عثمانی سے پہلے کافی فتوحات ہو چکی تھیں اور تمام مفتوحہ علاقوں میں حضرت عمرؓ نے ایک مستحکم نظام سلطنت قائم کر کے مستقل طور پر آئندہ خلیفہ کے لئے سہولت چھوڑ دی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے فتوحات کا سلسلہ برآپ جاری کیا اور تقریباً ایک سال تک ملکی نظم و نسق میں کوئی تبدیلی نہ کیا سوائے اس بات کے کہ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو واپس کے حاکم مشیر بن شیبہ کی جگہ مقرر کر دیا۔

ایران کے علاقے
پارسیان اور پارسیان و آرمینیا کی سرکوبی

حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہو چکے تھے اور باجگزار علاقوں کی حیثیت سے امیرالمومنین کے تحت تھے۔ عہد عثمانی کے پہلے سال ہی ان دونوں علاقوں کے باشندوں نے بغاوت کر دی اور خراج دینے سے انکار کر دیا۔ ولید بن عقبہ اس وقت کوفہ کے حاکم تھے اور کوفہ میں چالیس ہزار اسلامی فوج رہتی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے حکم سے ولید بن عقبہ نے اور پارسیان پر حملہ کیا اور اسے زیر کر لیا۔ ولید بن عقبہ نے سلمان بن ریحہ کو فوج دینے کے لئے آرمینیا کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ یہ علاقہ بھی دو بارہ فتح کر لیا گیا۔

مصر کے حاکم حضرت عمرو بن عاص
پارسیان مصر و روم کی سرکوبی

صرف چھوٹے سے علاقے صرعید میں عبداللہ بن ابی سرح حاکم تھے۔
عہد فاطمی سے یہ شکایت چلی آ رہی تھی کہ مصر کے خراج کی رقم کم ہے لیکن ہر
مطلب پر حضرت عمرو بن عاص کتنے کہ "اوٹھنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی" لیتے تھے
پہلے وہیں سے وصول ہوتی ہے اس سے زیادہ وصولی نہیں ہو سکتی۔

۱۲۰۰ھ میں حضرت عثمان نے حضرت عمرو بن عاص کو محدود کر کے مصر
کی حاکمیت عبداللہ بن ابی سرح کو دے دی۔ حضرت عمرو بن عاص نے یہ تمام
علاقے فتح کر کے اس لئے ان سے وہاں کے لوگ سہمے رہتے تھے جو نہی وہ
موصول کئے گئے وہاں سے پانچ دنوں نے نثرار نہیں شروع کر دی اور
موقع دیکھ کر سکندریہ کے رومیوں نے مسلمانوں کے بغاوت کا ارادہ کر دیا۔
مصریوں کو خدشہ ہوا کہ ہمیں رومی بڑھ کر آنا پھر بھی قابض نہ ہو جائیں چنانچہ
انہوں نے حضرت عثمان کو مشورہ دیا کہ حضرت عمرو بن عاص کو دوبارہ
فوجی کمان دے دی جائے۔ حضرت عثمان نے اس پر اتفاق کیا۔ اور حضرت
عمرو بن عاص کو حکم بھیجا کہ وہ فوج کو سینہ بھر کر باغیوں کی سرکوبی کریں۔
چنانچہ حضرت عمرو بن عاص نے دوبارہ اسکندریہ فتح کیا۔ اور باغیوں
کا سرچل دیا۔ پھر شہر کی فصیل کو ٹوڑ ڈالا تاکہ باغی دوبارہ قلعہ بسند
ہو کر بغاوت نہ کر سکیں۔

اس کے بعد حضرت عثمان نے جہاں کہ حضرت عمرو بن عاص کو فوجی
انتظامات دے دیئے جائیں اور باقی نظام حکمران عبداللہ بن ابی سرح
کے پاس رہتے ہیں حضرت عمرو بن عاص نے مشورہ کیا اور حضرت
مصر کا تمام نظام سلطنت عبداللہ بن ابی سرح کو دیا گیا اور حضرت
عمرو بن عاص واپس رہے۔ بعد میں مصر کا خراج زیادہ آنے لگا۔

تو حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے فرمایا "اے عمرؓ! دیکھو اور ٹٹنی اب زیادہ دوڑھو رہی ہے۔" حضرت عمرو بن عاصؓ بولے۔

ہاں اسیر لو متین! لیکن بچے تو بھوکے رہ گئے ہمسہ

فتح طرابلس
 جو حضرت عمرو بن عاصؓ ۲۲ھ میں فتح کر چکے تھے لیکن اس پر قبضہ نہیں رہا تھا۔ ۲۵ھ میں مصر کے حاکم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے طرابلس پر حملہ کرنے کی تیاری کر لی۔ مدینہ سے ایک تازہ دم فوج مدد کے لئے روانہ کی گئی جس میں بہت سے علیل القدر صحابہ بھی تھے۔ اور اس کی سرکردگی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اسلامی فوج جب طرابلس پہنچی تو اہل طرابلس بڑی ثابت قدمی سے لڑے اور جنگ کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ آخر تمام فوج کی کمان حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سنبھال لی۔ اور دوسرے دن آدھی فوج دیپہر تک لڑی اور باقی آدھی دیپہر کے بعد۔ اس طریقہ سے اہل طرابلس شکست کھا گئے اور صلح کی درخواست کی۔ عبداللہ بن ابی سرح نے سچپیں لاکھ بیتاہ سالانہ پیسہ صلح کر لی۔ وعدہ کے مطابق حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعد کو اس فتح کے بعد اعزاز دیا۔ لیکن مسلمانوں نے اعتراض کیا اسلئے حضرت عثمانؓ نے واپس لے لیا۔

فتح الجزائر و مراکش
 یہ علاقے بھی طرابلس کے ساتھ ساتھ تھے اور تیغیر طرابلس کے ساتھ یہ بھی فتح

ہو گئے۔ ان علاقوں کی فتح بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ہی سر کی۔ مسلمانوں کو جو ان چھوٹے علاقوں میں بھی سزاہمت پیش آئی۔ لیکن فتح و نصرت نے انہی کے

قدیم چھوٹے۔ بہت سا مالِ رخصت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔
قبریں قبریں | قبریں اس بزمیہ کا پرانا نام ہے جو شام سے قریباً مصر
 سیل کے قاصدے پر بحیرہ روم میں اب سا پیرس (Egypt) کے نام سے مشہور ہے

حضرت امیر معاویہؓ نے شہد فاروقی میں ہی مسجد میں
 کیا تھا۔ مگر مصر اور شام اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے۔
 جب تک قبریں پر قبضہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے شہد فاروقی میں
 جب وہ شام کے حاکم تھے۔ حضرت عمرؓ سے قبریں فتح کرنے کی اجازت
 طلب کی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے کسی مسلمانیت کی بنا پر اسکی اجازت نہیں
 دی تھی۔ چنانچہ سترہ برس دربارہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ
 سے قبریں پر حملہ آکر ہونے کی اجازت مانگی حضرت عثمانؓ نے اجازت نہ
 دی لیکن اس شرط پر کہ صرف انہی مسلمانوں کو اس حملہ میں شریک کیا
 جائے۔ جو اپنی مرضی سے شریک ہونا چاہیں۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے جو کئی
 کشتیاں بناوئیں اور عبداللہ بن قیس حارثی کی سرکردگی میں قبریں پر حملہ کے لئے
 اسلامی دستہ روانہ کیا۔ اس دستے میں نبیؐ سے صحابہؓ کی کسی آکر شریک نہ ہوئے۔
 ان قبریں مسلمانوں کی آمد سے سہم گئے۔ اور متعدد بڑے بڑے شہداء پر صاع ہوئی۔

- ۱- اہل قبریں سات ہزار دینار سالانہ خراج دیا کریں گے۔
 - ۲- مسلمان قبریں کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔
 - ۳- اگر کوئی دشمن مسلمانوں پر حملہ آکر ہو تو اہل قبریں مسلمانوں کو پہلے ہی
 اطلاع دیں گے اور دشمن کی ناک و حرکت سے خبر کریں گے۔
 - ۴- اسلامی فوج جب یہاں پہنچے قبریں میں سے گورہ سکتی ہے۔
- مسئلہ تک اہل قبریں اس نتیجے پر قائم ہے۔ لیکن اس کے بعد

اس کی خلاف ورزی کر کے رومیوں کو مسلمانوں کے خلاف مدد پہنچائی۔
امیر معاویہ نے دوبارہ حملہ کر کے قبرص فتح کیا اور سارا جزیرہ
اپنے ماتحت کر لیا۔

۲۹ء میں حضرت عثمان نے ابوموسیٰ
اشعریؓ کو حاکم بصرہ کو معزول کر کے

فتح خراسان

عبداللہ بن عامرؓ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ ۳۰ء میں عبداللہ
ابن عامرؓ نے خراسان کے باغیوں پر فوج کشی کی۔ اسی اثنا میں سعید بن عاصؓ
ایک فوجی دستہ کے ساتھ جس میں امام حسنؓ، امام حسینؓ اور عبادلہ ابن جریج
عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اور عبداللہ
بن زبیرؓ شریک تھے۔ طبرستان کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔
عبداللہ بن عامرؓ کو خراسان پہنچنے سے پہلے ہی سعید بن عاصؓ نے طبرستان
خراسان اور جرجان کے علاقے فتح کر لئے عبداللہ بن عامرؓ آگے بڑھ
کر مکہ اور شہرات۔ کابل۔ سمرقند۔ تاشکند۔ اور کئی چھوٹے علاقے
فتح کر لئے۔

اسی دوران میں حاکم کوفہ ولید بن عقبہؓ پر ایک سازش کے تحت نواب
پہنچے کا الزام لگا۔ حضرت عثمانؓ نے ولید بن عقبہؓ کو معزول کر کے سعید
بن عاصؓ کو والے کو مقرر کیا۔

تیسرا دم برابر مسلمانوں کے خلاف جنگی
تیار کیا۔ اس نے ایک بہت

عظیم الشان جنگ

بڑا جنگی بھری بیڑا مسلمانوں کے مقابلے کے لئے اسکندریہ کی طرف روانہ
کیا۔ والے مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے اسلحہ پیڑے کی کمان پر

ہیں لی اور تمام جنگی جہازوں کو آپس میں باندھ کر دشمن پر ٹوٹ پڑے پڑھی
خوں رہتے جنگ ہوئی۔ بے شمار روشنی تباہ ہوئے مسلمان بھی کافی شدید
ہو گئے۔ لیکن فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ اس بکری جنگ سے مسلمانوں
کی دھاک روٹیوں پر پڑی گئی۔

مشرق جنگیں اور فتوحات | اس کے بعد بہت سی چھوٹی چھوٹی
جنگیں بین آریں لیکن سب سے بڑی

یہی غالب رہے۔ ^{۱۰} قادیان، طالقان اور جوزجان کے
علاقے فتح ہوئے۔ ان فتوحات کا سہرا عبدالعزیز بن معاویہ کے سر
مسلمین میں امیر معاویہ نے حصص امراء کا روٹی علاقہ فتح کیا۔ آل انبیا
میں اہل طرابلس نے عہد کی خلیفہ و زنی کی۔ عبدالعزیز بن معاویہ
حملہ کر کے دوبارہ قبضہ کر لیا۔

۱۰۔ چھوٹی جنگیں
۱۱۔ جنگیں
۱۲۔ جنگیں

عہد عثمانی میں نظام حکومت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح اسلامی سلطنت کو مختلف صوبوں اور اضلاع میں تقسیم کر رکھا۔ عہد فاروقی میں ملک شام میں صوبوں و مشرق، اردن اور فلسطین میں منقسم تھا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زمینوں کو بنا کر ایک بڑا صوبہ بنا دیا۔

ایک نئے علاقے فتح ہوئے ان کے بھی علیحدہ علیحدہ عہد نامے لکھے گئے۔ ہر صوبے میں ایک حاکم مقرر ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف صوبوں کی فہرست ہے اور ساتھ ہی ان عہد ناموں کے نام بھی ہیں :-

- ۱۔ خراسان اور مکران (عبداللہ بن حضرت علی)
- ۲۔ طرابلس (قاسم بن زبیر رضی اللہ عنہما)
- ۳۔ حبشہ (عبداللہ بن زبیر)
- ۴۔ صنعاء (ابوعلی بن شیبہ)
- ۵۔ بصرہ (عبداللہ بن عامر)
- ۶۔ کوفہ (ابوموسیٰ اشعری)

۷۔ مصر (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح)

۸۔ شام (امیر معاویہ)

۹۔ تقسیم (جیب بن مسلمہ فری)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حکام کی سختی سے نگرانی کرتے۔ حاکم کے

خلاف شکایت کی تصدیق ہو جاتی تو حاکم سے باز نہیں کرتے اور اگر شکایت جائز ہوتی تو معزول کر دیتے جیسا کہ فقہ حنفی میں گنہگار ہے۔ حکام کی نگرانی اور حالات کی نقتیسی کے لئے درپہر سے آدمی و فورو روٹنگ جمع کی تشکیل میں صحیح ہے۔ ان وفورو میں حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، اور حضرت اسامہ بن زید خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جمعہ کے خطبہ سے پہلے لوگوں سے حالات دریافت کرتے اور انہی طرح حج کے موقع پر اعلان کروایا جاتا کہ اگر کسی کو کسی حاکم سے کوئی شکایت ہو تو بیان کرے۔

مالی نظام محمد عثمانی میں مزید سماج کے فترت ہونے سے مالی آمدنی میں اضافہ ہو گیا لیکن وسعت سلطنت کی وجہ سے اخراجات بھی بڑھ گئے۔ اس لئے مالی امداد سے استفادہ ہو جاتا۔ حضرت عثمانؓ نے مالی نظام بالکل اسی طریقوں پر قائم کیا جن پر حضرت عمرؓ نے چھوڑا تھا۔ صرف خطبہ فزوں کی کچھ اضافہ کر دیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کی فیاضی کی نشانی ہے۔ اس کے علاوہ آپ سے بہت سے غریبوں کا کھانا نا بھی بیت المال سے منفر کر دیا۔

فوجی نظام حضرت عثمانؓ نے سابقہ فوجی نظام پر حضرت عمرؓ کے عہد میں قائم نظام پر دستور رکھا۔ اس کے علاوہ اس میں یہ اضافہ کیا کہ بھری جنگوں کا آغاز کیا اور اس کے لئے بھری جنگوں پر سے تیار کر لائے۔ چھوٹے بھری جنگ میں قبریں تیار کیا اور روٹیوں کے ہتھ پڑے جنگی پر سے کوئی شکست دے کر شام و مصر پر انتہائی سازشوں اور سازشوں سے محفوظ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ

نے فوجی نظام میں ایک یہ بھی اضافہ کیا کہ حاکم فوج کا ایک نیا عہدہ
ایجاد کیا جتنا کچھ صوبہ صنتعاء کے والی یعنی بن سینہ تھے اور حاکم فوج
عبداللہ بن ربیع مقرر تھے۔ اسی طرح عمرو بن عاصؓ والی مصر تھے
اور حاکم فوج عبداللہ بن ابی سرح تھے۔

ملکی نظم و نسق | ملکی، فوجی اور مالی نظام کے علاوہ حضرت عثمانؓ
نے باقی تمام محکمے اور شعبے بالکل اسی طرح قائم
رکھے جس طرح عبدالرفاہ وقت میں تھے۔ ایفتمہ عبداللہ عثمانی کے آخر میں بنو امیہ
قدرے غالب آگئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کی سادگی اور نرم دلی
سے پورا فائدہ اٹھا کر ذاتی مفاد کے لئے ملکی نظم و نسق درہم برہم کر دیا
اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

تعمیرات | سلطنت کی وسعت کے ساتھ ساتھ جس قدر ضرورت
ہوتی تعمیرات کا کام زیادہ ہو جاتا۔ رفاہ عام کے لئے
نئی سڑکیں، پل، سماں خانے، مسجدیں اور حفاظتی چوکیاں بنوائیں۔
کوہ میں عبداللہ عثمانی سے پہلے مسافر خانہ نہیں تھا۔ حضرت عثمانؓ نے
کچھ مکانات خرید کر ایک کٹاؤہ مسافر خانہ بنوا دیا۔ اسی طرح دوسرے
نئے مقننہ شہروں میں مسافر خانے بنوائے۔ دوسرے ممالک سے
جو رہنے دینے کو آئے تھے۔ ان پر زیادہ توجہ کے ساتھ حفاظتی
چوکیاں، سرائیں اور پینے تعمیر کروائے تاکہ صدر مقام (مدینہ)
پہنچنے کے لئے باہر کے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

خیبر مدینہ سے شمال کی جانب واقع ہے۔ اس طرف سے کبھی
کبھی ایک سیلاب آجایا کرتا تھا جو مدینہ کی آبادی کے لئے تہایت

تکلیف وہ ثابت ہوتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے مدینہ کو اس سیلاب سے محفوظ کرنے اور مسجد نبویؐ کو اس کی زد سے بچانے کے لیے عثمانؓ کی جانب سے کچھ فاصلے پر ایک مضبوط بند بنوایا اور بند سے ایک نہر کھدوائی جس کا رخ مدینہ سے دور کر دیا۔ اس بند کو بند شہر اور کہتے ہیں۔ یہ کام واقعی حضرت عثمانؓ کا ایک قابل تعریف کارنامہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک اور اہم کام یہ کیا کہ مسجد نبویؐ کے گرد کے مکانات ان کے مالکوں سے بڑی ہمت اور مسلسل محنت سے خرید لیے پانچ سال تک آپ لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتے رہے۔ لیکن وہ نہیں مانتے تھے۔ آخر حضرت عثمانؓ نے ان کو راضی کر لیا۔ اور وہ زمین مسجد نبویؐ میں شامل کر کے اسے نہایت وسیع کر دیا۔ عمارت چوتھ اور پختہ سے مضبوط طریقے پر بنوائی گئی۔

عزیمت و عین

حفاظت قرآن | اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے سب سے بڑی خدمت قرآن کی حفاظت میں کی تمام غیر عرب ممالک کی زبان عربی نہ تھی۔ اس لیے وہاں کے نو مسلم لوگ اہل عرب کی نسبت مختلف قراءت سے قرآن پھیر پڑھتے تھے حضرت خلیفہ ابن عباسؓ نے یہاں کے سلسلے میں بیرون عرب ممالک میں پھیرا ہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ شام اور عراق کے لوگ مختلف قراءت سے قرآن پھیر پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بصرہ اور کوفہ میں قراءت قرآن مختلف

بانی

حضرت حذیفہ بن یمان نے واپس مدینہ پہنچ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان سے ذکر کیا اور کہا کہ "اگر اس غلطی کی جلد اصلاح نہ کی گئی تو ممکن ہے مسلمان بھی بیسایوں اور دوسرے اہل کتاب کی طرح اللہ کی کتاب (قرآن) میں اختلاف پیدا کر لیں۔" حضرت عثمانؓ نے بات کی اہمیت فوراً پالی اور حضرت حفصہؓ کو کہلا بھیجا کہ یہ معاملہ کیسے۔ اس لئے اپنا صحیفہ صحیفہ (قرآن کا نسخہ) عاریتہ دے دیں تاکہ اس سے نقلیں کروا کر باہر ممالک میں بھیج دی جائیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ تینوں کو اس کام پر مقرر کیا گیا۔ اہل نسخہ کی نقلیں تیار ہوئیں اور وہ تمام بیرونی ممالک میں بھیج دی گئیں۔ اس کے علاوہ جو قرآنی نسخے بیرونی ممالک میں مختلف اہل اول سے لکھے گئے تھے۔ ختم کر دیئے گئے۔ حضرت عثمانؓ کے اس عظیم الشان کارنامہ سے تمام بیرونی ممالک میں قرآن مجید ایک ہی قرأت اور بہ صحت زبان اہل قریش کے ساتھ پڑھا جانے لگا۔

اشاعت و تبلیغ

حضرت عثمانؓ نے تبلیغ دین کا خاص خیال رکھتے اور حکوم کو بھی نصیحت کرتے کہ غیر مسلم رعایا میں

اسلام کا اعلیٰ نمونہ پیش کرو تاکہ وہ خود اس کی طرف مائل ہوں۔ جب کوئی کسی جنگ سے قیدی آئے۔ آپ خود ان کے پاس جا کر تبلیغ اسلام کرتے۔ نیک دل قیدی اسلام کی حقانیت سمجھ جاتے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ ایک مرتبہ مدنی عورتیں قید ہو کر آئیں حضرت عثمانؓ خود ان کے پاس گئے اور سمجھایا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس وقت دو عورتوں نے اسلام

قبول کیا۔

وزارتی انتظامات | آپ نے تمام محاکم میں بہت سی مسیبتیں
 شہر کو واپس۔ دعو اور غسل کے لئے پانی کا
 خاطر خواہ انتظام کیا۔ مسجد نبوی کے صحن کو کافی وسیع کر دیا
 اور عمارت چوڑے۔ انبیوں اور پتھروں سے سفید و طریقیہ
 بنوائی۔ مسجد نبوی سے ایک اذان پر جمعہ کے دن صبح ازگی
 اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے دوسری اذان کا انتظام
 کروایا جو مقام فدویہ پر سے دیا جاتی تھی۔ یہ ضرورتاً اس لئے
 پیش آئی تھی کہ مدینہ کی آباری پہلے سے بہت بڑھ چکی تھی۔ شہر
 میں بسوں کو سپرد کیا گئے کا انتظام بھی کیا اور اس کے لئے چوڑے
 روگ مقرر تھے۔

شہر انتظام

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں پہلے چھ سال نہا بہتہ
 پورے گزرے اور حکومت کا بہرہ صیغہ اور شخصیت کے ساتھ
 چلنا رہا۔ بلکہ اکثر عسکریوں میں کچھ ترقی ہوئی۔ لیکن یہ سال انتظام
 اور فتنوں سے محفوظ رہا۔ قادیان کا سرحدوں سے تدارک چاہی
 سیاست اور اندیشہ اور نوبت عمل سے ایک ایسا انتظام تھا کہ
 قائم کیا جو ان کے حلیہ و عقیدت کے مطابق تھا۔ ایک مذہبی
 مسجودت میں گیا۔ اور ان کے لئے ایک مسجد اور مسجودت

میں نے ان کو وہ ہا بکل اسی طرز سے لکھ کر منسوب وطنی کے ساتھ اپنا لینے سے
 فاروق اعظم سے اختیار کیا تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمان
 کی خلافت میں چھ سال بعد فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور
 اس قدر مشتعل ہوئی کہ آخر اس گھر کو بھلا کر رکھ کر دیا جو اللہ
 اور اس کے رسول کی خدمت کے لئے وقف تھا۔ اس فتنہ و فساد
 کا دھواں واقعات اور تراجم کو ہم مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت
 نظر بند کرتے ہیں۔

سیاست عثمانی

حضرت عثمان بڑے نرم دل انسان تھے۔
 حضرت عمر کی طرح لوگوں کی غلطیوں اور

پہلوئی پسندی سے مواخذہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کی خطاؤں اور
 جرموں سے درگزر کر کے معاملہ ٹال دیا کرتے تھے۔ اگر آپ سنگین
 جرموں کو معاف نہیں کرتے تھے۔ اور احکام کی نگرانی اور حالات
 کی تفتیش کے لئے تحقیقاتی دفینوں پر محاکمے نہیں بھیجتے۔ لیکن آپ
 کی نظری نرم مزاجی سے ہر اس شخص نے فائدہ اٹھانے کی
 کوشش کی جو جاہ و جلال کا بھوکا تھا اور محاکمیت کی خواہش
 رکھتا تھا۔ بلکہ اسے اپنا حق سمجھتا تھا۔

حضرت عثمان بڑے غیر مستولی متقول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے
 اور خود بھی تجارت کے ذریعے بہت زیادہ مال و دولت حاصل کر
 چکے تھے۔ اس لئے فطرتاً ہی ان کی شرف مال تھے اور اسی لئے
 نبیؐ کی ہدیہ بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے اعزہ و اقارب
 کو کافی مال و دولت دی اور اگر ہدیہ بہت زیادہ ہو سکتا ہے تو حضرت

عثمان بن شیبہ بیت المال سے اپنے رشتہ داروں کے گھر بکھرتے رہتے ہیں۔
اس کے علاوہ آپ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو اپنے گھر سے دس روپے
دئے۔ آپ کے چچا حکم بن العاص کو ایک ہزار روپے اور حکم بن
سکین بن جرم کی بنار پر طائف کی طرف جلا وطن کر دیا تھا لیکن حکم بن
عثمان نے اپنے عہد میں اسے واپس لے لیا اور اسے گھر پر لے آئے۔ عثمان
نے حکم بن العاص کی خطا رسول اللہ ﷺ سے مراف کر دیا اور اسے
لاٹھ و درہم کی رقم اپنی جیب سے دی اور اس کے بیٹے مرثان بن اسلم
کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور پھر اسے ایک سال تک درہم
دیئے۔ اسی مرثان بن اسلم کو پھر اپنا بیٹا رکھتا ہوا ہزار روپے
دیئے۔ حکومت میں اتنا دخل پیدا کر لیا کہ جو چاہتے کر سکتا تھا اور اپنی
سعد بن ابی اسرج آپ کا رشتہ دار تھا اسے کیا آپ نے اسے اس کا حاکم بنا
دیا۔ امیر معاویہ آپ کے بہت قریبی رشتہ دار تھے اور ان کا نام بھی تھا۔
سعد بن ابی اسرج کے لئے کوئی عہدہ نہیں دیا گیا۔
عثمان نے اپنے رشتہ دار چھائی و لہیر بن عقیبہ کو مال کا حاکم مقرر کیا جو کہ
وہ ایک نایاب تجربہ کار اور مشہور سپاہی تھے۔ ان کا نام تھا اس لئے ان کو اس کا
اعتماد نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان نے ان کو اپنے رشتہ داروں کا حاکم کیا
اور حضرت عثمان کو اسے مقرر کر دیا۔ اسے اپنے رشتہ داروں اور
بھائی سعید بن عباس کو حاکم مقرر کیا اور اپنے رشتہ داروں کو
کو مقرر کر دیا۔ تمام ان تمام چیزوں کو حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں
کا کام دیکھ کر بہت برا سمجھا اور ان کو اپنے رشتہ داروں کے
حکومت سے ہٹانے پر آمادہ ہو گیا۔

Marfat.com

سردار ان قریشیوں کو مدینہ میں بھی لے گئے اور حکم دیا کہ ان کو بھی
 بہت ہی اہم کام کی وجہ سے کسی کو مدینہ سے باہر جانا نہ دیا جائے
 یہیں وقت کی اجازت ملتی تھی اس کے بعد اسے لاڈ کا ڈالپن مل پھرا اور
 تھا حضرت عمرؓ کی یہ نگرانی اور سختی کہ امرار قریش کے لئے سخت ناگوار
 تھی لیکن حضرت عمرؓ نے اس خدشے کی پٹا پیر کہ یہ لوگ جہاں باہر جائیں گے
 مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر فتنہ کا بیج بوسے گئے ہمیشہ انہیں وہاں رکھا
 حضرت عثمانؓ نے یہ کہہ کر ہمیں ان سے بچانے کی پیکری نگرانی قائم نہ
 رکھ سکے۔ اس لئے امرار قریش مدینہ سے نکل کر تمام علاقوں میں پھیل
 گئے اور جہاں بھی گئے اپنے اثر و رسوخ کا وسیع سے پھیلنے لگے۔
 بہت ہی بھادراؤں کے ہاک ہیں گئے۔ مزید یہ کہ ہر کسی اپنے آپ کو
 خلافت کا حقدار سمجھنے لگا۔ کیونکہ قریش کی بہت زیادہ قدر تھی اور
 انہی میں سے رہنا پنا کر گئے تھے۔ اس طرح ہر کسی نے اپنے حلقے قائم
 کر لئے اور ان کی پشت پر پناہ پیر جتنے لوگ تھے۔ وہ اپنے پیروں سے بہت
 کچھ توقع کر لے گئے۔ یہ تو قضا پر آمستہ آستہ فتنہ کی شکل میں نمودار
 ہوئی اور بالآخر حضرت عثمانؓ کے خلاف سازشوں پر اتر آئیں۔
 فتنہ و انقلاب کی وجہ بہت سی تھیں
 جو مندرجہ ذیل ہیں۔

فتنہ کی اصل وجوہ

۱۔ امیر خاندان (حضرت عثمانؓ کا خاندان) کے بہت سے لوگ اٹلی
 علاقوں پر فائز ہو گئے۔ حالانکہ اسی خاندان سے اسلام کو شروع
 شروع میں سخت نقصان پہنچا تھا۔ خود حضرت عثمانؓ نے اپنے
 بیٹا حکم بن العاص سے بہت سی تکلیفیں اٹھائیں اور اسی

۷۔ حضرت عثمان اپنے ذاتی مال و دولت سے اپنے رشتہ داروں کو اکثر رقمیں دیتے رہتے تھے۔ لیکن عام لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمانان کے بیت المال سے کئی پونہ لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ اس لئے عام لوگ آپ کے خلاف سوچنے لگے۔

۸۔ حضرت عثمان نے اعتماد کی خاطر اپنے رشتہ داروں میں سے بہت سے لوگوں کو اعلیٰ عہدے دے رکھے تھے۔ لوگوں کو اس پر سخت اعتراض تھا۔

۹۔ مشرکوں کی دعایا اس لئے بھی فتنہ پیدا کرنے کا سامان سمجھے جیسے کہ یہ کہ انقلاب آنے سے پہلے ان کی حالت پہلے سے بہتر ہو جائے۔

۱۰۔ مسلمانوں کے مشرکوں کے علاوہ غیر توہمی عورتوں سے جو بچے پیدا ہوئے وہ حضرت عثمان کے عہد میں نوجوان طبقہ میں سے تھے۔ قدرتی طور پر ان میں اسلام اس قدر رائج نہیں تھا کہ حق و انصاف سے کام لیتے بلکہ ان فتنہ پندار حضرات کے حاکم و مددگار بن گئے۔

سازش کے مقامات فتنہ پردازوں کو ملک کے ہر گوشہ پہنچا دیا گیا۔ یہاں تک کہ بعض مقامات

سازشوں کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ لہذا ان مقامات کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

کوثر۔ سعد بن ابی وقاص حاکم کوثر تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے جو وہاں کے منتظم بیت المال تھے۔ ایک

رقم قرض لی۔ کچھ عرصہ بعد جب رقم مانگی گئی تو سید بن ابی وقاص اور
 دیگر کے درمیان میں سخت گفتگو کے بعد وہ پیش پیش ہوا۔ ^{مگر وہ سید بن ابی وقاص کے پاس}
 کو ظلم ہوا تو انہوں نے سید بن ابی وقاص کو متنبہ کر کے دلیہ کو متنبہ
 کو حکم فرما کر دیا۔ ولید بن عقبہ نے ایک مرتبہ کسی قتل کے سلسلے میں
 چند بھروسوں کو پکڑ کر قصاص میں قتل کروا دیا۔ ان مقتولین کے لئے سید بن ابی وقاص
 نے سازش بنا کر ولید بن عقبہ پر شراب پیچنے کا الزام لگا دیا اور شہادت
 میں شہادت دوا شخاص کی پیش کر دی۔ حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ
 پر حد جاری کی (سزا دی) اور انہیں متنبہ کر کے سید بن ابی وقاص
 کو قہر بنا دیا۔ شہادت پسند حضرات ہر کام میں سید بن ابی وقاص کے
 چنا چکر ان کے خلاف بھی نامیوں سے چلتے تھے۔ ہر وقت کہتے کہ ان کو قہر
 سے سنا ^{مقتولین کیوں تھے} ہم بھی خلافت کا حق رکھتے ہیں۔ سعید
 بن وقاص نے حضرت عثمان کو لکھا کہ میں ان لوگوں سے سخت متنبہ ہوں
 حضرت عثمان نے سید بن ابی وقاص کو قہر سے متنبہ کر کے ان کی طرف متنبہ کر دیا
 قہر بنی ہاشم نے ان کو قہر سے متنبہ کر دیا۔ ^{مقتولین کیوں تھے} حضرت عثمان
 نے ان کو قہر سے متنبہ کر دیا۔ ^{مقتولین کیوں تھے} حضرت عثمان نے ان کو قہر سے متنبہ کر دیا۔
 کے حکم سے سید بن ابی وقاص نے خود سے متنبہ کر دیا۔ ^{مقتولین کیوں تھے} حضرت عثمان
 نے ان کو قہر سے متنبہ کر دیا۔ ^{مقتولین کیوں تھے} حضرت عثمان نے ان کو قہر سے متنبہ کر دیا۔
 نے وقتوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور انہیں سید بن ابی وقاص کے قہر سے متنبہ کر دیا۔
 والیوں کو قہر سے متنبہ کر دیا۔ ^{مقتولین کیوں تھے} حضرت عثمان نے ان کو قہر سے متنبہ کر دیا۔
 سکتے۔ لیکن یہاں آگے انہوں نے پھر شراب پیچنے کا الزام لگا دیا اور شہادت
 سید بن ابی وقاص خود ولید بن عقبہ پر شراب پیچنے کا الزام لگا دیا اور شہادت
 لکھایا اور انہوں نے قہر سے متنبہ کر دیا کہ ہم سعید بن ابی وقاص کو قہر سے متنبہ کر دیا۔

ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ مصالحت وقت سوچ کر حضرت عثمان نے
 سعید بن عباس کی بجائے حضرت ابو مرثد بن انیس کی طرف سے حکم مقرر کر کے
 کو نہ بھیج دیا۔ لیکن پھر بھی فتنہ اسی طرح قائم رہا۔

بصرہ کے حاکم عبد اللہ بن عامر کے پاس مدینہ سے امیر المؤمنین
 کی طرف سے حکم پہنچا کہ بصرہ کے لوگوں کی اطلاع کے مطابق ایک
 شخص حکیم بن جبلم جو ریاضی کرتا ہے اور لوگ اس سے سخت تنگ
 ہیں۔ اس لئے اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر دو۔ اور
 شہر میں نظر بند کر دو۔ عبد اللہ بن عامر نے حکم کی تعمیل کی
 لیکن حکیم بن جبلم کے جو ساتھی گرفتار نہ ہو سکے انہوں نے طرح طرح
 کی سازشیں شروع کر دیں۔ عبد اللہ بن عامر نے

عبد اللہ بن عامر کے ایک بیوی انیس بن مسلم
 کے ساتھ سازش کے تحت تمام مسندین اور فتنہ پردازوں کو
 گرفتار کرنے کی کوشش شروع کی۔ مگر سب مفسدین نیا خلیفہ بنانے کے
 لئے کسی ایک شخص پر متفق نہ ہوئے۔ لیکن اس بات پر سب متفق تھے
 کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان کو خلافت سے الگ کر کے نیا امیر کے
 تمام عہدیدانوں کو معزول کر دیا جائے۔ عبد اللہ بن عامر نے
 اس ایک بات کو پکڑ لیا جس پر سب فتنہ پرداز متفق تھے۔
 اسی لئے اپنے خاص خاص کاموں کے سارے ملکوں میں پھیلا دیئے۔

اور انہیں ہدایت کر دی کہ بظاہر اپنے آپ کو اٹکے اور جیسے کلمہ مسلمان
 بناد، تقویٰ اور پیہر نگاری کی نصیحت کرو اور لوگوں کا اعتماد حاصل
 کرو اور پھر حکام اور عمالی کو تنگ کرنا شروع کرو۔ ان پر الزامات
 لگاؤ۔ بدنام کرو اور عام لوگوں کے دماغ میں یہ بات راسخ کر دو
 کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ ایک غیر منصف اور کثیر پرور انسان ہیں
 اسی لئے وہ مسلمانوں کے امیر بننے کا سزا نہیں رکھتے۔ عبداللہ بن سبا
 خود بصرہ میں پہنچا اور حکیم بن عبدہ سے مل کر اپنی سازش شروع کی۔
 حاکم بصرہ عبداللہ بن عامر کو جب معلوم ہوا تو اس نے عبداللہ بن سبا
 سبا کو بلا کر ڈانٹا اور وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن سبا
 سبا وہاں سے کوٹہ پہنچا اور اپنی کوششوں کو بدستور قائم رکھا۔ آٹھ
 دنوں سے بھی نکالا گیا اور یوں گم کر مصر چلا گیا۔

مصر میں مسلمانوں کے سبا سے زیادہ دشمن بنو ہاشم بنو ہاشم
 ہی لیکن عبداللہ بن سبا کا وہاں پہنچنا تھا کہ قتل کی چنگاری پھیل گئی۔
 اسی نے یہاں ایک اور چال پیش کیا اور حضرت علیؓ کی نسبت اور ان کے
 ہیں اکسا نا شروع کیا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف نہر اٹکے لگا۔ اس کے
 رات کو مصر سے چھوٹے خط و دوسرے نکلے ہیں۔ مشورہ ہے کہ ہر مسلمان
 مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔

عبداللہ بن سبا کو ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ہاشمیوں کی نسبت ہاشمیوں
 الی حدیث اور شمار بن ہاشم کو تہذیب کا وہاں کے مسلمانوں کے لئے اور
 مصر میں موجود تھے۔ ان کے ساتھ ہی تھے۔ ہاشمیوں کی نسبت

اس لئے مخالف تھے کہ حضرت عثمان نے انہیں من مانا کرنے سے منع فرمایا تھا یا میرا دی تھی ۔

شام :-

شام کے علاقے میں حضرت امیر معاویہ نے حاکم تھے ۔ آپ نے محمد اور ابو شیبہ انصاری کو اس لئے شورش کو اپنے علاقہ میں پھیلنے دیا۔ لیکن عبداللہ بن سبا نے یہاں بھی رنج کر آگ ساٹھا دی ۔ شام میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ تھے ۔ عبداللہ بن سبا نے ان سے کہا کہ یہ جو امیر معاویہ نے کہتے ہیں کہ بیت المال مسلمانوں کا مال نہیں بلکہ اللہ کا

مال ہے ۔ صرف اس لئے کہتے ہیں کہ بیت المال اپنے پاس ہے حال یہ ہے اور اس میں سے مسلمانوں کو کچھ نہ ملے ۔ حضرت ابو ذر نے امیر معاویہ کے پاس گئے اور انہیں نصیحت کی کہ انکار ایسا نہ کرنا ۔ پھر حضرت ابو ذر نے اس خیال سے کہ صرف امیر ہی تمام دولت ہے نہ مسلمان ہیں ۔ غریب لوگوں کو صورت حال سے آگاہ کیا ۔ امیر معاویہ نے سارا معاملہ حضرت عثمان کو لکھ دیا کہ حضرت ابو ذر کی وجہ سے شام لوگ میرے خلاف ہو رہے ہیں ۔ حضرت عثمان نے حضرت ابو ذر کو رہنہ بنا لیا اور حالات دریافت کئے اور کہا کہ آپ میرے پاس نہیں آئیں گے آپ کا کھیل ہوں گا ۔ لیکن حضرت ابو ذر نے تارک الدنیا ہو کر تمام رہنہ چلے گئے ۔ پھر حال شام میں بھی کسی نہ کسی ہرزگ شہادت شروع ہو گئی ۔

حضرت عثمان نے جب ہر طرف سے قتل کی خبر سنی تو

سوکام کو رہنہ میں طلب کیا ۔ جب آئے ہو گئے تو آپ نے مجلس

مشورہ ہی منظور کروائی گا اور سب سے پوچھا کہ یہ مشورہ منی اور منظور کیوں

ہے؟ آپ سب کیا مشورہ دیتے ہیں؟ سب حکام نے مختلف مشورے

دیئے حضرت عبداللہ بن عامر نے کہا کہ کبھی ملکہ نہیں بیٹھا اور کہا جائے تاکہ

سب لوگ اور مشغول ہو جائیں حضرت امیر معاویہ نے کہا کہ میرے

اپنے علاقے میں امن رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ حضرت سعید بن عامر نے

ساری تشریح ایک خاص گروہ کے بن پونے پر ڈھکی ہے۔ اگر

اس گروہ کے رہتے قتل کر دیے جائیں تو امن ہو جائیگا۔ حضرت

عبداللہ بن سعد نے کہا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر انہیں بہت

سنا مال و دولت سے دیا جائے گا تو فتنہ رک سکتا ہے۔ اس تشریح

اصلاح کی کوئی جامع صورت نظر نہ آئی اس لئے حضرت عثمان نے

حکام کو واپس بلایا اور خود معاملے پر مشورہ کرنے لگے۔

اس کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کوفہ کی خواہش کے مطابق

حضرت سعید بن عامر کو مستزول کر کے حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ کو

میں کا والی مقرر کر دیا۔ اس طرح اہل کوفہ کی تمنا پوری کر دی گئی۔

پھر آپ نے حضرت طلحہ بن زینر کے مشورہ کے مطابق تمام ملکوں میں حکام نامی

وفود بھیجے جو فتنہ کی تحقیقات کریں، اصلاح کی کوشش کریں اور

اعلان کریں کہ میں لوگوں کو کسی حاکم کے خلاف فتنہ نہیں کروانے

دلوں میں آکر امیر المؤمنین سے بیان کرے۔

عبداللہ بن سعید کی تمنا (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش)

تیار کی اور مختلف مقامات سے لوگوں کے گروہ مدینہ کی

طرف روانہ کیے اور ظاہر یہ کیا کہ ہم امیر المومنین سے کچھ
 معاملات طے کرنے جا رہے ہیں تاکہ ملک کا نظم و نسق قائم
 رہے۔ سب لوگ مدینہ کے قریب پہنچ کر رک سکے۔ حضرت
 عثمان کو حکم ہوا تو انہوں نے آویسوں کو معلوم کرنے کیلئے
 بھیجا۔ اطلاع ملی کہ وہ امیر المومنین سے سخت نالاں ہیں۔
 اس لئے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ یا وہ خلافت سے دستبردار
 ہو جائیں۔ یا پھر وہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ حضرت عثمان
 نے اکابر مدینہ کو بلا یا اور مشورہ کیا۔ بعض نے مشورہ دیا
 دیا کہ انہیں قتل کروا دیا جائے تاکہ فتنہ ختم ہو جائے۔ حضرت
 عثمان نے فرمایا یہ بات غلط ہے۔ اس لئے نہیں مانی جا
 سکتی۔ چنانچہ انہوں نے مفیدین کی تمام شکایات سنیں اور
 ایک ایک کر کے سب کا تسلی بخش جواب دیا۔ اس کے
 بعد سب کو رخصت کر دیا۔

مفسدینا سب واپس لوٹے تو باقی لوگوں سے مشورہ اول
 خطرتا بت کر کے یہ طے کیا کہ کوثر، بصرہ اور مصر سے ایک
 ایک ہزار آویسوں کا دستہ نکلے اور یہ ظاہر کرے کہ ہم عمرہ
 (چھوٹا حج) کے لئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ تینوں مقامات سے
 یہ لوگ تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلے اور باہر آکر ایک
 جگہ پر سب مل گئے۔ عبداللہ بن سبا بھی ان کے ساتھ
 تھا۔ یہ لوگ نئے خلیفہ کے انتخاب میں تو اختلاف کرتے تھے
 کہ کس کو نیا امیر بنایا جائے۔ لیکن اس بات پر سب

محقق تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے۔ یہ زیادہ لوگ حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق میں تھے۔ انہوں نے ہزار آدمیوں کا یہ دستہ
 مدینہ کے قریب آ کر ٹکا اور آگے صرف دو آدمیوں کو

دعا نہ کیا تاکہ مدینہ کے حالات سے آگاہ کریں۔ چنانچہ
 یہ معاملہ ہو گیا کہ مدینہ میں امن ہے اور خلیفہ کی حفاظت
 کے لئے کوئی بیرونی فوج نہیں منگوائی گئی تو ان لوگوں کے
 کچھ آدمی پھر مدینہ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف
 حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ اور ہر ایک سے خلیفہ سے
 کی درخواست کی۔ شیعوں نے انکار کیا تو یہ چند آدمی
 واپس اپنے گروہ میں جانچ گئے پھر مفسدین نے فیصلہ
 کر کے ایک دم قمر کے گھاتے آئے مدینہ پہنچ کر
 اور جلادی سے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر

کا محاصرہ کر لیا۔

تمام مدینہ میں تشوہ پیدا ہو گیا۔ صحابہ کرام نے گھروں سے
 نکل نکل کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف بھاگے۔ حضرت
 علی رضی اللہ عنہ آ کر مفسدین سے پوچھا کہ تم لوگ واپس جا کر
 پھر کبھی حملہ آوار ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔
 میں ایک قاتل تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے
 مجھے ہاتھ کے پاس جا کر کھتا کہ چلیا ہر ایک مفسدین کو
 اور سب کو قتل کر دو۔ چنانچہ ہم ان تمام مفسدین کو
 آگے لپی امیر المومنین کوئی نہ لگا نہیں سکا۔

حضرت علیؑ سے یہ بھی کہا کہ آپ نے بھی ہمیں خطوط لکھے تھے
اس لئے آپ آپ بھی ہم سے ساتھ شریک ہوں۔ حضرت
علیؑ نے کہا یہ کیا غلط بات میری طرف منسوب کر رہے ہو؟
میں نے تو کبھی ایسا خط نہیں لکھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے
تم لوگوں نے سازش کو مضبوط کرنے کے لئے اس قسم کے
غلط خط ایک دوسرے کو لکھے ہوں گے۔ پھر حضرت عثمانؓ
کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: "خدا گواہ ہے میں نے ایسا
کوئی قاعدہ مصر کی طرف نہیں بھیجا تھا اور نہ ہی میرے
علم میں کوئی ایسی بات ہے۔" مفسدین نے امیر المومنین سے
مطالبہ کیا آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ
نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جو عزت مجھے بخشی ہے میں اپنے
ہاتھ سے اسے ختم نہیں کر سکتا۔"
جب حضرت عثمانؓ نے خلافت سے دستبردار ہونے سے
انکار کیا تو مفسدین نے محاصرے کو بہت سخت کر دیا۔ یہاں
تک کہ کھانے پینے کا سامان بھی پہنچانا مشکل ہو گیا۔ بڑے بڑے
صحابہؓ کو بھی حضرت عثمانؓ سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ صرف
بہسائیوں کی مدد سے کچھ کھانے پینے کا سامان بڑی مشکل سے
پہنچ رہا تھا۔ اسی محاصرے کے دوران حج کا وقت آ گیا۔
حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو حاجیوں کا امیر مقرر کر
دیا۔ حضرت عثمانؓ رات بھر چند باتیوں کو نصیحتیں کرتے لیکن ان
پرے رحم نہ کر سکا۔ یہ مشکل کچھ اتر رہی تھی۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہما | مفسدین نے سزا چاہ کر جج کے قلم موٹے پر

لوگ مدینہ کا لٹکا کر دیں گے اور ہوسکتا ہے کہ

کہ امیر المومنین کی حفاظت کے لئے پھر سے کوئی فوج بھیج جائے

اس لئے انہوں نے تیارہ ڈیپ کو مناسب نہ سمجھا اور جلدی سے

فیصلہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے گھر کے دروازہ کو آگ لگا دی اور

اسے توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ صحابہ کرام کے بیٹے اور چند

بندہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی مدد کو پہنچے لیکن انہوں نے سناستے

پہنچ نہ گئے۔ جب صحابہ کرام کو خبر ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اپنے

مددگاروں کو حلقہ جانے کا حکم دیا اور خود اندر کے پھرو سے

پر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہ گئے۔

بانیوں میں سے آگے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔ اس لئے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے سزا سننے کی اور آپ کی بیعت تیار کر دیا۔

Marfat.com

سرحد اکبر دیا۔ اس کے بعد تمام شہر میں حضرت عثمانؓ کے قتل
کا اعلان کر دیا اور حضرت عثمانؓ کا سایا مال لوٹ لیا۔ یہ
واقعہ دارڈی الجبہ کے کو پیش آیا۔ مدینہ کے ہر گھر میں
صفت ماتم بچھ گئی۔ حضرت علیؓ نے سنا تو فوراً ہاتھ اٹھائے اور

کہا: "اللہم! عثمانؓ کے خون سے بڑی اموں کو حضرت ابن
عثمانؓ نے کہا: "اگر تمام لوگ عثمانؓ کے قتل میں شریک ہوتے تو
ابھی قوم لوط کی طرح آسمان سے پتھر بہ سکتے" حضرت عائشہؓ نے
کہا: "عثمانؓ کو مظلوم قتل ہوئے" حضرت ابوہریرہؓ اونچی آواز
سے رونے پھرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے فضائل و خصائل

حضرت عثمانؓ قبیلہ اسلام سے پہلے ہی پڑھنا لکھنا جانتے
تھے۔ عہد رسالتؐ میں آپؓ کا تہاں وحی میں سے تھے۔ آپؓ کو
تقریباً ہر ہارت نہیں رہتے تھے۔ لیکن تخریب کا اسلوب
تہا بیت عہدہ تھا۔ جو کچھ لکھتے یا بولتے تہا بیت چاہتے اور
موتہ پڑتا۔

آپؓ کو قرآن مجید سے بہت شغف تھا۔ چنانچہ آپؓ حافظ قرآن
تھے۔ رسول اللہؐ کی صحبت سے پراہ راست علم قرآن سیکھتے
تھا۔ اس لئے آیات نہبانی کا صحیح صحیح مفہوم سمجھنے اور اس سے استنباط
احکام کے فن میں خاصہ ہارت رکھتے تھے۔ ہم و فراست

ہیں بھی مانے ہوئے انسان تھے اس لیے مہر رسالت سے لے کر اپنے
عہد تک ہر زمانے میں ان سے تمام معاملات میں مشورہ لیا جاتا
اور ان کی رائے کی قدر کی جاتی۔ قرآن سے نبوت کا اندازہ اس
سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے قرآن کی صحیح تفہیم سکھو اور اگر ہر دنیوی مالک
میں بھیجیں اور اس طرح قرآن کو شہرہ آفاق سے مشہور کر دیا یا شہادت
کے وقت بھی آپ مشغول تلاوت قرآن تھے۔

حدیث کی روایت میں آپ بہت زیادہ محتاط رہتے تھے۔ اس کے
باوجود کہ آپ کسی بھی بات کو وضاحت کے ساتھ صحیح صحیح بیان کرنے کا
ملکہ بھی رکھتے تھے۔ کثرت روایت سے سنت اہتمام کرتے تھے۔
فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کرتے۔ فقہ کے مسائل میں تو
آپ خاص شہرت رکھتے تھے۔ ان مسائل میں تو حضرت ابو بکر
اور حضرت عمرؓ بھی آپ سے فیصلہ کرتے اور فتویٰ دیتے
فن اجتہاد میں حضرت عثمانؓ نے کسی مسائل کا فیصلہ کر کے عام
لوگوں کے لئے مستقل طور پر مہر لیتے پیدا کر دی۔ بعض مسائل میں
آپ اپنے اجتہاد پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے صحابہ کے اختلاف
کے باوجود دلیل پیش کرتے اور اپنے فیصلے سے رجوع نہ کرتے۔
علم تقسیم نہ کہ درائنم میں حضرت عثمانؓ بہت مہارت رکھتے
تھے۔ آپ کے علاوہ صرف زیادہ میں نماز میں ایک ایسے صحابی تھے
جو اس علم کے ماہر تھے۔ یہ دونوں لوگ اس علم کے امام سمجھے جاتے
تھے۔ اور دونوں ہی درائنم کے حکماء ہیں کا فیصلہ کیا کرتے۔ پھر
دوسرے صحابہ کو تو اندازہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد کہیں یہ

عظیم ختم ہوا نہ ہو جاسکے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ٹیک اور پارسا انسان تھے۔ قبول اسلام سے پہلے بھی آپ نہایت ٹیک اور راستنواز انسان سمجھے جاتے تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کے کہنے پر ہی آپ اسلام کی عقائیت سے واقف ہو گئے۔ اور اسلام لے آئے۔ آپ کو خوف خدا اس قدر رہتا تھا کہ آپ اکثر روئے رہتے۔ جنازہ اور قبروں کو دیکھ کر بھی آپ آبدیدہ ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی تریز ہو جاتی۔ خوف خدا کی یہ حالت رسول اللہ ﷺ سے صحبت اولہ فیہن یاہی کا اثر تھا۔ آپ کو آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ صحبت تھی۔ اکثر آپ تحائف وغیرہ پیش کرتے رہتے۔ جب جنگ نبوک کی تیاری کے لئے آنحضرت ﷺ نے مدد کے لئے فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی قوج کے تمام اخراجات کا ذمہ اپنے اوپر لے لیا۔ اہل بیت سے بھی آپ کو بے حد الفت تھی۔ اپنے عہد میں اندراج مطہرات کے وظائف بڑھا دیئے اور ان کا خاص خیال رکھنے۔ رسول اللہ ﷺ سے صحبت کا نتیجہ تھا کہ آپ سنت رسول پر پورا پورا چلنا بہت پسند کرتے تھے۔ یہاں تک کہ معمولی سے معمولی بات میں بھی امتیاعِ سنت کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ وضو کرنے کے بعد مسکرائے کہ کون نے پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرنے کے بعد مسکراتے دیکھا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایک معمولی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ناز و نعمت میں پہلے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اچھی غذا

کھانے اور نرم لباس پہننے کے عادی تھے۔ لیکن اس کے باوجود زہد و تقویٰ میں بلند مقام رکھتے تھے۔ حیا کا یہ عالم تھا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے معترف تھے اور ایک مرتبہ فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی شرمانے ہیں۔ آپ مکہ کے اندر اور نہائی میں بھی بہنہ نہیں ہوتے تھے۔ یہ آپ کی انتہائی شرم و حیا کا اثر تھا۔

باوجود اس بات کے کہ گھر میں کئی غلام اور خادموں موجود ہوتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنا کام خود کرنے سے کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔ دوسروں کو تکلیف دینے سے ہمیشہ پرہیز کرتے۔ اگر کوئی سخت کلامی سے بھی پیش آتا تو آپ غصہ میں نہیں آتے تھے اور نہایت حلیم، ہمدرد اور سحر سے جو آپ دیتے یا خاموش ہو جاتے۔ فیاضی طبیعت میں کورٹ کورٹ کر بھری ہوتی تھی اس لئے اپنا کاجزہ بھی بہت زیادہ تھا۔ آپ سب سے زیادہ دولت مند تھے اس لئے دین وصول کر فریاد کی مدد کرتے۔ مدینہ کا ایک کنواں پر دروہ شہید گھر آپ نے عام لوگوں کے لئے وقف کر دیا۔ اس وقت پہلے لوگوں کو سخت تکلیف تھی۔ فوہہ بڑگے ہیں آپ نے ایک نہائی (نہائی) دس ہزار) فوج کے تمام اثراہات کو بہرہ داشت کیے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فیاضی پر بہت خوش تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دینار خوری سے ہاتھوں پر اچھالتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔

عام لوگوں کے علاوہ اپنے شاگردوں و اقرارین سے بھی مسائل سلوک

کہتے۔ انہیں گراں قدر رقمیں دیتے اور اپنے عہد خلافت میں انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ آپ کے چچا حکم بن العاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز و وطن کو دیا تھا۔ لیکن آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گناہ معاف کروا دیا اور اپنے عہد میں اسے واپس لینے بلا کر نوالا اور اس کے بیٹے سے اپنی بیٹی کا نکاح کروا دیا اور ایک کثیر رقم بھی ساتھ دی۔ عام لوگوں کو بھی رقمیں دے کر پھر واپس نہیں لیتے تھے۔

سوالات

- ۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کے ابتدائی چھ سال کے واقعات بیان کرو۔
- ۲۔ فتنۃ القلاب کے اسباب، واقعات اور نتائج بیان کرو۔
- ۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک مضمون رقم بند کرو۔

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ

۱۱ - ۱۲
۱۳ - ۱۴
۱۵ - ۱۶
۱۷ - ۱۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ

عہد خلافت (۱۰۰-۶۰ھ)

نام و نسب | آپ کا نام علی بن ابی طالب، کنیت، ابو طالب اور ابو الحسن
 تھی جبکہ کبریا و کلمہ کہنے والا اشیر، آپ کا لقب تھا
 والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ آپ
 انحضرت کے چچا زاد بھائی تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ علی بن ابی طالب
 ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، بن قصی بن کلاب۔ آپ یا سید اور
 ہاں دونوں طرف سے اکتھائی تھے۔

قبل از اسلام زندگی | حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش رسول اللہ ص کی
 پیش از وقت سے تھی۔ اس وقت آپ کے

والد ابو طالب کثیر التیالی تھے اور مصافحہ حالہ میں رسول اللہ ص کی تھی
 حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ کھڑے رہنے کی وجہ سے ابو طالب کی
 مصافحہ حالت اور کمزور ہو گئی اور حالات پریشان کن ہو گئے۔ آنحضرت
 رسول اللہ ص کو پوچھا کہ آپ کے چچا ابو طالب

نے ہی آپ کی پرورش کی تھی۔ آنحضرتؐ ہمیشہ اپنے چچا ابوطالب اور
اپنی چچی فاطمہ بنت اسد کی تشریف کیا کرتے تھے کہ انہوں نے نہایت
مہربانی اور شفقت سے مجھے پالا تھا۔ فاطمہ بنت اسد مسلمان ہو
گئی تھیں۔ اور ہجرت کے بعد پھر چلی گئیں۔ جب ان کا انتقال ہوا
تو آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی مبارکؓ کے لئے وہی ماوراء کی قبر
میں پہلے خود لٹے پھر اپنی چچی کو دفن کیا۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ
وہ ان کا میں بہت مشفق ہوں کیونکہ انہوں نے مجھے بالکل ماں جیسی
محبت اور شفقت سے پالا تھا۔

آنحضرتؐ نے جب دیکھا کہ ان کے چچا ابوطالب کی معاشی حالت
کمزور ہے تو اپنے دوسرے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ میں ان کی
مدد کرنی چاہئے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کی پرورش اپنے ذمہ
لی اور انہیں اپنے گھر لے آئے اور حضرت عباسؓ کے حضرت علیؓ کے
بیمالی جعفرؓ کو اپنے ساتھ معافیت میں لے لیا۔

☆ قبول اسلام

جب آنحضرتؐ کو بارگاہ الہی سے بعثت سے
نوازا گیا تو اس وقت حضرت علیؓ دس برس کے بچے
تھے۔ ایک دن حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نے آنحضرتؐ اور حضرت خدیجہؓ کو
مشغول عبادت دیکھا تو آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ آپ دونوں یہ
کیا کر رہے تھے؟ آپ نے انہیں اپنی نبوت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ
میری نبوت کا یہ مقصد ہے کہ میں کفر اور شرک کو مٹا کر توحید کو بلند
کروں۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو فطرتاً نیک دل تھے۔ لیکن بس نبی اور
خدا شناس چیز کو سُن کر بولے پھر اپنے والد ابوطالب سے

میں پوچھوں گا۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ابھی مجھے اعلانِ تہذیب نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے خاموش رہو۔ خود سوچو اور دوسروں سے اس کا ذکر نہ کرو۔“ حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل نہایت فرما کر دارِ می سے کی اور سارا دن اس معاملے کو سوچتے رہے۔ دوسرے دن آپ ﷺ سے کہا کہ مجھے آپ کی نبوت سے پورا اتفاق ہے۔ لہذا میں اسلام قبول کرنا ہوں۔ کم سن بچوں میں حضرت علیؓ پہلے شیعہ تھے، جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

ابتداءً اسلام میں جب آنحضرت ﷺ کو بارگاہِ الہی سے اعلانِ تہذیب کا حکم ملا۔ تو آپ نے سب سے پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو ایک دعوت پر بلا دیا۔ کم دینش چالیس حضرات شریک ہوئے۔ طائف کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”اسے بنی مہلبہ! اللہ کی قسم یہ نبی کے سامنے دُنیا اور آخرت کی سب سے بہتر نعمت پیش کرتا ہے اور میں اس سے کون بے جو قبول کر کے اور اسلام میں میرا درگاہ مانا جا سکتا ہے۔“ سب خاموش رہے لیکن حضرت علیؓ، جن کی عمر ابھی کوئی بارہ برس کی تھی، بولے۔ ”گو میں سب سے بھڑکا ہوں۔ اور اللہ کے رسول کی بیماری ہے اور میری ٹانگیں بھی رُخا ہیں۔ لیکن میں ہر حالت میں آپ ﷺ کا مددگار ہوں گا۔“

آنحضرت ﷺ نے تین بار لوگوں سے پوچھا لیکن ہر بار حضرت علیؓ ہی اٹھے اور یہی الفاظ کہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ ”بلیو جاؤ۔ تم تو میرے کھسارے اور وارث ہو۔“

ہجرت مدینہ کے وقت جب آنحضرت ص کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا اور جس رات کفار مکہ نے آنحضرت ص کے گھر کا محاصرہ کرنا تھا۔ آپ نے وحی الہی سے خبر پا کر حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اسی رات مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ لیکن ان کا بیچ کو جب ان کے ارادے ناکام ہو گئے اور ان کی توقع کے خلاف آنحضرت ص کے بچانے حضرت علیؑ اس کا شانہ مبارک سے باہر نکلے تو کفار اپنی عقل اور تدبیریں پر افسوس کرنے لگے اور حضرت علیؑ سے انہوں نے بالکل کچھ نہ کہا کیونکہ ان سے ان کا کوئی جھگڑا نہ تھا بہر حال زبردست خطرہ کی حالت میں حضرت علیؑ کا اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرنا اور پلہ سے اطمینان سے رات گزارنا ایک عظیم درگزر اور رسول اللہ ص سے انتہائی محبت کا ثبوت تھا۔

لی اور آنحضرت ص کے گھر سے چلے جانے کے دو تین دن بعد حضرت علیؑ پھلانی رہینہ پہنچ گئے اور مواخات کے سلسلے میں آپ آنحضرت ص کے پاس پہنچے۔ تمام فریادیں آپ شریک ہو گئے۔ اور ادنیٰ شجاعت و ہمت کی غزوة بدر میں سب سے پہلے جو تین حضرات مسلمانوں کی طرف سے میدان میں اُترے ان میں حضرت علیؑ بھی تھے اور اپنے حریف ولید کو پہلے ہی دار میں ٹکڑے کر دیا۔ پھر بڑھ کر حضرت عبیدہ کے حریف شیبہ پر حملہ کیا۔ اور اسے بھی قتل کر دیا۔

حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے شادی

شہدہ میں آنحضرت ص صلعم سے حضرت علیؑ نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے ساتھ حضرت فاطمہؑ کا نکاح کر دیں۔

اس سے پہلے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اسی سلسلے میں اپنی خواہشات ظاہر کیونکہ تھے۔ لیکن ان کے سوا اے ہیں انحضرتؐ خاموش رہے۔ جب حضرت علیؓ نے عرض کیا تو آنحضرتؐ نے پہلے اندر جا کر حضرت فاطمہؓ سے ذکر کیا اور ان کی رضا مانگی۔ آپ خاموش رہیں۔ آنحضرتؐ نے دوبارہ پوچھا اور دوبارہ سکوت کو رضا سمجھ کر باہر تشریف لائے اور حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس مہرا دیا کرنے کے لئے کیا ہے؟ حضرت علیؓ بولے میرے پاس سولہ ایک گھنٹہ سے اولہ ایک لہرہ کے کچھ نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لہرہ کو بیچ دو حضرت علیؓ نے زرہ حضرت عثمانؓ کے پاس فروخت کر دی۔ اور قیمت لاکر پیش کی۔ بازار سے خوشبو منگوانی گئی اور پھر آنحضرتؐ نے خود نکاح پڑھا اور میاں بیوی کے لئے دعائے خیر کی۔ نکاح کے تقریباً ایک سال بعد حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی رخصتی ہوئی۔ اس سے پہلے حضرت علیؓ دس آنحضرتؐ کے پاس رہا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا جہیز ان چیزوں پر مشتمل تھا۔ ایک چار پائی۔ ایک بستر۔ ایک چادر، دو چکیاں اور ایک چھوٹی منگینہ۔ حضرت علیؓ نے رخصتی کے بعد اس رقم سے جو مہر ادا کرنے کے بعد بچا رہا۔ محضی۔ دعوت شریعہ کی۔ حضرت اسماعیلؑ کہتی ہیں کہ اس زمانہ میں یہ سب سے بہتر ولیہ بنتا۔

خبر وہ مقام تھا جس میں مدینہ کے یہودی جلا وطن ہو کر جا بسے تھے۔ یہ مقام مدینہ سے تقریباً دو سو میل شمال کی طرف واقع تھا۔ یہودیوں نے وہاں بڑے سفید و قلعہ تعمیر کرنے شروع کیے اور مسلمانوں کے خلاف آئے دن سازشیں تیار کرتے رہتے۔

ہیں سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کی سرکندگی میں اسلامی دستہ اس کی تہذیب
کے لئے گیا لیکن ناکام واپس آیا۔ پھر حضرت عمرؓ آئے لیکن وہ بھی
کوئی کام نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کو بھیجا گیا مگر اس شخص نے
ردانہ کرنے سے پہلے بشارت دی کہ فتح ان کے ہاتھ پر ہوگی۔ حضرت
علیؓ نے اپنے خاص من تدبیر سے یہ قلعہ منہر کیا۔

۹۹
۹۹

تخلیفات تک بکیر حالات

حضرت علیؓ تمام غزوات اور
دوسرے اہم واقعات میں شریک

رہے۔ لیکن غزوہ تبوک میں آپ شامل نہ ہو سکے۔ آپ کو اہل بیت
حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسی سال ۶۳۰ء میں جب
حضرت ابو بکرؓ امیر حج بنا کر مکہ تھے تو حضرت علیؓ بھی راجہ
تھے۔ انھوں نے ۳ کے حکم کے مطابق حضرت علیؓ نے سورہ برات کا
میں لوگوں کو پڑھ کر سنائی اور خانہ کعبہ کا احترام اور آداب انہیں سمجھا
خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کی بیعت ہوئی تو حضرت علیؓ چھ ماہ تک

بیعت نہ کر سکے۔ وہ ہر مہینے کی وفات سے حضرت
فاطمہؓ کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ اور دن رات اسی غم میں رہتی رہتی
حضرت علیؓ بھی بہت پریشان تھے اور ہر وقت انہی کی خدمت میں جا
رہتے اور دلچسپی کرتے رہتے۔ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا
تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔

۱۰۰

حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت علیؓ مجلس شوریٰ کے اعلیٰ رکن
تھے۔ حضرت عمرؓ تمام امور میں حضرت علیؓ سے مشورہ لیتے تھے
اور آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ بالآخر حضرت عمرؓ کے حرام سم حضرت

لی رُف سے اس قدر زیادہ ہو گئے کہ حضرت علیؑ کی صاحبزادی ام کلثومؑ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کے موروثی خلائف ہیں۔ کسی سے حضرت علیؑ کے قتل کے بعد نہ مرتبہ رکھنے گئے۔ آپ حضرت عثمانؓ کو ہمیشہ کہتے تھے پھر آپ کا بے انت زیادہ نرمی سے کام لیتے ہیں اس لئے آپ کے بھائی اور احکام کے اعتراضات پر اٹھ آتے ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ اولاً قتل کا باعث بنے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت باغیوں کو آپ نے نہ چھوڑا۔ بچھا یا کہ اپنی حرکت سے باز آجھا لیکن وہ باز نہ آئے۔ حضرت علیؑ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو حضورؐ کے خلائف کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ گو وہ باغیوں کو روک نہ سکے کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ پھر حال انہوں نے اپنے والد کا حکم سنا تو انہوں نے پھر ایک اور حفاظت کی لہری کو شش کرتے رہے اور اسی دوران میں کچھ نہ ختم نہیں کھائے۔

حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو تین روز تک لوگ حضرت علیؑ کو خلیفہ بننے پر مجبور کرتے رہے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے حضرت علیؑ کو بہت قلق تھا۔ آخر تیسرے دن جب بہت اصرار ہوا تو آپ نے مستطاب کر لیا اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یہ ۱۱ روز کی بیعت تھی۔ دو شہینہ (پیر) کا دن تھا۔ حضرت علیؑ نے بیعت لینے کے بعد شہینہ پر کھڑے ہوئے اور ایک فصیح منطوقہ فرمایا۔ لوگوں کو فتنہ و فساد سے بچنے اور اس کو روکنے کی ہدایت فرمائی۔ فقہی اور پرہیزگاری سے

زندگی بسر کرنے کی نصیحت کی۔

حضرت علیؑ نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی تفتیش

قاتلوں کی تفتیش

کی کوشش شروع کی۔ لیکن اس میں بڑی سختی پیش آئی کیونکہ شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت نائلہ ہی موجود تھیں۔ اور وہ پورے دار عورت ہونے کی وجہ سے سوائے محمد بن ابی بکر کے اور کسی کو پہچان نہیں سکتی تھیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے محمد بن ابی بکر کو قتل کرنے کے قاتلوں کے متعلق دریافت کیا۔ محمد بن ابی بکر نے قسم کھائی کہ میں قتل کے ارادہ سے گھر میں داخل ضرور ہوا تھا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے جب ایک جملہ پول گوجے غیرت دلائی تو میں فوراً ہٹ گیا۔ پھر جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا۔ ان کو میں خود بھی نہیں جانتا تھا۔ حضرت نائلہ نے کہا کہ ہاں محمد بن ابی بکر نے بائبل بھی بیان دیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دیا اور وقتی طور پر تفتیش بند کر دی۔ کیونکہ فتنہ و فساد پیدا کرنے والے لوگ ابھی تک متحمل تھے اور جب تک حضرت علیؑ خلافت سنبھال کر ان لوگوں پر قابو نہ پا لیتے۔ قاتلوں کی مزید تفتیش ناممکن تھی۔ اور نہ ہی ایسے حالات میں قانونی نقطہ نظر سے کسی کو باقاعدگی سے تفتیش کی جاسکتی تھی۔ حضرت علیؑ نے عہد عثمانی میں یہ سمجھنا چاہا کہ فتنہ و فساد کی اصل جڑ وہ بہت ہے جو تعلق رکھتے تھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے اپنے بھروسے اور اعتماد کے لئے ایسا کیا ہوا تھا۔ پھر حال

حکام کی معزولی

حضرت علیؑ نے خلیفہ بننے ہی تمام حکام اور عمال کی معزولی کے حکم نامے
 تحریر کر رکھے۔ بعض مدبرین مثلاً عبید اللہ بن عباسؓ اور مشیر بن نفیثہؓ
 نے انہیں ایسا کرنے سے روکنا چاہا۔ لیکن حضرت علیؑ اس بات کا اہل قبیلہ
 کو چکے کھے۔ اس لئے عثمان بن عفیف کو معزول کیا۔ عبید اللہ بن عباسؓ کو
 عین کا، عمارہ بن شہاب کو کوثر کا، سہیل بن حفیف کو شام کا اور
 قیس بن سعد کو مہر کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔

بہتر تو یہ تھا کہ پہلے حضرت علیؑ سب حکام سے اپنی خلافت کی
 بیعت لے لیتے اور اس کے بعد جس کو چاہتے معزول کر دیتے۔ کیونکہ
 بیعت لے لینے سے یہ بات لازم ہو جاتی کہ سب لوگ اور حکام
 حضرت علیؑ کو خلیفہ تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد خلیفہ کو یہ حق حاصل
 ہے کہ جسے چاہے رکھے، جسے چاہے معزول کر دے
 لیکن فوری طور پر معزولی کے حکم نامے جاری کرنے سے حکام نے اپنا
 لے عہدہ سنبھالی اور بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ سہیل بن حفیف
 جب نوبک کے مقام پر پہنچے تو انہیں ایک شامی دستہ ملا، جن سے
 ان سے پوچھا کہ آپ کیسے آئے ہیں؟ سہیل بن حفیف نے کہا کہ میں
 خلیفہ کی طرف سے شام کا حاکم مقرر ہو کر بھیجا گیا ہوں۔ شامی
 سپاہیوں نے کہا اگر آپ حضرت عثمانؓ کی طرف سے حاکم مقرر ہو
 کر آئے ہیں تو تشریف لائیے ورنہ واپس چلے جائیں۔ چنانچہ سہیل بن
 حفیف کو واپس آنا پڑا۔ قیس بن سعد نے جب مصر کے تو مشیر نوبک
 ان کے ساتھ ہو گئے، کچھ مخالفت پر اثر آئے اور مشیر نوبک کے
 کہ اگر حضرت علیؑ رضائے قانون سے قصاص دیدہ، یا تو ہم خلافت

تسلیم کر لیں گے۔ ورنہ ہم بھی خلافت لیں۔ اسی طرح عثمان بن حنیف
 جب پھر پہنچے تو اس وقت وہاں کے حاکم عبداللہ بن عامر رحمہ کے
 لئے کہہ آئے تھے چنانچہ وہاں بھی تین قسم کی جماعتیں بن گئیں۔ کوفہ سے
 جو کچھ لوگ طلحہ بن خویلد اسدی کے ہمراہ قائلوں سے قضا ص لینے روانہ
 ہو چکے تھے۔ راستہ میں عمارہ بن شہاب نے حاکم جانے ہوئے ملے
 طلحہ بن خویلد نے کہا آپ واپس جائیں ورنہ ہم تمہیں بھی قتل کر دیں گے۔
 انقض اکثر جگہوں پر انکار اور نافرمانی سے ہی واسطہ پڑا۔

قضا ص کا موطن المیر و لشویش | حضرت علیؑ نے امیر معاویہؓ کو لکھا
 کہ مدینہ کے لوگوں نے میرے ہاتھ

پر بیعت کر لی ہے۔ لہذا تم بھی بیعت کرو ورنہ دوسری صورت جنگ
 کی ہوگی۔ امیر معاویہؓ نے پہلے خاموشی اختیار کی پھر کچھ دنوں بعد اپنے
 قاصد کے ہاتھ جواب میں ایک خط حضرت علیؑ کے نام بھیجا جس میں سوائے
 بسم اللہ الرحمن الرحیم اور حضرت علیؑ کے نام کے کچھ نہیں لکھا تھا۔
 قاصد جب مدینہ پہنچا تو اس نے بتایا کہ تمام شامی سخت نالاں ہیں
 اور جب تک حضرت عثمانؓ کے قائلوں سے قضا ص نہیں لے لیں گے
 چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ اور حضرت علیؑ کے بھی سخت مخالف ہیں۔

اس لئے کہ انہوں نے قائلوں سے بدلہ لینے کا بندوبست نہیں کیا اور
 قائلوں کی جماعت کو اپنے لشکر میں شامل کر رکھا ہے۔

دوسری طرف مکہ سے بھی شہر پہنچی کہ حضرت عائشہؓ نے جو اس
 وقت حج کے واسطے ہیں مکہ گئی ہوئی تھیں، حرم کعبہ میں پرجوش تقریر
 کر کے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے قائلوں سے قضا ص لینے کے لئے ابھارا

سہ اور اس سلسلے میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اہل مکہ عبداللہ
 بن حفصہ اور بصرہ کے آئے ہوئے یعنی ابن ہشامؓ بھی حضرت عائشہؓ سے
 ہم خیالی ہو کر ساتھ مل گئے۔ چنانچہ مکہ سے ایک بڑی جماعت حضرت عائشہؓ
 کے ساتھ بصرہ روانہ ہوئی اور بصرہ کے قریب جا کر ٹھہر گئی۔ کیونکہ حضرت
 علیؓ کے مقرر کردہ حاکم بصرہ عثمان بن حنیف نے چندان ہی آگے بڑھے تاکہ
 وہ اس جماعت کے آگے کا مقصد پوچھیں۔ جو اب ملا کہ ہم سب حضرت عثمانؓ
 کے قائلوں کا قصاص لینا چاہتے ہیں۔ اور اس شخص سے بصرہ کو مرگنا پشانا
 چاہتے ہیں۔ عثمان بن حنیف نے چاہا کہ انہیں روک رکھیں تاکہ حضرت علیؓ
 کی طرف سے یہی تمام کام سرانجام پائیں۔ دوسرے حکیم ابن جبہ نے جو ایک
 شرابی شخص تھا۔ اور عید الفطرین باکا ساتھی اور اس جماعت کا زبردست
 حامی تھا۔ شرابی شروع کریں اور جنگ و جدل تک نہ بت لانے کی پوری
 کوشش کی لیکن حضرت عائشہؓ کی تقاریر اور انہوں نے بصرہ سے
 بیشتر لوگ ان کے ساتھ مل گئے اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے
 ہاتھ پر ہیمنت کر لی۔ صرف بنو سعد ہی ایسے تھے جو حضرت علیؓ کے ہم
 خیالی ہونے کی وجہ سے پیچھا رہے۔ آخر حضرت عائشہؓ کی جماعت کے
 ساتھ عثمان بن حنیف کی بھڑبھڑ ہوئی۔ عثمان بن حنیف گرفتار ہوا۔
 لیکن حضرت عائشہؓ کے حکم سے نہ ہا کر دیا گیا۔ پھر بصرہ کے لوگوں میں سے
 حضرت عثمانؓ کے قائلوں کی جماعت کے لیے ایک بڑی کھڑکی تیار کی گئی۔
 اور سر زمینیں ہیں جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور
 دوسرے لوگ مکہ سے بصرہ روانہ ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے بصرہ کی
 بصرہ پہنچنے کی تیاری شروع کر دی تاکہ بصرہ کے بیت المال پر چھوڑ دیا

سے تیارہ پڑا اور مال و دولت سے بھرا تھا۔ قبضہ کر لیا جائے ویسے
بھی حضرت علیؑ کو بصرہ کے لوگوں پر اعتماد تھا کہ وہ پند و نصیحت سے
وفا داری کا حلقہ اٹھائیں گے، مدینہ کے اکابرین نے جن میں حضرت
عقیقہ بن عامر بھی تھے، حضرت علیؑ کو بہت سمجھایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور
حضرت عمرؓ نے مدینہ میں یہی بیچے کو تمام جلا سے فتح کیے تھے، اس لئے
مناہج نہیں کر دار الحکومت کو چھوڑ کر آپ باہر چلے جاویں، لیکن حضرت
علیؑ نے فرمایا کہ میرا وہاں جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر حق نہیں دیا
قائض ہو سکتا تو پھر ہمیں بہت منسکلی پیش آسکے گی۔ چنانچہ چند اصحاب
کے علاوہ سب لوگ آپ کے ہمراہ ہوئے۔ بصرہ کے قریب مقام
ذی قار پہنچے تو معلوم ہوا کہ مکہ کی جماعت پہلے ہی وہاں پہنچ چکی ہے
اور بہت سے لوگوں نے حضرت **طلحہؓ** اور حضرت **زبیرؓ** کے
ہاتھوں پر بیعت بھی کر لی ہے۔ چنانچہ یہ سب لوگ ہمیں دکھائے
ذی قار سے حضرت علیؑ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت
امام حسنؑ کو چند آدمیوں کے ساتھ کوفہ روانہ کیا۔ تاکہ وہاں جا کر
ان کو وہ حضرت علیؑ کی بیعت پر آمادہ کریں۔ جب یہ لوگ کوفہ
آئے تو وہاں حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہما (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ)
کوفہ کی بڑی مسجد میں لوگوں کو خطاب کر رہے تھے کہ یہی وہ
وقت ہے جس کا آنحضرتؐ رسول اللہ ﷺ پتہ دیا تھا۔
کہ قلندر یہ پاسیگا۔ اس سے میرا مشورہ ہے کہ تم سب لوگ
کسی بھی کام میں شرکت مت کرو اور ہتھیار چھیننا نہ
اور گوشہ نشین ہو جاؤ۔ حضرت امام حسنؑ نے سخت الفاظ

سے حضرت ابو موسیٰ اشجری رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی اور لوگوں کو
 پیچھوٹ کر تقریب کے ذریعے حضرت عسلی رضی اللہ عنہما کی پیچھوٹنا پڑا۔
 ابھی ان کو غم کے ایک پانچ بندگ حضرت پھر ان کا ذکر کیا تو حضرت
 امام حسنؑ کی پڑھتا ہوئی اور خود سب سے پہلے بیعت کے لیے تیار
 ہوئے۔ چنانچہ ان کو تقابلاً پیر کا پیر اثر ہوا کہ تقریباً دیکھ کر
 لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے آئے اور حضرت امام حسنؑ
 کے ساتھ ذی قار پہنچ کر بیعت کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گھر کی طرف رو دیا اور
 ہنس کے پھر وہاں اس وقت نہیں تھا عین وقت میں تھا جب وہاں ان کا
 حکم عین سے پھر چلے گا کہ حضرت کی پیر پیر پیر پیر اور ان کا
 حکم کہے باہم صلح ہو جائے۔ چنانچہ اس حکم سے سرگور کو حضرت
 کی اور حضرت نالتمہ رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہما کی بیعت کر کے
 جنگ نہ ہو اور صلح ہو جائے اس لئے صلح کی صورت لگا آئے گی لیکن
 دونوں طرف سبائی (سید القادری) کے بیعت کے پیر اور اپنے اوگ تیار
 تھے جو اندر ہی اندر شرارت اور لڑائی کا سامان پہنچا کر رہے
 تھے کیونکہ اگر صلح ہو جائے تو سبائی کے بیعت کے لئے لگا لگا لگا لگا
 پہنچتا تھا۔

حضرت عسلی رضی اللہ عنہما کے تقریب کے پیر پیر پیر پیر پیر پیر
 ہونے اور وہاں سے تقابلاً پیر پیر پیر پیر پیر پیر پیر
 امام ابو مہین حضرت نالتمہ رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچا کر صلح ہو کر ان کا
 کہ فرزند سبائی۔ حضرت نالتمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا باہم صلح پیر پیر پیر اور

پیر پیر پیر پیر

انہوں کی صورتوں پر سب سے کہ قانونوں سے قصاصیں لیا جائے۔ فقہاء سے
 ایکے لہجے کی چوڑی کا تقریباً کہہ کے حضرت عائشہؓ اور ان کی فوج کو سمجھایا یا
 کہ پہلے امن قائم کیا جائے پھر قصاص اس آسانی سے لیا جائے کہ فقہاء
 کی تقریباً سب پر لڑا اتر گیا۔ حضرت عائشہؓ اور سب لوگ تیار
 ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے چپا لٹا تو بہت خوش ہوئے اور دوسرے ہی
 دن بھرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن بھرہ کے پاس پہنچے تو رات آگئی۔
 اس کے منظر کے۔

سبانی جماعت کے آدمیوں نے موقع دیکھا کہ دونوں فریق آگے
 بڑھے ہیں۔ اس لئے انہوں نے رات کے اندھیرے میں اٹھ کر حضرت
 عائشہؓ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ رات کو اچانک حملہ ہو جانے سے
 اندھیرے میں صلح و صفائی کی بات چیت ہو جانے کے بعد ایسی
 صورت پیدا ہو جانے پر حضرت عائشہؓ کی فوج کے آدمی بہت
 گھبرائے اور دھوکہ کھانے لگے۔ سب سب سبانی حملہ کے لئے اٹھ کر کھڑے ہوئے
 اور حضرت عائشہؓ پر پتیلیاں برسے اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔
 سبانی لوگوں نے جواب دیا کہ اہل بھرہ نے حملہ کر دیا ہے۔ الغرض
 دونوں طرف غلط فہمی ایسی پھیل گئی کہ جنگ کے سوا کوئی صورت
 باقی نہ رہی۔ چنانچہ دونوں فریق آگے سامنے آگئے اور عام جنگ
 شروع ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ نے آہستہ آہستہ فوج میں اونٹ پر سوار تھیں
 اور ان کی فوج اس اونٹ کو گھیرا ڈالے ہوئے تھیں۔ اسی نسبت سے
 اس کا نام جنگ بھالہ اونٹ والی لڑائی (مشہور ہوا)۔
 حضرت عائشہؓ نے بھرہ کو آگے لے کر اور حضرت زبیرؓ کو پکار کر فرمایا۔

اسے ابو عبید اللہ انہیں روہان یاد ہے چھپو اس حضرت سے کہ تم سے
 فرمایا تھا کہ تم علی کو روہان سے بھگتے ہو؟ اور تم سے جواب دیا تھا کہ
 "ہاں" انہیں یاد ہے کہ تم کو رسول اللہ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک
 دن تم ناحق علی سے لڑو گے، حضرت زبیرؓ کہتے تھے کہ یہ لڑائی یاد
 آگیا، پھر حضرت نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ یہ لڑائی یاد
 لیکن حضرت عبید اللہؓ نے زبیرؓ سے جو بیاد وہ فوج کے سردار تھے۔
 جنگ چھڑنے سے انکار کر دیا، حضرت زبیرؓ خود ہی میدان جنگ
 سے نکل کر ایک طرف بیان فرماتے تھے کہ حضرت طلحہؓ کو یاد ہے کہ وہ
 لگے لیکن مروان بن حکم نے زبیرؓ کو روایا تھا کہ تم سے لڑو اور
 انہیں وہیں ختم کر دیا عربی لوگ بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے

حضرت عائشہؓ کے اہل بیت کے گور حیا ان نثار کے کہ گور سے
 تھے، حضرت علیؓ نے دیکھا کہ چھپا گیا، حضرت عائشہؓ نے کہا اور حضرت
 سلامت کے چنگ سے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو
 بھیجا کہ اسے گور دیا جائے۔ چنانچہ ایک شخص نے گور کا
 کے پاؤں پر تلوار ماری اور وہ بچے بیٹھ گیا۔ اور اسے گور سے
 کہ حضرت عائشہؓ نے فوج سے ہتھ پڑا اور لڑائی سے
 حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے چہرے کی طرف دیکھا کہ وہ گور
 ان کی خدمت کریں اور اعلان کر دیا کہ میں نے اسے گور سے
 جو بھاگتا ہے اس کے ہاتھ پڑیں اور لڑائی سے بچیں اور اسے
 کیا جائے اور نہ لڑائی پر گھسٹو سے نہ لڑو گے۔ چنانچہ
 پھر حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس آئے۔

پھر چمکے اور نہ نہایت استراجم کے ساتھ انہیں ساتھ لے کر بصرہ پہنچے چند
دوایہ قیام کیا پھر شہر مدینہ منورہ کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ روانہ کرتے
وقت بصرہ کا چالیس مسرتز خواتین کو بھی صحائف کی خاطر ساتھ لے گیا اور

شہر مدینہ پہنچے فاطمہ کے ساتھ شکرے۔ حضرت ہونے سے پہلے حضرت
عائشہ نے فرمایا "مجھ میں اولہ علی ہیں کوئی سابقہ بھگڑا نہیں تھا۔ یہ بھی
لنگر سے لنگر لیا گیا ہوا ہی کرتے ہیں۔ یہ سب بھگڑا صرف غلط فہمی کا
نتیجہ تھا۔ میں ایسا بھی نہیں گوارا کرتی تھی۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
بھی فرمایا کہ "آئم المؤمنین نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ ان کا کہنا ہے اور حضرت
میت نے بارہ ہے۔ اور یہ بھی ان کا پورا پورا احترام کے جس طرح یہ دنیا میں
رسول اللہ کی بیوی تھیں اس طرح آخرت میں بھی ہوں گی" حضرت
کے وقت حضرت امام حسن اور امام حسین بھی ساتھ تھے۔ پھر باب کے
ساتھ ہی داپسی بصرہ لوٹ آئے۔ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
میں ہو جانے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل بصرہ
میں بیعت لی اور حضرت عبد اللہ بن عباس
کو وہاں کا والی مقرر کر دیا اور خراج کی تفصیل کے لئے
ذیابہ بن ابی سفیان مقرر کئے گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چند روز کے
بعد کو قہر کے لئے اور ۱۲ رجب ۳۷ھ میں وہاں پہنچ کر
محلات میں رہنے کا سجاوے میدان میں قیام فرمایا۔ پھر جمعہ کے دن
پندرہ خطیبہ دیا اور لوگوں کو وفاداری کی نصیحت فرمائی۔ اس کے بعد
وہاں ہی مستقل طور پر پیدائش کی خواہش ظاہر کر کے مدینہ کی سجاوے کو قہر
کو صدر مقام بنا دیا۔ ثانیاً اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان کی شہادت

تیسری اور چوتھی

Marfat.com

سے مدینہ (حرم نبوی) کی جو توہین ہوئی تھی اس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے

بہت بہت سدھہ تھا۔ اس لئے انہوں نے مدینہ کو علی رضی اللہ عنہ اور عاتقہ رضی اللہ عنہا کے

ہی رہنے دیا۔ اور سیاسی مرکز (صدر مقام) علیحدہ بنا لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعہ جمل سے فارغ ہو کر اور

عراق پر قبضہ کرنے کے بعد امیر معاویہؓ کو ایک

خط بزرگین عبد اللہ کے ہاتھ بھیجا جس میں لکھا کہ مہاجرین و انصار نے

میں کریمؐ کی خلیفہ منتخب کیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی

بھی میری بیعت کریں۔ جو انکار کرنے کا اسے قوت سے نہ رکھیں۔

تم اطاعت قبول کر کے قاتلوں کے قصاص کا مقدمہ میرے سامنے پیش

کرو۔ میں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے شام پر حکمران چاہا۔ اس وقت

اس لئے وہاں خا عا اثر قائم کر چکے تھے۔ سب شامی ان کے حلقے

میں تھے۔ لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جوش سے دے کر انہیں

دیکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مسدود کی حکومت دینے کا ارادہ

دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ تمام اموی حکام جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے متروک کر دیا تھا۔ وہ شام پہنچ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں

گئے تھے۔ مختصر یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خاص جمہوریت کا رشتہ

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنا حاکم

ابو مسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ قاصد نے آکر دیکھا کہ بہتر احوال

اٹھی ایک زبان کہہ رہے ہیں کہ ہم سب عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاصد سے فرمایا: "دیکھ لو کہ مجھے ان لوگوں پر کتنا افسوس

کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لیتا چاہتے ہیں، چنانچہ قاصد واپس
شام چلا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر ایک خط امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا اور ایک خط
یابعدہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں ان کا
بچھرا اختیار نہیں تھا، اس لئے حالات کی نزاکت کو مد نظر رکھ کر ان کی بیعت
کریں ورنہ یہ شدت مسلمانوں کے لئے کشت و خون کا باعث ہوگی لیکن
اس بار بھی مصالحت کا کام رہا۔ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ کے لئے مجبور
ہوئے۔ اور تقریباً اسی ہزار کا فوجی دستہ لے کر شام کی طرف
روانہ ہوئے۔ دریائے فرات پار کر کے ملک شام میں داخل ہوئے۔
تو شامی دستے سے ایک جھڑپ ہوئی۔ اسی دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی فوج دعلوی فوج کو مزید کمک پہنچ گئی۔ یہ دیکھ کر شامی دستے
سے امیر نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع
دی۔ شامی فوجوں نے صفین کے میدان پر قبضہ جما کر دریائے پانی
لینے کے تمام راستے روک دیئے۔ دعلوی فوج صفین پہنچی تو پانی نہ
پینے کی تکلیف ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زبردست جملہ کیا اور شامیوں
کو مدد کی خواہش کرنا شروع کی۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صیرافندس
نے گوارا نہ کیا کہ دشمن بھی پیاسے نہیں۔ اور انہیں دریائے پانی پینے
کی اجازت دے دی۔ چنانچہ باہمی آمد و رفت سے مصالحت کے
اشارے دکھائی دیتے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آخری بار پھر اپنا قاصد
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ ہوئی۔
دونوں فوجیں تین ماہ تک میدان میں پڑی رہیں اور طرفین سے

قاتل حضرات مصالحت کی خوشامدنی کرتے رہے لیکن نتیجہ صفر رہا۔
 آخر تین ماہ بعد چھادی الاخر کے شروع میں دونوں فوجیں نبرد آزما
 ہوئیں۔ اور تقریباً ایک ماہ جنگ و جدل میں گزر گیا۔ ہر روز کھڑے کھڑے
 وقت صبح و شام لڑائی ہوتی پھر فوجیں اپنے اپنے خیوں میں واپس چلی جاتی
 رجب کا مہینہ شروع ہوتے ہی لڑائی رک گئی اور اخیر ^{مئی} ^{۱۲۱۰} ^ھ ^{۱۸۰۰} ^ء
 کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اسی دوران میں مصالحت کی بہت کوشش ہوئی۔
 لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ صفر کے شروع سے پھر لڑائی شروع ہو گئی
 اس مرتبہ حضرت علیؑ نے بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا تھا۔ انہوں
 کو پاؤں اکھڑتے نظر آئے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ حضرت علیؑ کے
 مقابلے کے ریلے نکلے۔ حضرت علیؑ نے انہیں سخت زخمی کر دیا۔ جیسا پھر
 معاویہؓ کو شکست دکھانی دینے لگی۔ تو مصالحت کی درخواست کی
 لیکن اب حضرت علیؑ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا
 چال چلی اور اپنی فوج کے آگے کچھ آدمیوں کو قرآن مجید سے چند لفظ
 نیردوں پر لٹکا کر روانہ کیا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہ یہ وہو کہ سے
 اپنی فوج کو سمجھایا کہ لڑتے رہو۔ یہ شخص چال سے ہے۔ لیکن علیؑ کی فوج کے
 کچھ لوگوں نے کہا کہ قرآن درمیان میں آگیا ہے اس لئے اب ہم نہیں
 لڑ سکتے۔ چنانچہ جنگ بند ہو گئی اور طرفین کے علمائے نے فیصلہ دیا۔
 کہ جنگ اور تنازعات کا فیصلہ صرف دعا آدنی کریں گے جو دونوں طرف
 سے پیتے ہیں۔ یہاں کی طرف سے حضرت عمرو بن عاصؓ نے اٹھنا
 مقرر ہوئے اور حضرت علیؑ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ
 مقرر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو قہ سے نکل کر شام کے ایک

گاہوں میں گوشت نہیں ہو چکے تھے۔ چنانچہ وہاں سے بلائے گئے اس طرح اس
 ہوٹل تک جنگ کا خاتمہ ہو گیا جس میں تقریباً نوے ہزار مسلمان مارے
 گئے عہد رسالت سے لے کر اب تک ساریسے مقتولین مسلمان بھی اس
 جنگ کے مقتولین سے کم تھے۔

جبہ درویشوں کا نذر ہو گیا۔
 انہوں نے قریشین سے مندرجہ ذیل

تالیفوں کا نذر لیا۔

- ۱۔ عہد نامہ لکھوا لیا۔
- ۲۔ اہل اہل اور معاویہ اور ان دونوں کے حمایتی باہم رضامندی سے یہ
 عہد کر لیا کہ جو فیصلہ ابو موسیٰ اشعریٰ اور عمرو بن العاصؓ دینگے
 انہیں منظور ہوگا۔
- ۳۔ فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے مطابق ہوگا۔
- ۴۔ اگر فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق نہ ہو تو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔
- ۵۔ اور قریشین کو حق ہوگا کہ جنگ کے ذریعہ فیصلہ کریں۔
- ۶۔ تالیفوں کی جان اور مال محفوظ رہیں گے۔
- ۷۔ فیصلہ باہر منہاں تک نثارا یا جائے گا۔ لیکن اگر ضرورت ہوگی
 تو پچھتا نہیں ہو سکے گی۔
- ۸۔ فیصلہ تک لڑائی قطعاً بند رہے گی۔
- ۹۔ شہادت کے لئے جس شخص کی ضرورت ہوگی طلب کیا جاسکے گا۔
 اور شہادت تحریر کی جائے گی۔
- ۱۰۔ فیصلہ شام اور عراق کے درمیانی علاقہ میں ہوگا۔
- ۱۱۔ اگر قبائلی اہل سے کوئی تالیفی فوت ہو جائے تو اس کی جہاد

کو تخلیق بنا دیا جانتے۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہنے لگے میرے بیٹے اللہ
بن عمرو بن عاص کو کیوں نہ تخلیق بنا دیا جائے۔ جب کوئی مخلوق فیصلہ
کی نہ بنی تو طے ہوا کہ فیصلہ امت پر چھوڑ دیا جائے وہ جس کو چاہیں تخلیق
بنالیں۔ ہم دونوں حضرت علیؑ اور امیر معاویہؓ کو خلافت کے حقی
قے علیحدہ کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا کھڑے ہوئے اور فیصلہ سنا دیا۔
لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ چلے گئے کھڑے ہوئے اور کہا کہ فیصلہ یہی
ہے لیکن مجھے صرف یہ کہنا پاتا ہے کہ میں حضرت علیؑ کی معزولی سے تو
شوق ہوں اور امیر معاویہؓ کو خلافت پر سجال رکھتا ہوں۔ کیونکہ
وہ قاتلوں سے قصاص لینے کے نہ یاد رہتی وہ ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ
یہ سن کر بہت غصہ ہوا کہ وہ اور دونوں تالوں میں سمجھتے تھے کہ
ہو گئی شریک بن گئی ہے بڑھ کر حضرت عمرو بن عاصؓ کو مارا۔
لیکن رگ در میان بھی آگئے۔ اور سچا ہو گیا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

سخت زدم ہونے اور کہہ پتھ کو گوشہ نشین اٹھایا کر لی۔
خاندان کی ابتدا صحابین کا عہد نامہ تالیفی لکھا گیا تو
اس کے شروع میں دونوں گروہ اپنے اپنے علاقے میں اعلان
کرنے کے لئے نکلے۔ عراق کی طرف اشدت میں تھیں اس کا سر پر
وامور ہونے اور حبیب وہ عہد نامہ سناتے ہوئے گروہ سے بچے
تو بنو تمیم کے ایک آدمی عمرو بن اویس نے بڑھ کر ان سے کہا کہ اللہ
کے فیصلے کے لئے آ رہے ہیں کہ فیصلہ کو کہیں مانا جائے؟ پھر اس
شخص نے ان سے اشدت میں تھیں بڑھ کر مانا چاہا۔ لیکن سچا

ہو گیا۔ اسی طرح اور بہت سے آدمیوں نے مختلف مقامات پر ناراضگی
 کا اظہار کیا۔ اور اس طرح ایک خاص جماعت ہم خیال ہو گئی اور
 علی کی قریبی سے قدرتی پارہ ہزار آدمی علیؑ کے ہونے پر اس قدر
 حضرت علیؑ نے حضرت عباسؑ کو بھیجا تاکہ انہیں سمجھائیں لیکن کچھ
 نہ ہوا۔ آخر حضرت علیؑ نے خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں
 سمجھایا سچا کہ اپنے ساتھ کوئی مسئلہ ہے۔ لیکن اللہ سے پہلے لوگ حضرت
 علیؑ کے ہیں مخالف ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت علیؑ نے تو اپنی فیصلہ
 منظور کرنے کا عہد کیا اس لئے وہ بھی مخالف کے حق دار نہیں رہتے۔
 چنانچہ اس طرح مخالفوں کا ایک مستقل طبقہ پیدا ہوا۔ جو حضرت علیؑ
 اور اسی پرستاروں کو مخالفت کا حق دار نہیں سمجھتا تھا۔ اس فرقہ کا یہ عقیدہ
 تھا کہ وہی معاملات ہیں قرآن کا حکم مانا جاتا ہے۔ مخالف مقرر کرنا کفر ہے۔
 اور جو مخالف مقرر کرے گا وہ کافر ہو گا۔ اس عقیدے سے حضرت ان لوگوں
 نے تو رسول کو ہم خیال بنانا شروع کیا۔ اور خود ان کا ہم خیال بنانا اسے
 مارنے یا موتی مانا تو قتل کر دینے۔ عبد اللہ بن عباسؑ اور اس کا بیوی
 کو انہی مخالفوں نے نہایت بے رحمی سے قتل کیا۔ حضرت علیؑ کو جب حواری
 کی اس سرکشی کا علم ہوا تو انہوں نے ہمارے بن مرہ کو مخالف مقرر
 کرنے کے لئے بھیجا لیکن مخالفوں نے ہمارے بن مرہ کو بھی قتل کر دیا۔
 حواریوں کی سرکشی اور ظلم و ستم سے وقت بھرنا
 تمام یہ دوبارہ عمل کرنے کی تیاری میں ہو گیا
 تھے۔ لیکن جب ان لوگوں نے ظلم کی انتہا کر دی تو حضرت علیؑ نے
 کی قریبی سے قدرتی پارہ ہزار آدمی علیؑ کے ہونے پر اس قدر

حضرت علیؑ کے ہونے پر اس قدر

کے لئے نکلے اور مقام نهران قروگتشی ہوتے پہاڑ سے آپ نے دریا نکال

الہی الہیپ انہوں نے انہوں نے قلعہ میں عبادہ رضی اللہ عنہا کو خوار چکے پار
پہنچا کہ ان کو بکھا کر ان کی حرکتوں سے روکیں لیکن اس سفارت کا اثر نہ

ہوا نہ کچھ ضرورت علی نے تمام جمیوں کے ایک سردار کو اپنے پاس بلایا اور
اسے پتلا لکھتے کی لیکن اس وقت بھی ناکامی ہوئی۔ آخر امیر المومنین

حضرت علیؑ نے فوج کی صف بندی کی اور علمہ کا حکم دے دیا۔ خوار چکی بھی
پڑی نہ اور لشکر سے مقابلہ کے لئے نکلے لیکن تمام جمیوں کے تقریباً ہزار

اندھی جی حضرت علیؑ کے قہار ہونے سے نہیں چاہتے تھے۔ لیکن اگر ایک ہونے سے
تصویرت ہاں انہوں نے وفادار کیا۔ کہ وہ لوگوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل نہیں کیا

اور اب انہیں چھوڑ دینا ہمارے چہرے کے لئے آ جاویں۔ یا تمام جمیوں سے علیؑ
ہو کر اور یا کسی اور لشکر کی راہ لیں۔ چنانچہ بہت سے خوار چکی نکلے

کو فوج کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ایک کثیر تعداد علوی حضرت کے پاس
آگئی اب انہوں نے خوار جمیوں کی تعداد تقریباً چار ہزار دہ گئی تھی۔

یہ دونوں طرف سے حملہ شروع ہوا۔ خوار چکی بڑے تہات سے ٹوڑے تھے
گھڑوں کے پیچھے لگ گئے لیکن منہ نہیں موڑتے تھے۔ اعضا رکھ رکھ

کے گتے لیکن انہوں نے کی طرح برابر بڑھتے جاتے۔ اور حضرت علیؑ کی
فوج بھی پیچھے کب بڑھنے والی تھی۔ آخر خوار چکی ایک ایک کے کٹ مرتے اور

شاہی لشکر ہونے لگی۔ نہ غمیوں کو اٹھوا کر ان کے لشکر وادوں کے بندہ کیا۔
فوج کو شام کی مہم پر جانے کا حکم دیا لیکن لوگوں نے کہا امیر المومنین

ہمیں کچھ آرام ملنا چاہیے تاکہ ہم تازہ دم ہو کر لڑیں پھر ہمارے
لشکر کے اندر نہیں ہونے کی۔ لہذا میں کند ہو گئی تھی۔ کچھ دن گزرے

سے ہتھیار بھی ٹھیک کر سکیں گے۔ چنانچہ کچھ دن منقار شہید پر ہتھیار سے
بھر جان سے کوئی چلے گئے کیونکہ ہتھیار ہوتے تھے اس لئے زیادہ
اہم ہوا تھے۔ جنگ نہرو اور **سندھ** میں پیش آئی۔

میر معاذ علی کا ہتھیار **سندھ** میں
حضرت علیؑ نے خلافت سنبھالنے
ہی جب تمام عمال کے ہتھیاروں

کو کے لئے حاکم مقرر کیے تو اس وقت سے ہتھیار کے نئے حاکم تیار
ان سے انصار کی معزز تھے۔ یہ بہت ہوشیار اور معاملہ فہم
تیار تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہتھیاروں کو حضرت علیؑ کی
خلافت پر فائدہ مند کر لیا۔ اور نہایت سچھارہ کی سے ان پر حکومت
کو نے کیے۔ صرف ایک ہتھیار کے سے خلافت کو لے کر یہ سب
پر فائدہ مند تھے۔ ان کا ہتھیار یہ تھا کہ وہ اس وقت تک ہتھیار
نہیں کر سکتے جب تک کہ سب معاملات طے نہ ہو جائیں۔ البتہ عدالت
ہتھیار کی اطلاع وہ اپنی طرح کرتے رہیں گے۔ انہیں ہتھیار سے
معاملہ فرمیں سے کام لیتے ہوئے ان لوگوں سے ایک خاص سبب نہ
بھیجا۔ اور انہیں اپنے معاملات پر چھوڑ دیا۔

اور میر معاذ علیؑ یہ سب تھے کہ اگر حضرت علیؑ
تمام پر حکم آور ہوئے اور ہتھیار انہیں ہتھیار کی اور انہیں
نہیں سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ہتھیاروں کو خط لکھ کر اپنے
ساتھ لانا چاہا۔ لیکن انہوں نے ہتھیاروں کے ہتھیاروں کو لے لیا۔ اور
جواب میں انکار کر دیا۔ میر معاذ علیؑ نے دوبارہ خط لکھا
اور دیکھی رہی کہ وہ خلافت سے اسے لے لیا کرتے ہیں۔

قلیس بن سعد نے بھی ویسا ہی سخت جواب دے دیا۔ امیر معاویہ نے پھر ایک چال چلی اور مصر میں یہ منشاء ہو کر دیا کہ قلیس بن سعد نے ہمارے ساتھ ہیں اور اس غلط بات کو حضرت علیؑ کے کانوں تک بھی پہنچا دیا۔ مزید یہ کہ یہ بیان بھی دیا۔ کہ قلیس بن سعد نے اہل خرتبا سے جو بیعت نہیں لی یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ حضرت علیؑ نے ان افواہوں کو صحیح سمجھتے ہوئے قلیس بن سعدؓ کو اہل خرتبا سے لڑ کر بیعت لینے کا حکم بھیجا۔ قلیس بن سعد نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اہل خرتبا میں ہزار شخصوں پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں بہت سے جنگجو اور بہادر لوگ ہیں۔ اس لئے ان سے اس وقت لڑنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن جب حضرت علیؑ نے اصرار کیا تو انہوں نے مصر کی عاقبت سے استغفار دے دیا۔

حضرت علیؑ نے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر مقرر کیا۔ لیکن یہ کمسن اور تیز طبیعت کے انسان تھے۔ اس لئے خرتبا کے لوگوں سے جنگ شروع ہو گئی۔ اہل خرتبا نے محمد بن ابی بکر کو تنگ کرنا شروع کیا۔ حضرت علیؑ نے جنگ صفین کے بعد امیر معاویہؓ کو جو عہدہ کے حاکم تھے والی مصر بنا کر بھیجا۔ لیکن امیر معاویہؓ نے ایک عارض کے تحت انہیں راستے میں زہر دوا دیا۔ جس سے وہ مصر پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گئے۔ پھر امیر معاویہؓ نے عمرو بن عاصؓ کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی کہ مصر میں محمد بن ابی بکر کے مقابلے میں بھیجا۔ محمد بن ابی بکر نے جویش سے لڑے۔ لیکن عمرو بن عاصؓ کیساتھ امیر معاویہؓ خود ایک فوج دستہ لے کر آئے۔ دوسری طرف سے

اپنی خورتا بھی ان کی مدد کے لئے آگئے۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر کی قوت کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ کچھ بھاگ نکلے۔ خود محمد بن ابی بکر بھاگ کر چھپ گئے۔ لیکن پکڑے گئے اور معاویہ بن خدیج ایک خورتا کے سر ہارنے انہیں قتل کر کے ایک مردہ گدھے کے پیٹ میں بند کر کے نذر آتش کر دیا۔ یہ واقعہ **سندھ کا گدھے**۔ محمد بن ابی بکر نے لڑائی کے شروع میں ہی حضرت علیؓ کو مارا تھا کہ انہیں مدد بھیجی جائے۔ اور لوگ مصر میں جانے سے تامل کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے بڑی کوشش سے دو ہزار آدمی تیار کئے۔ لیکن ابھی روانہ ہو رہے تھے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر پہنچ گئی۔ حضرت علیؓ کو اس واقعہ کا بہت افسوس ہوا۔

امیر معاویہؓ کا چارہ جراتہ طریقہ

سندھ میں ہی امیر معاویہؓ نے
عبداللہ بن حضرت علیؓ کو بصرہ بھیجا

تاکہ وہ وہاں کے علوی حاکم زیاد کو مار بھگاٹے اور اس علاقہ کے لوگوں سے زیور منی ان کے حق میں بیعت لے۔ عبداللہ بن حضرت علیؓ کے بصرہ آئے ہی بنو نضیم اس کے ساتھ مل گئے۔ اس لئے اس نے چارہ جراتہ طریقہ لیا۔ لوگوں سے بیعت یعنی شروع کی۔ بصرہ کے حاکم زیاد کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ملی تو انہوں نے ابوبکر بن جلیعہ کو عبداللہ بن حضرت علیؓ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ لیکن جب یہ بصرہ پہنچے تو قتل کر دیئے گئے۔ حضرت علیؓ نے اطلاع پا کر جانیر بن قدامہ کو بصرہ بھیجا۔ چارہ جراتہ نہایت سمجھدار اور حکمت علیؓ سے عبداللہ بن حضرت علیؓ کو گرفتار کر کے لے کر آئے۔

کو جلا دیا۔ اہل بصرہ دوبارہ حضرت علیؓ کی بیعت میں آگئے۔
 امیر معاویہؓ نے اپنا جبار سمانہ تلوار غسل بدستور جاری رکھا اور اسلحہ
 میں مختلف مقامات کی طرف فوجی دستے بھیجتے تاکہ لوگوں سے زبردستی
 بیعت لی جائے۔ نعمان بن بشیر کو علاقہ عین التمر کی طرف روانہ کیا۔ وہاں
 کے علوی حاکم مالک بن کعب نے حضرت علیؓ سے مدد مانگی۔ حضرت
 علیؓ کی کوششوں کے باوجود کوفہ سے کوئی شخص وہاں نہ پہنچا۔ اسی طرح
 امیر معاویہؓ کی طرف سے ہشبان بن عوف نے چھ ہزار کے فوجی دستے کے
 ساتھ ابنار اور مدائن (عراق و ایران) پر حملہ کیا اور چار ماہہ طور پر وہاں کے
 لوگوں سے مال و دولت چھینا، خراج وصول کیا اور واپس لوٹا۔ حضرت علیؓ
 نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ پکڑا نہ گیا۔

سید الشہداء کو امیر معاویہؓ نے نہ تھا، کی طرف فوجی دستے کے
 روانہ کیا۔ لیکن حضرت علیؓ نے مسیب کو فوجی دستے کے ساتھ اس کی سرکوبی
 کے لئے روانہ کیا۔ مسیب کے تمہاء پہنچنے پر فریقین میں جنگ ہوئی۔ آخر
 سید الشہداء مسعدہ بھاگ نکلا۔ اسی طرح عثمانؓ بن قیس امیر معاویہؓ کی
 طرف سے واقعہ (بصرہ سے متصل علاقہ) پر حملہ آور ہوا۔ اور زبردستی
 لوگوں سے امیر معاویہؓ کے نام میں بیعت لی۔

شام میں وجہ کے ساحلی علاقوں پر امیر معاویہؓ نے خود حملہ آور
 ہوئے اور بسریں ارطاة کو تین ہزار فوج دے کر حجاز اور یمن پر حملہ آور
 ہونے کیلئے بھیجا۔ بسریں ارطاة نے بغیر کسی مزاحمت کے مدینہ
 اور مکہ پر قبضہ کر لیا۔ اور زبردستی امیر معاویہؓ کے تختی میں
 لوگوں سے بیعت لی۔ پھر وہ حجاز سے یمن پہنچا اور حجاز سے

عمل شروع کیا۔ لیکن کے حاکم عبید اللہ بن عباس کو مکر سے حضرت علیؑ نے پہلے سے بصرہ میں ارطاة کے ظالمانہ اقدام اور عین پر حملہ اور ہوسے کی اطلاع دی تھی۔ اس لئے انہوں نے بصرہ میں ارطاة کے عین پہنچنے سے پہلے اپنا نامہ مقرر کر کے کوثر کی راہ لیا۔ بصرہ میں ارطاة نہایت ظالم اور بے رحم شخص تھا۔ اس نے لوگوں کے ساتھ بہت سختی کی اور صنفاً انہیں کا صدر مقام میں عبید اللہ بن عباسؑ کے دو کسبے بچوں کو بھرتی وہ وہاں چھوڑ کر خود مدد کے لئے کوثر گئے تھے۔ نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا۔

بصرہ میں ارطاة کے ظلم و ستم سن کر حضرت علیؑ نے بجا ریہ بن قدامہ اور حبیب بن مسعود دو سرداروں کو اس کی سرکوبی کے لئے تیار کیا۔ بجا ریہ فرج ان کے ساتھ کی اور خود کوثر کے لوگوں کو پہنچانے تقریروں سے قدر پیچھے اچھا رہا لیکن جیسے روانہ ہوئے گا وقت آیا صرف تین سو اشقیانوں سے گئے۔ حضرت علیؑ کو لوگوں پر بہت افسوس ہوا۔ جسا پر حضرت علیؑ نے اکابرین سے مشورہ کیا اور اعلان کروا دیا کہ تمام مردوں کو جنگ میں شریک ہونا پڑے گا۔ جو نیچے سے گا۔ اس سے سخت میرا دھی جائے گی۔ لیکن ابھی تیاریاں ہی ہو رہی تھیں کہ حضرت علیؑ کی شہادت کا وقت آ گیا۔

تمام پراسنی سے نازدہ اٹھانے ہوئے خار چیلوں کے تین افراد عبدالرحمن بن بکر بن عبداللہ اور عبد بن بکر بن عبد اللہ اور عبد بن بکر بن عبد اللہ نے باہمی طور پر طے کیا کہ اس ساری افراد تقری کا عمل یہ ہے کہ ہم تینوں اس بات کا عہد کریں کہ حضرت علیؑ، امیر معاویہؓ

اور مگر وہی عاصی کو قتل کر دیا۔ چنانچہ **ابن یحییٰ** نے حضرت علیؑ کے قتل
 کا ذکر اٹھایا۔ ایک بن عبید اللہ نے امیر معاویہؓ کا اولاد مگر وہی
 نے مگر وہی عاصی کو ختم کرنے کا نہیں کیا۔ تینوں اپنے اپنے مقصد
 کیلئے روانہ ہوئے۔ ابن یحییٰ کو شہ پہنچا تو وہاں جنگ شروع ہونے لگی۔ مقتولین
 تیار ہو رہے تھے۔ ایک کی بیٹی نظام بنت شیبہ پر اس کی نظر پڑی۔ نظام
 بنت شیبہ کو یہ صورت پسند کی تھی۔ ابن یحییٰ نے اس سے نکاح کی درخواست کی۔ نظام
 نے کہا مجھے مشورہ دیجئے۔ لیکن اس شرط پر کہ میری تین ہزار دینار ایک
 لڑکی اور ایک نکاح نامہ ادا کرے۔ اور حضرت علیؑ کا سر کاٹ کر لے۔
 ابن یحییٰ نے یہ سب سے اسے مقصد کے لئے آیا تو۔ نظام کے تین در لڑکی

تیس اور کئی ارادے فریاد ہو گیا۔

دارستان مشورہ کو تینوں خانہ چیلوں نے اپنے اپنے مقاصد
 پر روانہ کیا۔ امیر معاویہؓ پر غزوات کا دار ٹھیکہ نہ پڑا۔ صرف مشورہ
 زخم کیا جو تین دنوں میں ٹھیک ہو گیا۔ مگر وہی عاصی اس روز بیماری کی در
 سے مسجد میں امامت کے لئے نہ آئے۔ مگر وہی نے امام کو قتل
 سے مگر وہی عاصی کو دیکھا کہ وہ کیا اداسی طرح پٹا گیا۔ ابن یحییٰ اس دن
 مسجد میں سوا ہوا تھا۔ جب حضرت علیؑ صبح کو نماز کے لئے تشریف
 لائے تو ابن یحییٰ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے۔ جب امیر معاویہؓ
 نماز کے لئے اٹھے تو سے ہوئے تو مسجد کی حالت میں ابن یحییٰ نے سر اور
 ان کے لئے ان کو دیا۔ آپ کے سر پر سخت زخم آیا۔ لوگوں نے ابن یحییٰ
 کو گرفتار کر لیا۔

زخم کاری تھا۔ اور زہر جسم میں اتر کر چکا تھا۔ لوگوں نے عرض

انادلک وانما اللہ لہم رسول

کیا۔ " امیر المؤمنین اگر آپ منظور فرمائیں تو آپ کے بیٹے سے ہمارا ہاتھ لے لیں
 حضرت امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے۔ " حضرت علیؑ نے فرمایا۔ " میں
 کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں کہیں۔ " اس کے بعد آپ
 نے کچھ دیکھیں فرمائیں۔ اولہ صرف قاتلوں سے موصولی طور پر تھا۔ امام حسن اپنے
 کی بیعت کی اولہ مزید تاکید کی۔ اس کے اعضاء نہ کاتے جائیں صرف
 قتل کریں۔ آخر کار عثمان مشرک کو آپ فوت ہو گئے۔

انما یلینک ذر ایما لیکہ تک جحدت

حضرت امام حسنؑ نے خود شہید ہو گئے۔ ان کے قاتلوں کو اور کوفہ کے
 میں دفن کیا۔ حضرت علیؑ کا عہد خلافت پہلے پانچ سال کا تھا۔

تھام سہل طشت

حضرت علیؑ جب شد شہادت پر پہنچے تو اس وقت تمام امویوں
 کو ایک ہی شور مچا ہوا تھا۔ اموی خزانوں کے لوگ اور حضرت عثمان کے
 قتل کا تھا۔ انہوں نے اور ہی طور پر چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے علیؑ
 جیسا عہد بنالی۔ اور امیر معاویہؓ کو اپنا امیر المؤمنین بنا بیٹھے۔ حضرت
 علیؑ نے حضرت عثمانؓ کے بیٹے اور حضرت
 سے تمنا میں لینے کے لیے دوسرے پہنچ گئے اور یہ دوستی شروع ہوئی
 ہو پا کر ہی۔ انہوں نے ہر طرف سے اپنی سہیل گئی۔ انہوں نے علیؑ
 ذمہ داریوں کا عہدہ سنبھالا۔ لے ہی کہیں سے لشکر نہ لے کر کوفہ
 کے لیے سرور حضرت کی یاد ہی نکا دی۔ خوب تمنا لیتے تھے
 پورے پانچ سال کے عرصہ میں ہی پھر پانچ سال کے عہدہ لیا اور

مساعی اور ذمہ داری میں سمجھی تسابیل سے کام نہیں لیا۔ اور انہی حالات میں نظم و نسق اور تمام اہم سمیعوں کا برابر انتظام کرتے رہے۔

فوجی نظام ملک میں بدامنی کی وجہ سے باقاعدہ فوجی نظام نہ تھا جو لوگ آپ کے ساتھ ہونے وہی آپ کی فوج تھی۔

بہر حال آپ بڑے بہادر اور جنگی امور میں بھرپور کار کرتے اس لیے جو کچھ بھی ممکن تھا کرتے۔ شاہجہاں سرحد پر آپ نے کئی فوجی پتھریاں قائم کیں۔

مشہور میں جب امیر معاندینہ کی طرف سے عراق پر جارحانہ اقدام ہوئے تو انہی فوجی چوکیوں نے سب سے پہلے مقامی فوج کو روکا۔ عام بدامنی اور پورنٹوں کی وجہ سے آپ نے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے کئی مقامات پر مضبوط قلعے بنوائے۔ اصطخر کا قلعہ حصن زیار کے نام سے بہت مشہور تھا۔ جنگ سقین میں دریائے فرات پر فوجی ضرورت کے لیے پل تعمیر کروایا۔

مالی نظام بیت المال کے سلسلے میں آپ نے بڑی عمدگی سے انتظامات کیے۔ مال کی جائز وصولی میں سختی سے کام

لیتے تھے۔ لیکن غریب اور مساکین کے ساتھ نہایت رحم و کرم سے پیش آتے بدامنی اور بغاوتوں کے باوجود آپ رحم سے کام لیتے اور وہ گولہ اور عفر سے لوگوں کو سواہ لیتے اور قبائلی سے مال خرچ کرتے جہت علی بن ابی طالب دفعہ محکمہ جنگلات قائم کیا۔ اور جنگلات سے بھی خاصی آمدنی شروع ہو گئی۔ عہد نبوی میں گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں لی جاتی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ گھوڑوں کی تجارت شروع ہو گئی ہے تو ان پر بھی زکوٰۃ مقرر کر دی۔

حضرت علیؑ نے حضورؐ کو زکوٰۃ اس لئے بند کر دی کہ ان کی نسل
بڑھنے اور ان سے جنگ اور دوسرے فوائد حاصل ہو سکیں۔

صوبہ بجات کے حکام مقرر کرتے وقت آپ انہیں
پندرہ نصیحت کرتے اور ان کے فرائض کی وضاحت

حکام کی نگرانی

کروینے۔ حکام کی نگرانی کے لئے تحقیقاتی وفد بھیجئے۔ حضرت کوہ بن مالک
اکثر اس کام کے لئے بھیجے جاتے اور ان کے ساتھ ایک فوجی دستہ حفاظت

کے لئے روانہ کرتے۔ حکام کی غلطیوں اور بد اخلاقیوں کا مستحق سے
جائزہ لینے کا حق اور شیر کے حاکم مصقلہ نے ایک دفعہ بیت المال

کی رقم سے پانچ سو اونٹنی اور غلام خرید کر آزاد کر دیئے اور یہ رقم اپنے
نام پر خرچ لکھوا دی۔ کچھ عرصے بعد جب حضرت علیؑ نے خرچ لکھا

مطالبہ کیا تو مصقلہ نے کہا کہ "حضرت عثمانؓ رقم تو اتنی قلیل رقم کی پروا
بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ تو ایک ایک پیسے کا مطالبہ کرتے

ہیں۔" اور خود بھاگ کر امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت علیؑ کو
جب اس کے بھاگنے کا علم ہوا تو فرمایا "اس کا پتہ ہو اس لئے یہ کیا خیانت

کی کہ اگر وہ نہ بھاگتا تو زیادہ سے زیادہ قید ہو جاتا اور اگر قرضہ ادا نہ کر
سکتا تو نہیں معاف کر دیتا!" اسی طرح ایک دن آپ نے اپنے چہرے کی بھائی

عبداللہ بن عباسؓ والے بصرہ سے باز پرس کی۔ حضرت عبداللہ بن
عباسؓ نے جواب دیا "ہیں نے اتنی رقم بیت المال سے لی تھی۔

جس سے زیادہ میرا حق تھا۔

مجرموں کو سخت سزائیں دیتے تھے۔ آپ نے
بعض نئی سزائیں ایجاد کیں۔ مثلاً چوہا کے

تشریح و حدود

خلادہ زور سے جرائم پر بھی ہاتھ کاٹنا۔ سنگین جرم پیر زندہ جلانا۔ مسکنات تباہ کرنا۔ زندہ جلانے کے سلسلے میں جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو بتایا کہ آنحضرتؐ نے زندہ جلانے کی سزا سے منع فرمایا ہے تو حضرت علیؓ پہلی پہلی دی ہوئی سزاؤں پر نادم ہوئے اور آئندہ اسے بند کر دیا۔ دوسرے مارنے کی سزا میں آپ نے ہدایت کی ہوئی تھی کہ چہرہ اور شرم گاہ پر دوسرے نہ مارے جائیں اور پرہیز نہ کیا جائے۔ جرم ثابت ہونے پر سزا دی جاتی۔ جرم کے شبہ میں سزا نہیں دی جاتی تھی۔ دس درہم سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹے جاتے۔

پانچ کالے جاتے شرمست وین

حضرت علیؓ کو ہر رفت ملکی نظم و نسق اور بدامنی ختم کرنے میں مصروف کار رہتے لیکن دینی خدمات کے سلسلے میں کبھی تساہل نہیں برتا۔ آپ کے عہد میں ایران اور آرمینین کے کچھ نو مسلم لوگ مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فوراً توبہ کی اور سختی کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے فوجی دستہ بھیجا۔ چنانچہ وہ تائب ہو کر پھر مسلمان ہو گئے۔

آپ کو وین سے اس قدر شغف تھا کہ اپنی کوتاہی یا غلطی پر جب کوئی عاظم وین انگشت نمائی کرتا تو فوراً رجوع کر لیتے اور دینی معاملات میں علمائے دین سے پہلے مشورہ کرتے پھر عمل کرتے۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہؐ نے زندہ جلانے کی سزا سے منع فرمایا ہے تو آپ نے اپنی پہلی سزاؤں پر ندامت کا اظہار فرمایا اور آئندہ ایسا کرنے سے اجتناب کیا۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و خصائل

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سایہ آگے تھے اس لئے ابن کما عظم و فضل میں کہاں کہاں کرنا بالکل قطری بات تھی بشرط اس کے کہ شہد و ہدایت سے فیض یاب ہوتے رہتے یہی وجہ تھی کہ جب اس کو شہادت نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ کے بچوں میں سے آپ سے سب سے پہلے اس کو اطلاع لائے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہر موقعے اور ہر جگہ میں آپ کو شریک رکھتے تھے۔ انحضرت کے لئے دلائل و ثبوت کا ٹکڑا بھی نہیں ہوا۔ اور اس کی وجہ سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب رہتے، اسی قریب کی وجہ سے آپ دن رات دینی علوم سے سرشار ہوتے رہتے۔ شان نزول و نزول کی وجہ اور موقعہ سے آپ کو واقف ہوتے۔ اور آیات کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فرماتے۔ بچپن سے ہی کوفہ میں پیدا ہوئے تھے لہذا اس لئے ان کے لئے وہی آپ کا تالیاں و شہادت سے تھے۔ صلح حدیبیہ اور دوسرے صلح نامے اور خطوط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھوایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ بہترین مفسر قرآن مجید ہوتے تھے۔ آپ حافظ قرآن تھے اور چند فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں کہ کیوں اور کہاں نازل ہوئی۔ صحابہ کرام میں سے یہ مفسر قرآن کی حیثیت سے آپ کا ہم پلہ صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی نظر آتے ہیں۔ شاید اہل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے

میں آپ نے چند ماہ دہلیہ کی اور اس دوران میں آپ نے قرآن کی آیات
 اور سورتوں کو نزول کی ترتیب کے ساتھ قلمبند کیا۔ عہد رسالت میں
 آپ نے کچھ حدیثیں کبھی تفصیل میں لیکن احادیث کی روایت کا موقع تمام کا پڑ
 صحابہ میں سے آپ کو نہ پارہ ملا کیونکہ آپ نے زیادہ عمر پائی۔ بہر حال آپ
 روایت حدیث میں بہت محتاط تھے۔ اس لئے صرف اہل احادیث
 آپ سے مروی ہیں۔ فقہی مسائل کو حل کرنے کا بھی آپ کو خاص ملکہ
 حاصل تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی دفعہ فقہی مسائل کے
 لئے حضرت علیؓ سے مشورہ لیتے۔ ایک مرتبہ ایک مجنون عورت لڑاکے
 جوہم میں گرفتار ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے سزا کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ
 کو علم ہوا۔ تو فوراً اسے اور فرمایا کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔ مجنون شرعی
 سزا دلی سے بڑی آئی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حکم واپس لے لیا۔ ایک
 دفعہ حضرت عائشہؓ سے کسی نے وضو میں موزوں (جدا بول) پر وضو کرنے
 کا مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت علیؓ سے جا کر
 معلوم کرو۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ اکثر شریک ہوئے ہیں۔
 حضرت علیؓ نے تقریباً اسی خطابت میں منہ سے مہارت رکھتے تھے
 اور فصاحت اور بلاغت میں مشہور تھے۔ آپ ایسی پڑا تہ تقریباً
 کرتے کہ لوگوں کے ذہن بدل دیتے اور انہیں اپنی رائے سے اتفاق
 کرنے پر مجبور کر دیتے۔ آپ کے خطبات اولہ تقریباً اس قدر مشہور
 ہیں کہ انہیں "الخطبہ العظمیٰ" کے نام پر چار جلدوں میں موزوں کر
 لیا گیا ہے۔ اس مجلے کے متعلق اس کے مصنف (شریف رضی)
 نے فرمایا ہے کہ "ان خطبوں نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو

تہیج و بیخ بنا دیا۔

جس طرح آپ عالمِ نفس میں کمال رکھتے تھے اسی طرح عادات و اخلاق میں بھی نمایاں حیثیت رکھے تاکہ رسول اللہ ص سے تربیت پائی کہ تھی اس لئے عربی عادات و خصائل آپ میں نظر آتے تھے آپ تہا بیت و پانہتہ دار اور این انسان تھے۔ ہر کام تہا بیت و پانہتہ کی جیسے کرتے اور اس میں کسی رشتہ دار یا دوسرے بڑے سے بڑے شخص کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ نارنگیاں آئی آپ کے صاحبزادوں نے ایک ایک اکٹالی۔ حضرت علی نے ان سے چھین کر واپس فرسے دیں۔ اور لوگوں میں تقسیم کرادیں۔ مال و غنیمت آتا تو بڑی احتیاط سے تقسیم کرتے اور کچھ بھی بستی پر جاتی تو قرعہ اٹلاتی سے پانہتہ دیتے۔ تاکہ خود بھی اللہ سے ہونے چاہیے۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر اپنے گھر سے باہر نہیں انٹا نہیں ہوسکا۔ جو چند امتیاز پر مشتمل تھا۔ اور رسول اللہ ص نے اپنی بیٹی بنتیہ کا ہاتھ الہ ہارنہ کو بھیزا ہیں دیا تھا۔ جیسا کہ قرآن مستقل و بالمش کے لئے تشریح لیتے تو لوگوں نے حذرات میں اشتہام کر کے کہا تھا لیکن حضرت علی نے اپنے پیارے فریاد اور کھلے میدان میں بالمش اختیار کی۔ گھر میں بنتیہ کا طوق خود چلی پیر کر رکھا تا تیار نہ کرتی تھیں۔ اور سارا کام ہی خود کرتی۔ کوئی خادمہ نہ رکھی۔ حضرت علی کو کوشش فرماتا ہوتی تو گھر کے کام کاج میں لقمہ پڑاتے۔ تہا بیت سادہ تاکہ کسی بے کرتے نہ تھا پانہتہ حضرت علی کا سچا ہے۔ یہی ایک نمایاں وصف تھا۔ بھلا تہا بیت کے رفت چھپ آتے تہا بیت سادہ تاکہ آپ کو اپنے گھر سے

پہنسا لیا۔ اور خود راتوں رات حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ زمین چلنے لگے تو اس وقت آپ کی عمر بیس یا بیس برس کی تھی۔ اس تو عمری میں آپ کو نہ گھبرا سکے اور اپنے آپ کو موت سے بے خبر کر کے نہ بھروسہ نہ ہونے سے ڈرے نہ ہلا لے۔ خیر میں جو شہنشاہت آپ نے دکھائی وہ آج بھی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے گھر میں وفات تک نشترش اور پدا منی پھیلی رہی لیکن علیؓ نے ہاتھ کے پاؤں کبھی نہیں لڑکھڑائے۔ رات دن باغیوں کی سرکوبی اور نظم و نسق میں مصروف رہتے تھے۔

حسن سلوک میں بھی آپ کا نمایاں درجہ ہے۔ آپ بڑی ہنس اور شجاعت سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے لیکن جب دشمن زید ہو جاتا تو نرمی سے پٹا دگرتے اور اکثر معاف کر دیتے۔ جنگ جمل میں اعلان کروا دیا کہ نہ بیوں کے اوپر گھڑے نہ درڑائے جائیں جو جھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ اپنے قاتل ابن لبہم کے لئے وصیت کر دی کہ اوصاف نہ لگائے جائیں صرف قصاص یعنی قتل کیا جائے اور اس کے علاوہ دوسروں پر گرفت نہ کی جائے۔

۲۰ - الم

امام حسنؓ
امام حسینؓ

عہد خلافت ۲۰ - ۴۰ (۱۰۰ ہجری)

امام حسنؓ حضرت علیؓ کے بڑے لڑکے تھے آپ کی والدہ حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ سے تھے۔ سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ امام حسنؓ نے شکر و شہادت میں آنحضرتؐ سے بہت مشابہت تھی۔

حضرت علیؑ کے چہرے پر پیرا پہنایا گیا اور اسے "تختِ حضرت" نام کا لقب دیا گیا۔ پھر اسے "امیر" کے لقب سے بھی پکارا گیا۔

حضرت علیؑ کی وفات کے بعد اہل بیت کو فتنے آچکے تھے۔ پھر حضرت علیؑ کے چہرے پر پیرا پہنایا گیا اور اسے "تختِ حضرت" نام کا لقب دیا گیا۔ پھر اسے "امیر" کے لقب سے بھی پکارا گیا۔

امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی

- ۱۔ حضرت علیؑ کے چہرے پر پیرا پہنایا گیا اور اسے "تختِ حضرت" نام کا لقب دیا گیا۔
- ۲۔ پھر اسے "امیر" کے لقب سے بھی پکارا گیا۔
- ۳۔ حضرت علیؑ کی وفات کے بعد اہل بیت کو فتنے آچکے تھے۔
- ۴۔ پھر حضرت علیؑ کے چہرے پر پیرا پہنایا گیا اور اسے "تختِ حضرت" نام کا لقب دیا گیا۔
- ۵۔ پھر اسے "امیر" کے لقب سے بھی پکارا گیا۔

خلافت راشدہ پر ایک نظر

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد سے لے کر حضرت علیؓ کے عہد کے اختتام تک کا زمانہ خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو ان کے عہد میں خلیفہ رسول کے نام سے پکارا گیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے لیے امیر المؤمنین کا لقب پسند فرمایا۔ اور بعد کے دو خلفاء حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو بھی امیر المؤمنین کے لقب سے ہی خطاب کیا گیا۔ خلیفہ امام یا امیر دراصل ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔

ظہیر خلافت

خلافت پر ظہیر کا وہ عہد حکومت تھا۔ جس میں دین و اسلام کی رہنمائی میں مسلمانوں کی ایک ریاست قائم تھی۔ ریاست کے تمام امور قرآن و سنت کی روشنی میں طے ہونے لگے۔ معاملات کا فیصلہ اور پیچیدہ مسائل کا فقہی حل عہد علماء و دین کے باہم مشورہ سے کیا جاتا۔ ہر خلیفہ کے عہد میں اس کام کیلئے ایک مجلس شوریٰ قائم تھی جس میں ممتاز علماء اور کماں مجلس ہوتے تھے۔ یہی اہم مسائل کے حل کے لئے مجلس شوریٰ کے علاوہ قبائل کے سرداروں اور عام لوگوں کے مشورے سے فیصلہ کیا جاتا تھا۔ ہر شخص کو حکومت پر نکتہ چینی کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ اسی لئے خلیفہ تک رسائی ہر شخص کے لئے آسان تھی۔ خلیفہ کے لئے کوئی حفاظتی دستہ یا دربان مقرر نہ تھا۔ پڑاہ ریاست خلیفہ لوگوں میں پھلا جاتا۔ اور لوگ

تخلیفہ تکمیل ہو سکتے تھے۔ تخلیفہ کا کام صرف اسی مشورہ سے ملے یا امور کو نافذ کرنا تھا۔ وہاں اگر کسی تقاضی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو تخلیفہ کو حق حاصل ہوتا کہ وہ مسئلہ کی کسی صورت کو ترجیح دے کہ حکم نافذ کر دے۔

تخلیفہ کا انتخاب چھوڑی طرف پر تھا۔ صاحب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق کو بالاتفاق مدینہ کے لوگوں نے منتخب کیا اور صاحب سے پیشتر ہی حضرت ابو بکر نے ارکان شوریٰ سے مشورہ کر کے ادران کی رائے حاصل کر کے حضرت عمرؓ کا نام تخلیفہ دوم کے لئے تجویز کیا اور اپنے مکان کے بالاتفاق پر چڑھے کہ اس کا اعلان کیا۔ لوگوں نے بالاتفاق اسے قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ کے چھ ممتاز ارکان کے نام اس وقت تجویز کئے جب ان سے حد سے زیادہ اصرار کیا گیا۔ اس میں بھی حضرت عمرؓ نے نہ تو اپنے بیٹے عبدالقاسم بن عمرؓ کا نام دیا اور نہ ہی دوسروں میں سے کسی ایک کا نام تجویز کیا اور فرمایا کہ ان چھ حضرات میں سے جسے چاہیں چن لیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے سوا باقی چاروں نے اپنے حقوق دلوں کے حق میں واپس لے لئے۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے تین دن تین رات متواتر مدینہ کے لوگوں سے مشورہ کیا۔ اور بالآخر لوگوں کے مشامہ کے مطابق حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پورے سب سے بیعت کر لی۔ چوتھے تخلیفہ کے وقت حالات نہایت خراب تھے۔ سہرہ عرفت بدامنی پورے ہوئی تھی۔ مدینہ کے لوگوں نے بالاتفاق حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چونکہ چوتھے بھی تینوں خلفاء کو مدینہ کے مہاجرین اور انصار نے پہلے منتخب کیا تھا اور بعد میں تمام مہاجر کے مسلمان بیعت کر لیتے تھے۔ اس لئے حضرت علیؓ بھی مدینہ کے لوگوں سے منتخب ہو کر اپنے آپ کو

برحق خلیفہ یا امیر سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے باہر کے تمام حکام اور امراء کو اپنی امارت پر بیعت کرنے کے لئے بلایا لیکن چونکہ حضرت عثمان کی شہادت ظالمانہ طریقہ پر ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیعت کے سامیوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ جب تک آپ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص نہ لے لیں۔ ہم آپ کی بیعت نہیں کر سکتے۔ امیر معاویہؓ تمام کے علاقہ میں اس شرط کے سبب سے بڑے دعوے والے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے پاس کثیر جماعت تیار کر کے خود ہی قاتلوں سے قصاص لینے کی قسم شروع کر دی۔ اور بصرہ پہنچ کر اپنا مرکز قائم کر لیا۔ اس طرح ہر طرف بد امنی اور بے اطمینانی مچ چکی تھی۔

انقرضیوں پر ان تک ممکن تھا۔ ہر خلیفہ کے عہد میں جمہوریت کی روح پیدا ہی طرح قائم تھی۔ خلیفہ وقت اپنے آپ کو لوگوں کا امیر بھی سمجھتا اور عوام کا خادم بھی۔ شاہنشاہ درجہ کا نہ تو کوئی نشان نظر آتا تھا۔ اور نہ ہی لوگوں کی زبانوں پر خلیفہ کے لئے قوی شوکت اور رفیع المرتبت کے غیر ضروری بڑائی کے کلمات ہرستے تھے۔ خلفاء کو خود اپنا سر کام کرنے میں انتہائی خوشی ہوتی بلکہ خادموں کے کاموں میں ہاتھ بٹا دینا بھی عام نہیں سمجھتے تھے۔ سعادت کی یہ برابری حقیقتاً جمہوریت اسلام

ملکی نظام

کی روح تھی۔

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں فتنہ حاکمات کو مسترد کر دیا گیا تھا۔ لیکن حکومت دراصل عرب کے علاقہ

ملکی نظام

پڑھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے عرب کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر کے ہر ایک صوبہ میں ایک حاکم یا والی مقرر کر دیا۔ عہدِ صدیقی میں کنگہ، طائف، صنعاء، حضرموت، بحرین، شولان، زبید، نجران اور جرس نو صوبہ بنائے گئے۔ اس عہد میں عدالت اور انتظامیہ علیحدہ علیحدہ نہیں تھے۔ بلکہ حاکم یا والی کے ذمہ دونوں کام ہوتے تھے۔ حاکم مقرر کرتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سب ہر ایسے اور نصابی بیتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کوئی وزیر نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما صرف مشیر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں چونکہ فتوحات کا سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ اس لئے بڑے بڑے صوبے کنگہ، طائف، صنعاء، بحرین، جند، بصرہ، کوفہ، شام اور مصر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نگرانی نہایت سختی سے کرتے تھے۔ حاکم مقرر کرنے سے پہلے اسے اپنی معیار پر پرکھتے پھر اس کے فرائض کی وضاحت فرماتے اور علاقہ کے عوام میں حاکم کے کام اور فرائض کو پوری کرنا یا جاننا تاکہ وہ ان کے لوگ بھی حاکم پر نظر رکھیں کہ وہ کوئی کام خلافتِ شریعت نہ کرے۔ حاکم کی نگرانی کے لئے تحقیقاتی ونوبہ بھیجے جاتے اور اگر کسی سے منسلک کسی

از کتاب ثابت ہو جاتا تو اسے سزا دینے اور اس سے منسلک سے سخت سزا دینے میں ڈرہ بھرتائی نہ کرتے۔ چنانچہ مصر کے حاکم عیاض بن عثم کو باریک کپڑا پہننے اور گھر کے دروازہ پر دربان مقرر کرنے کی سزایں جو نگرانی کا نتیجہ تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے پوری دنیا کی حالت میں نہیں ملتا۔

① عہد عثمانی میں بھی فتوحات برابر جاری رہیں اور طرابلس، قبرص، وغیرہ اور مراکش کے مزید علاقے فتح ہو گئے۔ کئی بغاوتیں فرو ہوئیں۔ بحری فتح بھی اسی عہد میں بہنی بار حاصل ہوئی۔ حضرت عمر فاروق کے عہد میں مصر ایک صوبہ بن گیا اور اس کے تین چھوٹے اور علیحدہ علیحدہ صوبے دمشق، اردن اور فلسطین تھے اور ان کے علیحدہ علیحدہ حاکم مقرر تھے لیکن حضرت عثمان نے مصر کو ایک بڑا صوبہ ہی رہنے دیا اور ایک حاکم کے تحت کر دیا۔ طرابلس، قبرص، آرمینیا اور طبرستان نے صوبے بنے۔ حضرت عثمان نے تمام صوبوں کی نگرانی اور انتظامات بالکل اسی طرح کئے جس طرح عہد فاروقی سے چلے آ رہے تھے۔ صرف اتنا فرق کہ پہلے حاکم صوبہ کے ذمہ انتظام ملک، اور فوجی افسری دونوں ہوتے تھے، انھوں نے فوج کا افسر علیحدہ مقرر کر کے یہ نیا عہدہ ایجاد کیا۔ ایجاد کیا۔

حضرت نو رز کے عہد میں ہر طرف بد امنی پھیلی ہوئی تھی اور ان کی تہذیب و تمدن کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لئے فتوحات کا مزید پروگرام نہ بن سکا۔ بد نظمی کے باوجود آپ نے حضرت عمر فاروق کے مطابق نظام ملک قائم کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ مثال کی نگرانی بالکل اسی طرح کی۔ تحقیقاتی ریزولوشن حضرت کعب بن مالک کے تحت بھیجے جاتے۔ باز پرس کے سلسلے میں قرظی رشتہ دار تک کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

فوجی نظام | خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہم کی فوج کا باقاعدہ نظام نہ تھا۔ ضرورت کے وقت لوگ رضا کارانہ طریقہ

پہر اپنے آپ کو پیش کر دیتے تھے اور شوقِ جہاد اس قدر تھا کہ کبھی
 کبھی یہ وقت پیش نہیں آئی کہ وقتاً بہ وقت فوج مہیا نہ ہو۔ چھوٹے دستوں
 کے علیحدہ امیر ہوتے اور سب فوج پر حضرت خالد بن ولیدؓ کا اہمیت
 تھی۔ فوج کو روانہ کرنے وقت نصیحت کی جاتی کہ پہلے حسن اخلاق سے تبلیغ
 اسلام کی جائے اور ناگزیر صورت میں ہی حملہ کیا جائے۔

حضرت عمرؓ نے تمام اسلامی ممالک میں باقاعدہ مردم شماری کروائی
 اور تمام لوگوں کو نوچی بنا دیا۔ سب کی تنخواہیں مقرر ہوئیں۔ غور نول اور بچوں
 تک کے وظائف مقرر ہوئے۔ فوجی سپاہیوں کو تنخواہ کے علاوہ کھانا اور
 کپڑا بھی مہیا کیا جاتا۔ ہر دس سپاہیوں پر زریف مقرر تھا جو اپنے لوگوں
 کو تنخواہ اور دوسری اشیاء تقسیم کرتا تھا۔ جو سپاہی کسی جنگ میں
 بہادری کے نمایاں جوہر دکھاتا اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جاتا اور
 تمام بھی دیا جاتا تھا۔ فوجیوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا۔ اور
 انہیں زراعت اور تجارت کرنے سے منع کر رکھا تھا۔ تاکہ ان کا مہل
 میں بڑھ کر ان کی سپاہیانہ جوہر ختم نہ کر بیٹھیں۔ ان کی سحت کا خیال یوں کیا جاتا
 کہ پہلے کسی علاقہ کی آب و ہوا کا پتہ کیا جاتا۔ پھر وہاں فوجیوں کو رہائش کی
 اجازت ملتی۔ تربیت کے لئے فوجی تربیت گاہ یعنی گھوڑا دوڑانا، تیرنا، ننگے
 پاؤں چلنا اور تیر اندازی کا کام سکھایا جاتا۔ ہر سپاہی کو چار ماہ کے بعد
 اپنے بچوں میں جانتے کی اجازت دی جاتی۔ فوجی مراکز میں فوج ہر وقت
 متوجہ رہتی رہتی۔ شہر اپنی، شہر جم، طیبیب، حراج، ہاسوس وغیرہ لوگ
 فوج کے ماتھے رہتے۔

حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوج کو قدر سے مزید ترقی ملی۔ آپہنارے

فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا۔ حاکم کی بجائے فوج کو علیحدہ افسر
 کے ماتحت کر دیا۔ مقتدرہ علاقہ جات میں فوج مستعین کر کے فوجی
 برآمدوں میں اضافہ کر دیا۔ چراگاہیں بھی پہلے سے زیادہ بنوا دی گئیں۔ فوجی
 سہولتیں بھی عوامی عثمانی میں، بحری انتظامات کی بھی ابتدا ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں باوجود بد نظمی اور پریشانی کے بہت سے
 فوجی انتظامات ہوئے۔ شام کی سرحد پر فوجی چوکیاں قائم ہوئیں۔ عورتوں
 بچوں اور بیٹ مال کی حفاظت کے لئے مضبوط قلعے تعمیر کئے گئے اور
 ضرورت کے لئے دریاؤں پر پل بنائے گئے۔

مَدَنِيَّةٌ

عَدِيَّةٌ

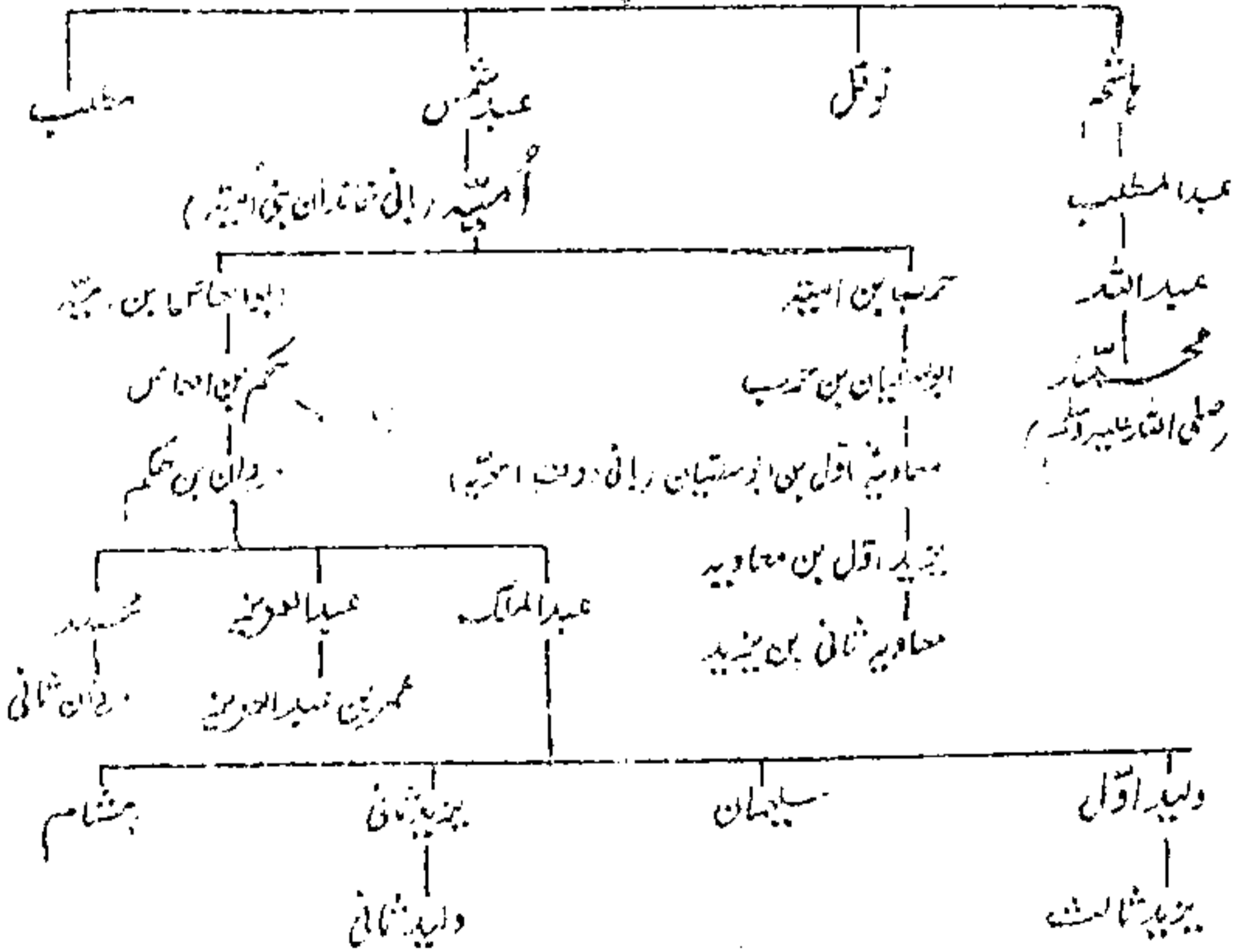
عید متاف

ق

خاندان بنی امیہ

قبیلہ قریش اپنی دس شاخوں میں منقسم تھا جن کے نام یہ ہیں: بنی ہاشم، بنی امیہ، بنی نوفل، بنی اسد، بنی مخزوم، بنی نیدار، بنی نسیم، بنی عدی، بنی حنیف اور بنی سہم۔ اگرچہ یہ سب اپنی اپنی جگہ نسبی اعزاز رکھتی تھیں اور قریش کے اجتماعی نظام میں سب ہی حصہ دار تھے لیکن ان میں بنی ہاشم اور بنی امیہ زیادہ ممتاز اور نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ بنی ہاشم تو قبیلہ کعبہ کی وجہ سے عرب بھر میں مشہور تھے اور بنی امیہ اپنے کاروبار اور دولت و ثروت کی بنا پر اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اس خاندان کا شجرہ نسب یہ ہے:-

عہد مناسبت



عید منافع پر پہنچ کر اس خاندان کا نسب انحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ عید منافع کی اولاد میں سے عید شمس اور ہاشم ہی زیادہ نامور ہوئے اور انہی دونوں سے دو مشہور خاندان چلے۔ امیہ کے دس بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- حرب، ابو حرب، سفیان، ابوسفیان، عمرو، ابو عمرو، عاص، ابو العاص، عبید، ابو العبید۔ یہ سب قریش میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ابتدا میں قریش کی سپہ سالاری کا عہدہ بنی مخزوم کے ہاتھ میں تھا لیکن عید شمس کے نانا سے یہ عہدہ بنی امیہ میں آ گیا اور انہی کی نسل میں چلتا گیا۔ زمانہ جاہلیت کی مشہور لڑائی درجنگ فجار میں حرب بن امیہ تمام قبائل قریش کا سپہ سالار تھا، جب اس نے لڑائی کو طویل کیڑتے دیکھا تو باہم صلح کروادی اور تمام خون کی دیت اپنے ڈٹے لے لی اور اپنے بیٹے ابوسفیان کو دیت کی ادائیگی تک رہن رکھوا دیا چنانچہ ابوسفیان عرب بھریں مشہور ہو گیا۔

بنی امیہ اور بنی ہاشم میں کوئی بنیادی عداوت نہ تھی جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ وہ آپس میں صلح و صفائی سے رہتے تھے کبھی کبھی معمولی باتوں میں اختلاف ہو جاتا جو عام حالات میں اکثر خاندانوں میں ہو جاتا کرتا ہے۔ چنانچہ حرب بن امیہ اور عبدالمطلب بن ہاشم بڑے پیار و محبت سے رہتے تھے۔ ان کے بعد دونوں کے بیٹے ابوسفیان بن حرب اور عباس بن عبدالمطلب آپس میں بڑے مہم و کم نشین تھے۔ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کی بڑھی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے باپ حرب کے بعد قریش کے سپہ سالار تھے۔ غزوہ بدر میں ابوسفیان اس لئے حصہ نہ لے سکے کہ وہ قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ گئے ہوئے تھے مگر اس کے بعد غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں ابوسفیان باقاعدہ سپہ سالاری کے فرائض ادا کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت اگرچہ ان دونوں خاندانوں میں لوگ اسلام لائے لیکن

خاندانی عصییت نے اتنا اثر ضرور دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت
 صرف ان کے اپنے خاندان بنی ہاشم کے کی اور حبیب مشرکین مکہ نے حضورؐ کے قتل کا
 منصوبہ بنایا تو اسی وقت دارالندوہ میں تمام قبائل قریش موجود تھے لیکن بنی ہاشم میں سے
 سوائے ابولہب کے اور کوئی نہ تھا فتح مکہ کے وقت حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے
 کر بارگاہ نبویؐ میں آئے اور وہیں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان چونکہ نہ بیس
 قریش تھے اس لئے حضرت عباسؓ کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ابوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے
 اُسے امان ہے۔ اس کے علاوہ ابوسفیان کے بیٹے معاویہؓ کو کاتبان وحی میں شامل کر
 لیا۔ بعد میں عمرو بن عبدمنہ کے مال غنیمت میں سے ابوسفیان کو تالیف قلب کے
 لئے سوا اونٹ عطا کئے۔

بعثتِ محمدیؐ کے بعد سے خاندان بنی امیہ اور خاندان بنی ہاشم میں جو تھوڑی
 سی جنگ پیدا ہو گئی تھی وہ صرف اس لئے کہ نبوت کے اعزاز سے خاندان بنی ہاشم کا
 رتبہ ٹرہ گیا تھا۔ بنی امیہ میں چونکہ فوج کی سرداری اور سپہ سالاری تھی اس لئے انہوں
 نے مخالفت تیر کر دی ورنہ خاندانی عقبن و عناد اس قدر نہ تھا اسی لئے آپس
 میں رشتہ داری قائم تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی زینبؓ کی
 شادی ابوالحسین بن زینب اموی سے ہو گئی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے
 تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یکے بعد دیگرے دو نکاحوں کو
 پایا۔ ام ابوسفیان حضرت ام حبیبہؓ اسلام کے دشمن ابوسفیان کی بیٹی تھیں ابوسفیان
 ان کے چھ ساری بھائیوں کا دشمن رہا لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب وہ اسلام کے آیا تو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تزویج فرمایا اور اموی خاندان کے ایک نوجوان
 شامی بن سید کو نکاح والی مقرر فرمایا۔ امینہ اسلام کے عملیہ تک خاندان بنی امیہ

کے بیشتر ارکان مسلمانوں کے دشمن ہی رہے۔

مشہور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خاندان بنی امیہ کا خلیفہ
 تھیال رکھا اور خود اس خاندان نے بھی اپنی سابقہ غلطی کی تلافی کرنی چاہی۔ حضرت
 ابو بکر رضی نے شام کی فوج میں ابوسفیان کے بیٹے یزید کو فوج کے ایک حصے کا سردار
 مقرر کیا اور اسی فوج میں خود ابوسفیان، اس کے دونوں بیٹے یزید اور معاویہؓ اور ان کی
 بیوی ہندہ تک شریک تھے۔ ان لوگوں نے شام کی لڑائیوں میں بڑے معرکے
 دکھائے اور اپنی کوتاہیوں کی تلافی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ دمشق کی فتح کے بعد اسی
 یزید کو وہاں کا والی مقرر کر دیا گیا اور ان کا یہ عہدہ حضرت عمر رضی کے زمانے میں
 بھی قائم رہا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی معاویہؓ کو وہاں کا والی حضرت
 عمر رضی نے مقرر فرمایا۔ بعد میں حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں معاویہؓ کو سامنے
 صوبہ شام کا والی بنا دیا۔ امیر معاویہؓ نے حضرت عمر رضی اور حضرت عثمانؓ دونوں
 کے عہد میں بڑے کارنامے دکھائے۔ قصہ مختصر بنی امیہ ہر زمانے میں ممتاز
 رہے ہیں۔

ابو واپہ بن ابوسفیان

معاویہ بن ابوسفیان

(عہد خلافت ۶۶۱ء تا ۶۸۰ء)

نام و نسب معاویہ نام اور ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے۔ ان کا نسب پاکو بی پشت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ سلسلہ

نسب یہ ہے۔ معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

عید الفطر سے خرافت تک آپ ہجرت مذہب سے پندرہ برس قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔ بیس بائیس برس تک ایک عام

زندگی بسر کی اور اگرچہ ان کے والد ابوسفیان مسلمانوں کے خلاف ہر موقع پریشانی نظر آتے رہے لیکن معاویہ اس عرصہ میں نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے دن جبکہ معاویہ کی عمر ۲۲ برس کی تھی اپنے باپ ابوسفیان اور دوسرے اہل قریش کے ساتھ اسلام لائے۔ پھر مکہ اور مدینہ دار تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبان وحی میں شامل کر لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں ان کو اپنی جنگی قابلیت دکھانے کا موقع ملا۔ شام کی فوج کے ایک حصہ کی قیادت ان کے کردہائی بنید بن ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے معاویہ کو بھی ایک فوجی دستہ دے کر شام کی فوج بھیجا کہ وہاں کی باد کریں۔ انہوں نے وہاں خوب کارنامے دکھائے۔ بعض علاقے تو حصار آہنی کی کرکٹوں سے فتح ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اردن کے حکم مقرر ہوئے اور شام کی فوج کی قیادت انہوں نے کی۔ ان کے کردہائی بنید بن

جنگ جدال امیر معاویہ کے خلاف امیر معاویہ

ابوسفیان نے وفات پائی تو اردن کے علاوہ دمشق کے حاکم بھی مقرر ہو گئے۔ بعد میں حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں آپ کو پورے شام کا حاکم بنا دیا۔ عہد عثمانی میں حضرت معاویہ نے عثمان غنی سے اجازت لے کر بکری بڑا تیار کیا اور پھر یزیدہ قبضہ فتح کر لیا۔ اس سے پیشتر مسلمانوں کے پاس بکری طاقت بالکل نہ تھی۔ سا

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت شروع ہوئی لیکن حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کے قتل کا قصاص (بدلہ) لینے کے لئے شام میں دعوت پیش کر دی جس پر اکثر پیشتر لوگوں نے بیگ کہا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معاویہ کو شام کی ولایت سے معزول کر دیا لیکن حضرت معاویہ نے پرواہ نہ کی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کے ساتھی ہیں اس لئے ان کی شہادت کا قصاص نہیں لیں گے۔ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کئی کئی بھڑائی ہو گئی (تفصیلات کے لئے اسی کتاب میں دیکھئے خلافت راشدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت) نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت معاویہ کے ہاتھ پر اہل شام نے بیعت کر لی اور ادھر مدینہ کے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ چن لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے پانچ سال کے عرصہ خلافت میں آرام سے بیٹھ سکتے ہر طرف شورش اور بے چینی برپا رہی، آخر ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے لڑکے حضرت حسن رضی اللہ عنہم جانشین ہوئے۔ عراق جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکمرانی میں تھا اس پر بھی امیر معاویہ نے فوج کشی کر دی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہم متقابلہ کے لئے نکلے لیکن عراقیوں نے ساتھ نہ دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہم دہلی، حلیم اور صلح جو انسان تھے اس لئے جنگ و جدال کو پسند نہ کیا اور امیر معاویہ کے حق میں حکومت سے دست بردار ہو گئے (تفصیلات کے لئے اسی کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت

کے آخری حصہ کو ملاحظہ فرمائیں)۔

خوارزم سے متعلقہ
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حیب اسلامی مملکت کے واحد حکمران بن سکے تو اس وقت مسلمانوں میں تین سیاہی

بارٹیاں تھیں (۱) شیبان علی رضی اللہ عنہ جو خلافت کو صرف اہل بیت ہی کا حق سمجھتے تھے اس لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جائزہ خلیفہ تسلیم کرنے کے لئے ولی طور پر تیار نہ تھے اگرچہ مجبوراً انہوں نے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مان ہی لیا تھا۔ (۲) شیبان بنی امیہ، یہ لوگ زیادہ تر شام اور گرد و نواح سے تعلق رکھتے تھے اور قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کا مطالعہ کر کے ان لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جائزہ خلیفہ تسلیم کیا۔ (۳) خوارج، یہ گروہ جنگ صفین کے وقت پیدا ہوا تھا یہ لوگ شیبان بنی امیہ و نول کو دین سے خارج سمجھتے تھے اور ان کے قتل کو واجب خیال کرتے تھے۔ اپنے عقیدے میں بہت سخت تھے اور جنگ و جدال میں نہایت تیز تھے۔

خوارزم سے متعلقہ
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

امام حسن کی خلافت سے دست برداری کے بعد جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خوارجوں کا سردار

فرد بن زکریاؓ کو اس کا سربراہ بنا کر مقام خلیفہ میں آٹھرا تا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا جائے۔ شام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک فوجی دستہ بھیجا لیکن شکست کی آواز آئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوج والوں کو کہا ابھی جا کہ یہ خوارجی تم میں سے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم لوگ ہی ان کو بھیجاؤ لیکن کوئی والوں کو خوارج سے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور ہم سے مشترک دشمن ہیں اس لئے ان کو تنہا ہمارا مقابلہ کرنے دو، اگر تم نے ان کو شکست دے دی تو تم لوگ بھی ان کے پیچھے سے نجات حاصل کر لو گے اور اگر ہم مارے گئے تو پھر تم جارا

طرف سے بے فکر ہو جاؤ گے۔ بہر حال کوفہ کے قبیلہ اشجع نے امیر معاویہ کے حکم کی تعمیل کی اور خارجیوں کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ فردہ بن نوفل کو زبردستی باہر اور ہاندھ کسرواپس کوفہ لے آئے۔ اُدھر باقی خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الحواریہ کو اپنا سردار بن لیا۔ کوفیوں سے مقابلہ ہوا اور عبداللہ مارا گیا۔ اس کے بعد خارجیوں نے حوثرہ اسدی کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس وقت خارجیوں کے ۱۵۰ آدمی موجود تھے۔ امیر معاویہ نے حوثرہ کے باپ ابو حوثرہ کو کوفہ سے بلا کر کہا کہ وہ بیٹے کو سمجھائے مگر حوثرہ نے ایک تہ سنی اور باپ کو صاف جواب دے دیا۔ ابو حوثرہ نے حوثرہ سے کہا کہ اب میں تیرے بچے کو تیرے سامنے لاتا ہوں شاید اس پر رحم دکھا کر تو اس بغاوت سے باز آجائے۔ حوثرہ نے کہا کہ میں راہِ حق میں نیزے کی نوک پہ ٹپ ٹپ کر چلا جاؤں دے دینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ آخر باپ مایوس ہو گیا اور سارا قصہ امیر معاویہ کو سنایا۔ امیر معاویہ نے عبداللہ بن عوف کو حوثرہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ لڑائی ہوئی اور حوثرہ مارا گیا، ڈیڑھ سو خارجیوں میں سے صرف پچاس باقی بچے۔ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۳۱ھ کا ہے۔ اس کے بعد بھی شورشیں کم نہ ہوئی بلکہ لڑائیوں کا ایک سلسلہ قائم رہا۔

مشیر بن شعبہ | امیر معاویہ نے مشیر بن شعبہ کو والی کوفہ مقرر کیا۔ یہ بڑے مدبر اور سیاست دان تھے۔ مگر ول کے بڑے نرم ہوتے

شعیب بن بکر، معین بن عبداللہ، ابی مریم اور ابی بکر خارجیوں میں شورشیں اٹھاتے رہے لیکن مشیر بن شعبہ نے بڑی فراست سے ایک ایک کے یہ شورشیں ختم کر دیں۔ خارجیوں کی بار بار شورشیں اٹھنے سے اہل عراق پر خوف سا چھا گیا تھا۔ امیر معاویہ نے سوچا کہ عراق سے علانیہ میں امن و امان قائم کرنے کے لئے کسی نہایت مدبر سیاست دان کی ضرورت ہے۔ آخر انہوں نے مشیر بن

شعبہ اور زیادہ بن ابوسفیان کو منتخب کیا۔ زیادہ بن ابوسفیان اس وقت فارس کے حاکم تھے۔ ان کا یہ عہدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقت سے چلا آ رہا تھا اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حاکم ہونے کی وجہ سے امیر معاویہ کے سخت مخالفت تھے۔ امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو زیادہ کے پاس بھیجا کہ انہیں سمجھائیں۔ مغیرہ بن شعبہ فارس گئے اور زیادہ کو سمجھایا کہ امیر معاویہ حضرت حسن کی خلافت سے دست برداری کے بعد خلیفہ تو ہو ہی گئے ہیں اور اس وقت تمہارے تعاون کی ضرورت بھی محسوس کر رہے ہیں اس لئے تم ان سے مصالحت کر لو۔ تمہاری تمام شرائط ماننے کو تیار ہیں۔ زیادہ پر اس بات کا اثر ہو ہی گیا اور اس نے منظور قبول کر لیا۔ امیر معاویہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے زیادہ کو امن نامہ لکھوا دیا۔ زیادہ حضرت معاویہ کے پاس پہنچا تو اس سے فارس کی آمدنی و خرچ کا حساب مانگا گیا۔ زیادہ نے جو کچھ حساب پیش کیا امیر معاویہ نے اس کی تصدیق کر دی۔ زیادہ نے امیر معاویہ سے کوئی ہتھیار لینے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے اجازت دے دی مگر مغیرہ بن شعبہ کو لکھا کہ دوسرے شعبان علی بن حجر بن عدی، سہیمان بن مروان، شیبان بن زرق اور ابن اکوا وغیرہ بڑے بڑے لشکرانی رہنما ہیں۔ یہ واقعہ ۳۵ سالہ جو کا ہے۔

لوگ زیادہ کو زیادہ بن ابوسفیان اس لئے کہتے تھے کہ ابوسفیان سے زمانہ جا ہی رہا ہے، یہ زیادہ کی ماں شیبہ کے ساتھ نکاح کیا تھا اور زیادہ انہی کے بیٹے تھے اور اس لئے یہ معاویہ بن ابوسفیان کے بیٹے تھے۔ زیادہ خود بھی چاہتا تھا کہ لوگ اسے زیادہ بن ابوسفیان کہیں اور اسی خاندان میں شمار کریں۔ امیر معاویہ نے اسے کہا کہ میں زیادہ کو اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد زیادہ اپنے باپ ابوسفیان کے نام سے منسوب نہیں

زیادہ بن ابوسفیان

ہونا تھا بلکہ زیاد بن ابیہ (زیاد اپنے باپ کا بیٹا) کے نام سے مشہور تھے۔
 وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کا نکاح وراثت کی ایک صورت تھی اس لئے
 ابوسفیان اپنی زندگی میں کھل کر اسے بیٹا تسلیم نہ کرتے تھے۔ امیر معاویہ کے
 زیاد کو بجائی تسلیم کر لینے پر بھی عام لوگوں نے اس کی تائید نہ کی۔ اسی غرض کے
 لئے زیاد نے ایک قرظہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تحفہ لکھا اور اس پر لکھا۔
 ”زیاد بن ابوسفیان کی طرف سے“۔ زیاد کو خیال تھا کہ ام المومنینؓ بھی اسے
 جواب میں یہی الفاظ لکھیں گی۔ لیکن انہوں نے جواب میں لکھا: ”مسلمانوں کی ماں
 عائشہؓ کی طرف سے زیاد بیٹے کے نام“۔

سہ ماہی امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ بصرہ کے لوگ
 اپنے سابق والی عبداللہ بن عامر کے زمانے سے تشریف اور فاسق ہو گئے تھے۔ زیاد
 اپنی نرم طبع کے باعث ان پر سختی نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن اہل بصرہ سختی کے
 بغیر باز آئے والے نہ تھے۔ زیاد نے جامع کو فہم میں ایک نہایت نثار خطبہ دیا
 جو خطبہ نثار کے نام سے مشہور ہے۔ نثار کے معنی نفرت اور بیزاری کے
 ہیں اور یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس تقریب میں حمد و ثناء کے الفاظ نہ تھے خطبہ
 یہ تھا :-

”یہ حقیقت ہے کہ سخت جہالت اور تاریک گمراہی نے
 چھوٹے بڑے کو گھیر رکھا ہے گویا تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب
 نہیں دیکھی۔ اس میں اہل طاعت کے لئے نواب عظیم اور
 اہل معصیت کے لئے عذاب الیم کا ذکر ہے۔ تم سب کی
 آنکھوں میں دنیا سمائی ہوئی ہے اور اس فانی زندگی کو
 آخرت کی جاودانی زندگی پر ترجیح دیتے ہو۔ تم نے اسلام

میں نئی نئی بدعات ایجاد کر رکھی ہیں۔ دیکھیو کمزوروں پر
ظلم ڈھایا جا رہا ہے اور دن دن بڑے ضعیف ہونے والوں کا
مال لوٹا جاتا ہے لیکن تم یہ الہی کے لئے اسلامی حیثیت
جو ش نہیں مارتی۔ کیا تم میں عقل مندوں کا بالکل فقدان ہے
چمکائے جو بد معاشوں اور قماربازوں کو رہزنی اور غارتگری
سے روکیں؟ تم قبائلی عقیدت کا تو خیال کرتے ہو لیکن
اسلامی رشتہ کو بھول گئے ہو۔ میں خوراک تو تم کو کھانا
ہوں کہ اگر حالات درست نہ ہوتے تو یہ تمام سے چلے
آقا کو، مسافر کے بجائے پیغمبر کو، نافرمان کے بجائے ذمہ دار
کو اور بیمار کے بجائے تندرست کو کپڑے دل گنا اور اسے

سزا دوں گا۔

سنو! جو شخص کے گھر نقب لگے گا میں خود اس
کا نقصان بدداشتت کروں گا۔ ایسا ہے جو شخص راست
کے وقت باہر پھرتا ملاقات موت کے گھاٹ اُڑا دیا جائے گا۔
میں کسی کی زبان سے جہاں پھرتا کی مہار سے اپنے ہنگامہ سنوں
ورنہ اس کی زبان کاٹ دوں گا۔ تم لوگوں نے نئے نئے
جو اعم ایجاد کر لئے ہیں جو نئے بھی نئی سزا نہیں تجویز کر لی ہیں
یاور کھو! تم نے کسی کو غرق کیا ہے۔ غرق کرو دیا جائے گا۔
تم نے کسی کو آگ میں ڈالا، آگ بھی زندہ آگ میں جلا
دیا جائے گا۔ تم نے کسی کو آگ میں ڈالا، آگ بھی زندہ آگ میں جلا
دل میں شنگھات کرو دیا جائے گا۔ جو نئے نئے نئے نئے نئے نئے نئے

اُسے زندہ درگور کر دیا جائے گا۔ لہذا تم سنبھل جاؤ تاکہ میری
شدید گرفت سے بچ سکو۔

دیکھو! میرے اور بعض لوگوں کے درمیان کچھ عداوت

تھی آج میں اُس عداوت کو پیروں تلے روند کر ختم کر دیتا

ہوں۔ تم اپنے طرز عمل میں اصلاح کر کے نیک روی

اختیار کرو اور اپنی مدد آپ کرنا سیکھو۔ میں دیکھتا ہوں

کہ کچھ لوگ میرے یہاں حاکم بن کر آنے سے پریشان ہیں۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ بالآخر خوش ہو جائیں گے اور

کچھ لوگ میری آمد سے خوش معلوم ہوتے ہیں وہ بالآخر

مابوس ہوں گے۔

اسے لوگو! تم تمہارے حاکم اور تمہارے نگہبان

ہیں، تمہیں ہماری اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے۔

اور تمہیں تمہارے ساتھ عدل و انصاف لازم ہے۔

خدا کی قسم میں تم میں سے بہتوں کو موت کے گھاٹ اترتا

دیکھ رہا ہوں اس لئے سب کو محتاط رہنا چاہئے۔

یاد رکھو! یہ تین چیزیں میری پالیسی کی بنیاد ہیں :-

۱۔ صاحب ضرورت اور مظلوم رات دن

جب چاہیں مجھ سے مل سکتے ہیں۔

۲۔ میں کسی کا لذتہ ذاتی عداوت کی بنا پر بند

نہ کروں گا۔

۳۔ نہ ہی تم پر غیر ضروری طاقت کا استعمال کروں گا۔

زیادہ سے زیادہ عبد اللہ بن حسن کو شہر کا کوتوال مقرر کیا۔ عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد
سپاہی شہر میں گشت کرتے جو رات کو باہر پھیرنا ملتا اسے قتل کر دیا جہازا۔ پوسٹ میں جہاز شہر
کی حالت سدھری لوگ بڑے محتاط ہو کر رہنے لگے۔ چوری، غارتگری اور لڑائی
وغیرہ بالکل بند ہو گئی۔ لوگ رات کو بھی لوکانوں اور مکاناتوں کے دروازوں سے کھٹے
چھوڑ دیتے اور کسی قسم کا احتیاط محسوس نہ کرتے۔ راستوں کی حفاظت کے لئے
پولیس کی چوکیاں قائم کر دی گئیں جس سے مسافروں کو آرام ہو گیا۔

سابقہ میں مشیر بن شیبہ کی وفات کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو کوثر
کا بھی حاکم بنا دیا۔ پھر زیاد کوثر بیٹے کوثر بڑے اور پھر مہینے بصرہ میں۔ اہل کوثر
کی خلافت وزری کے عادی تھے۔ زیاد نے جب مہاجر مسجد میں تفریق شروع کی
تو بعض لوگوں نے اس پر سنا کر نہ بے پھینکے۔ زیاد نے تفریق بند کر دی اور مسجد
کا دروازہ بند کروا لیا اور ایک طرف بیٹے کوثر چار آدمیوں کو بلا لیا کہ لوگوں کو
شروع کیا اور قسم لی کہ اس نے سنکر نہ بے پھینکے تھے۔ آخر میں ادھی سے ان کے
ہاتھ کٹوا دیئے۔

مگر بن عدی کوثر کے حامیان علی بن ابی ہاشم بزرگ، اور حکیم انور بن ابی
سے تھے۔ چنانچہ جب کسی مشیر بن شیبہ امیر معاویہ کے زید بن حنیف بن علی کی
امت اور حضرت عثمان کے لئے دعا کرتے تو وہ اٹھ کھڑے ہوتے اور کہتے تھے
مخالفت کرتے۔ مشیر بن شیبہ گرم دل انسان تھے اس لئے وہ سختی سے
کام لیتا نہیں چاہتے تھے۔ مگر بن عدی کے ساتھ اور چاہتے تھے لوگ
جو اس قسم کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ مشیر بن شیبہ کی وفات کے بعد
زیاد حاکم کوثر بنے تو انہوں نے لوگوں پر سختی کی اور کہا کہ لوگوں کو
کا ساتھ چھوڑ دو اور نہیں بہت سخت سزا دوں گا۔ بہت سے لوگ اس

تنبیہ کے بعد درست ہو گئے چند جو باقی رہ گئے انہیں حجر بن عدی سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ زیاد نے شہادتیں جمع کیں کہ حجر بن عدی اور اس کے ساتھی حکومت کے خلاف ہیں اور بڑا بھلا کتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبدالرحمن بن حارث کو سفارتی کے لئے امیر معاویہ کے پاس بھیجا کہ حجر بن عدی ٹیک و عابد آدمی ہیں اس لئے انہیں گھوڑ دیا جائے لیکن عبدالرحمن بن حارث کے پیٹے سے پیلے حجر بن عدی اور ان کے ساتھی قتل ہو چکے تھے۔

زیاد بن ابوسفیان ۳۵۵ء میں طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا۔

۳۵۵ء میں امیر معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو والی کوفہ مقرر کر دیا۔ عبید اللہ بن زیاد بہت

عبید اللہ بن زیاد

سخت و سادہ تھا اس نے خاندانوں کو چن چن کر قتل کروا دیا۔ جو بھاگتا اس کے پیچھے فرج روانہ کرتا۔ عروہ بن اویس ایک خارجی نے عبید اللہ بن زیاد سے ایک گھوڑا روڑ کے موقع پر سخت کلاخی کی پھر بھاگ کر چھپ گیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے اسے ڈھونڈ نکالا اور اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے۔ اس پر بھی عروہ اپنی بات کہنے سے باز نہ آیا چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا۔ عروہ کے عہد میں مروان نے چالیس آدمیوں کے ساتھ بغاوت کھڑی کر دی۔ ابن زیاد نے دو ہزار کی فوج روانہ کی مروان نے ان دو ہزار آدمیوں کو شکست دے دی۔ ابن زیاد امیر معاویہ کی وفات تک والی کوفہ مقرر رہا۔

ولایت مصر و حجاز

مصر میں حضرت عمرو بن عباس حاکم مقرر تھے۔

بڑی خوبی سے اپنے تخت رکھا اور حکمرانی کرتے رہے۔ سو سو برس میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو والی مصر مقرر ہو گئے لیکن ان کو بھی معزول کر کے دوسرے لوگ والی بنائے گئے۔

حجاز میں ولایت بنی امیہ کے لئے مخصوص تھی۔ مدینہ میں کبھی مروان بن حکم والی ہوتا اور کبھی سعید بن عاص۔ امیر معاویہ کا طریقہ تھا کہ پہلے طائف کا حاکم مقرر کرتے، اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو مکہ کی ولایت دے دیتے، بعد میں مدینہ کا والی بنا دیتے۔ مدینہ کا والی ہی امیر الحج ہوتا تھا۔

فتوحات امیر معاویہ رضی

کئی پشتوں سے فوج کی سپہ سالاری بنی امیہ میں چلی آ رہی تھی اس لئے امیر معاویہ کے عہد میں فوجی کارناموں میں خاصی ترقی ہوئی۔ بڑی فوج اور حضرت عمر کے عہد میں ہی بہت ترقی کر چکی تھی اس لئے مزید ترقی نہ ہوئی۔ بڑی فوج امیر معاویہ نے حضرت عثمان کے عہد میں ہی ان کی اجازت سے قائم کر دی تھی اور پھر پانچ سو پھانسیوں کے جنگی پیڑے کو تیار کر کے قبرص فتح کر لیا تھا۔ پھر اپنے عہد میں انہوں نے اس میں مزید ترقی کی۔ امیر البحر کا عہدہ قائم کیا۔ جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے۔ موسم کے لحاظ سے شایبہ (سرمائی) فوج الگ تھی اور صائفہ (گرمائی) فوج الگ۔ یہ دونوں فوجیں مختلف ملکوں میں تیار کئی رہتی تھیں۔ بہت سے لشکرے تھے جو ان کے ہتھیاروں سے زیادہ تھے تمہیر ہوئے۔ پرانے قلعوں کو مرمت کروایا اور مشغول کیا۔ والی تھیں ان کا استقبالیہ مسلمانوں نے پہلی بار امیر معاویہ کے عہد میں کیا۔ انتقال

☆ سندھ کی فتوحات

سندھ اور کابل دو طرفوں سے امر معاویہ کی فوجیں
ہندوستان میں داخل ہوئیں (۱۱۷۱ء) میں کابل کی طرف

سے خیبر کے راستے مہلب بن ابی صفہ نے فوج کشی کی۔ سرحدی علاقہ کے باشندوں
نے کچھ مزاحمت کی لیکن شکست کھائی۔ یہاں سے یہ فوج قلات (روانا نام قبائل)
کی طرف بڑھی۔ چند تھکے سواروں نے خیبر لیا لیکن مہلب نے ان سب کو موت کے
گھاٹ اتار دیا اور قلات سے ہالی غنیمت کے کر واپس لوٹے۔ مہلب کے بعد

بھی چند ایک اور مہلب آئیں اور ہالی غنیمت کے کر واپس چلے جانے رہے۔ بعد
میں زیاد کا بیٹا عبدا سیدستان کے راستے سے قندھار پر حملہ آور ہوا۔ بڑی خونریز
جنگ ہوئی بہت سے مسلمان مارے گئے لیکن فتح مسلمانوں کو ہی نصیب ہوئی۔

قندھار کی فتح کے بعد زیاد نے مندر بن جارد کو سندھ کے علاقہ میں بھیجا۔
اس نے قلات اور اس پاس کے علاقے فتح کر لئے۔ اسی طرح یہاں بھی فوج کشی
ہوتی رہی لیکن حکومت قائم نہ ہو سکی۔

۱۱۷۴ء میں خراسان کا والی عبید اللہ بن زیاد ہفر

ہوا۔ اس نے بڑی جواں موی اور بہت سے لشکر

☆ ترکستان کی فتوحات

پر حملہ کیا اور بہت سے علاقے پر قابض ہو گیا۔ ایک سال بعد ان کی جگہ سعید
بن عثمان ہفر ہئے۔ انہوں نے یہ نہایت جاری رکھیں۔ دریائے جیوں
کو پار کر کے علاقہ سندھ کے دار الحکومت پر حملہ آور ہوئے۔ ان دنوں وہاں
ایک تانوں قبیلہ حکمران تھی۔ قبیلے مسلمانوں سے صلح کر لی لیکن اس کے
لوگوں نے صلح قبول نہ کی اور ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں مسلح ہو کر مقابلہ
کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بھی صلح سے پھرتی اور اپنے لوگوں
کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے۔ بخارا کے مقام پر معرکہ ہوا۔ سغدیوں میں بھڑک

پڑ گئی اس لئے تتر بتر ہونے لگے۔ موقع غنیمت جان کر قین نے دوبارہ صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ مسلمان پھر پھر کسی مزاحمت کے پھندا میں داخل ہو گئے۔

بخارا کے بعد مسلمانوں نے سمرقند کا رخ کیا۔ قین نے اس مہم میں مسلمانوں کی خوب مدد کی۔ تین دن تک سمرقند کا محاصرہ رہا۔ پیر باری ہوتی رہی جس سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ سعید بن عاص اور حلیب بن ابی صخرہ دونوں کی ایک ایک آکھہ جاتی رہی۔ مسلمان ڈٹے رہے آخر سمرقندیوں نے سات لاکھ سالانہ خراج ادا کرتے رہنے پر صلح کر لی۔

سمرقند کے بعد مسلمان ترمذ پر حملہ آور ہوئے لیکن وہاں کے لوگوں نے اسلامی فتوحات کے قصبے سن رکھے تھے اس لئے کوئی مزاحمت نہ کی اور صلح کی درخواست پیش کر دی جو منظور کر لی گئی۔

شمالی افریقہ کی فتوحات | شمالی افریقہ کا بہت سا حصہ تو خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا۔

معاویہ کے عہد میں موید فتوحات ہوئیں۔ ۶۴۰ء میں عقبہ بن نافع لواتہ اور زناتہ پر فوج کشی کر کے اس علاقہ پر قابض ہو گئے۔ ۶۴۲-۶۴۳ء میں سودان اور گرد و پیش کے علاقے بھی فتح کر لئے۔

۶۴۰ء میں معاویہ بن خدیج نے افریقہ کے ساحلی علاقے کے شہر بیزرت شہر بیزرت کو فتح کر لیا۔ (اور ایسی سال جنیہ تیرہ کو ردیف بن ثابت انصاری نے فتح کر لیا۔ ۶۴۵ء میں دوبارہ معاویہ بن خدیج نے حلیل القدر صحابہ اور اوراکا پر قبضہ کے ساتھ جن میں عید اللہ بن عمر بن ابی زبیر اور عبد الملک وغیرہ شامل تھے فوج کشی کی اور سوسہ اور جلولہ فتح کر لئے۔

شمالی افریقہ میں بہ بیدی باشندے بڑے سرکش اور باغی واقع ہوئے تھے۔ سنہ ۶۵۰ھ میں عقبہ بن نافع کو ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ ان کے ساتھ دس ہزار عرب فوج اور بہت سے نو مسلم بہ بیدی تھے۔ اسلامی لشکر نے بہ بیدیوں پر بار بار حملے کئے اور ان کا زور بالکل ختم کر دیا۔ پھر وہاں ایک شہر قیروان اور ایک فوجی چھاؤنی قائم کی تاکہ بہ بیدی آئندہ سرکشی اور بغاوت پر آمادہ نہ ہوں۔

رومیوں پر فوج کشی | قسطنطنیہ کی رومی حکومت مسلمانوں کے سخت مخالف تھی۔ مصر و شام کے ساحلی علاقے بھی

رومیوں کے زیر اثر تھے۔ اسی لئے امیر معاویہ نے اسلامی بحری بیڑا تیار کر دیا تھا اور ایک مستقل فوج اس بیڑے کے ساتھ رہتی تھی تاکہ رومیوں کے حملہ سے بچاؤ رہے۔ چنانچہ ہر سال رومیوں سے بحری جنگ ہوتی رہتی رہتی۔

خاطر خواہ نتیجہ نکلتا سوائے اس کے کہ رومیوں کے حملہ سے بچاؤ رہتا۔

۶۷۹ھ میں امیر معاویہ نے رومیوں کے مرکزی مقام قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کی اور ایک عظیم الشان اسلامی لشکر جمع کیا۔ سفیان بن عوف کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مژبہ فرمایا تھا کہ ”میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے“۔ (صحیح بخاری)۔ اس لئے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اس لشکر میں شریک ہوئے۔ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابو ایوب انصاریؓ وغیرہ سب اس میں شامل تھے۔ یہ لشکر بحری اور بستی دونوں راستوں سے قسطنطنیہ پہنچا اور جاتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بڑے سخت محاصرے کے دوران میں

عبدالعزیز بن زرارہؓ بڑھ چڑھ کر حملے کرتے رہے اور جب لشوق شہادت پورا نہ ہوا تو دشمن کی فوج میں گھس گئے آخر شہید ہو گئے۔ امیر معاویہؓ کو اطلاع ملی تو انہوں نے کہا کہ عرب کا جواں مرد اٹھ گیا۔ ان کے باپ زرارہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے صبر سے دعائ مانگی۔ قسطنطنیہ کی ^{فصل} ^{نہایت} ^{مضبوط} تھی اس لئے مسلمانوں سے فتح نہ ہو سکی۔ سردی کی شدت عربوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ رومیوں نے آتش فشانی کر کے اسلامی بیڑے کی کئی کشتیوں کو جلا دیا۔ اسی دوران میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیمار ہو کر وفات پا گئے اور ان کی وصیت کے مطابق قسطنطنیہ کے ^{فصل} ^{نہایت} ^{مضبوط} قریب ہی دفن کر دیئے گئے۔ مسلمان بفریح کے قسطنطنیہ سے واپس لوٹ آئے اور رومیوں کو کہا بھیجا کہ ابو ایوب انصاریؓ رضی اللہ عنہ کی لاش ان کی اس وصیت پر کہ مجھے جہاں تک ممکن ہو سکے دشمن کی سر زمین میں لے جا کر دفن کرنا ہم نے یہاں دفن کی ہے اگر تم نے لاش کی بے حرمتی کی تو یاد رکھنا کہ اسلامی سلطنت کے حدود میں کبھی ناقوس عیسائی عبادت کا گھنٹہ نہ بج سکا گا۔ بعد میں جب ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر پر بہترین مقبرہ بنایا اور ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی جس میں خلفاء کی رسم تاج پوشی ہوا کرتی تھی۔

روڈس اور اروا کی فتوحات | روڈس اور اروا کے جزائر قبرص کے نزدیک ہی شام کے ساحلی علاقہ میں آباد ہیں۔ قبیلے کا قبیلہ تو امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتح کر لیا تھا۔ روڈس کو بھی ۵۲ھ میں فتح کر لیا گیا۔ یہ نہایت سرسبز اور خوبصورت جزیرہ تھا جہاں کپالوں کی کثرت تھی۔ دو سال بعد ۵۴ھ میں جزیرہ ارواڈ پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ سسلی اور کرسیٹ کے جزائر پر بھی حملے ہوئے لیکن ان کا کام نہ

پنڈی کی ولی عہدی

امیر معاویہؓ اپنی عمر کے آخری ایام میں چاہتے تھے کہ اپنے بیٹے پنڈی کو ولیعہد مقرر کر دیں تاکہ ان کے بعد

انتظام میں اتھنناہ پیدا نہ ہو۔ اتفاق سے مغیرہ بن شعبہ نے امیر معاویہؓ کی خیر خواہی میں پنڈی سے اپنے طور پر بات کی کہ اگر خلافت کا سلسلہ تمہاری نسل میں منتقل ہو جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ پنڈی نے جاکر اپنے باپ سے تذکرہ کیا۔ امیر معاویہؓ دل سے تو چاہتے تھے لیکن کوفہ، بصرہ اور حجاز کے لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے خاموش رہے۔ انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ اگر آپ ہی چاہتے ہیں تو کوفہ، بصرہ اور حجاز کے لوگوں کو سمجھانے کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟ مغیرہ نے جواب دیا کہ کوفہ کے لوگوں کے لئے تو میں خود کافی ہوں بصرہ کے لوگوں کو زیادہ سنبھال لیں گے اور حجاز کے لئے مروان بن حکم کو کہہ دیجئے۔ امیر معاویہؓ نے یہ مشورہ پسند کر لیا۔

کوفہ میں بہت سے لوگ بنی امیہ کے حامی تھے۔ مغیرہ نے واپس کوفہ پہنچ کر ان حامیوں بنی امیہ کے معزز ترین ارکان کو وفد کی شکل میں امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دیا کہ پنڈی کی ولی عہدی کی تجویز پیش کریں۔ اُدھر زیادہ اگرچہ سخت حکمران تھے لیکن اس معاملہ میں غور و فکر اور جمل سے کام لیا۔ انہوں نے اپنے مشیر خاص عبید بن کعب کو بلا یا اور مشورہ لیا۔ زیاد نے کہا کہ امیر المومنین کو پنڈی کے مشاغل اور لایالی بن سے آگاہ کر دینا چاہئے تاکہ وہ جلد بازی سے کام نہ لیں۔ عبید بن کعب نے کہا کہ اس طرح امیر المومنین کا دل نہیں توڑنا چاہئے بلکہ پنڈی کو سمجھانا چاہئے کہ لایالی بن چھوڑ دے تاکہ لوگوں کو مخالفت کا موقع نہ ملے۔ زیاد نے یہ مشورہ پسند کیا۔ چنانچہ عبید نے جا کر پنڈی کو بہت سمجھایا جس سے پنڈی کافی حد تک سدھ گیا۔

اب حجاز کا معاملہ باقی تھا۔ امیر متاویذ نے وہاں کے گورنر مروان بن حکم کو لکھا کہ "میں ضعیف ہو گیا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ اپنا جانشین مقرر کر دوں تاکہ امت میں اختلاف و انتشار پیدا نہ ہو۔ اس معاملہ میں اپنا اور اہل مدینہ کا مشورہ لکھو۔" مروان نے اس مسئلہ کو اہل مدینہ کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ خط میں کسی جانشین کا ذکر نہ تھا اور محض جانشینی کی تجویز تھی اس لئے سب نے اتفاق ظاہر کیا۔ مروان نے امیر متاویذ کو اطلاع دے دی۔ اس کے چند روز ہی بعد امیر متاویذ نے یزید کی جانشینی کا اعلان کر دیا۔ اہل عراق و شام کو تو امیر متاویذ نے نرمی اور سختی دونوں طریقوں سے رام کر دیا اور ان سے یزید کی بیعت لے لی لیکن حجاز کے لوگوں نے مخالفت کی۔ عبدالرحمن بن ابی کبیر نے مروان بن حکم کو کہا کہ تم اور معاویذ دونوں غلط ہو تمہارے نزدیک تو ہر گز (معاویذ یا یزید) کی شہنشاہی جائز ہے کہ ایک طرف تو دو حملہ نخواستہ جانشین ہو جائے۔ اس دوران میں کوفہ، بصرہ اور مدینہ کے خاندانوں سے مختلف فرقے و فرقہ متاویذ کے پاس پہنچتے رہے لیکن معاویذ گفتگو تک ہی رہتا تھا مخالفت نہیں ہوتی۔ امیر متاویذ کو ال خدیجہ مدینہ کے پانچ بزرگوں سے مشاوت تھے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، امام حسین اور عبداللہ بن ابی کبیر۔ چنانچہ امیر متاویذ خود مدینہ اور کھپڑے پہنچے۔ ایک روایت میں ہے کہ انکے ہر ایک سے گفتگو کی اور دوسری روایت میں ہے کہ ان پانچوں بزرگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا نمائندہ بنا لیا کیونکہ وہ زیادہ تجربہ کار اور شیخ تھے۔ امیر متاویذ نے کہا کہ تمہارے ساتھ میرا جو طرز عمل ہے وہ تم پر عیاں ہے۔ یزید تمہارا جہاں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ امت کی بہتری کے لئے تم اس کو شہنشاہ بنو گے۔ وہ دو باقی حکومت کا پورا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھو۔"

عبداللہ بن زبیر نے امیر معاویہ سے کہا کہ خلیفہ کے انتخاب کے لئے ہمارے نزدیک نہیں ہی صورتیں جانتی ہیں۔ ایک وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھی یعنی یہ کہ کسی کو نامزد نہ کیا جائے، دوسری یہ کہ حضرت ابو بکرؓ کی طرح اپنے رشتہ دار کو نامزد نہ کیجئے اور تیسری یہ کہ حضرت عمرؓ کی طرح چند آدمیوں میں سے ایک کا انتخاب مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیجئے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ ہم کسی چوتھی صورت کو قبول نہیں کر سکتے۔

امیر معاویہ نے متاملہ بنی ہاشمہ دیکھا تو دھمکی سے کام لیا اور کہا کہ اگر کسی شخص نے بیداری کی عہدی کی مخالفت کی تو تلوار سے کام لیا جائے گا۔ پھر باہرمانوں میں اعلان کر دیا کہ یہ پانچ بزرگ مسلمانوں کے محترم ہیں اس لئے ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جائے گا۔ اور انہوں نے بیداری کی بیعت کر لی ہے۔ اہل بیداری اور گاہے یہ سن کر بیعت کر لی کیونکہ وہ اس بات کے منتظر تھے کہ یہ بزرگ جو فیصلہ دیں گے اُسے وہ قبول کر لیں گے لیکن بعد میں جب اصل معاملہ معلوم ہوا تو لوگوں نے مخالفت کرنے کی جرأت نہ کی اور خاموش رہے۔

امیر معاویہ کی علالت اور وفات

عمر کے اٹھترویں سال میں تھے ۶۸ھ
کہ امیر معاویہؓ سخت بیمار ہو گئے اور

زندگی کے آثار ختم ہو گئے۔ بیدار اس وقت دمشق میں نہ تھا اور کسی حکم پر باہر گیا ہوا تھا۔ آپ نے بیداری کے نام ایک وصیت نامہ لکھوایا جو مندرجہ ذیل ہے۔

”عزیز من! میں نے تمہارے راستہ کے تمام کانٹے

ہٹا کر تمہارے لئے راہ ہموار کر دی ہے اور دشمنوں کو

زبیر کے سارے عرب کو تمہارا تابع فرمان بنا دیا ہے

اور تمہارے لئے ایک بڑا خواہ مخواہ کر دیا ہے یہی تم

کو وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز کے حقوق کا سیکھنا تھا اس
 خیال رکھنا کیونکہ وہ تمہاری اہل ونبیاد ہیں۔ جو حجازی
 تمہارے پاس آئے اُس سے حسن سلوک سے پیش آنا
 اس کی عزت سے کرنا اور احسان کرنا اور جو تیرے پاس نہ
 آئے اس کی خیر گیری کرتے رہنا۔ اہل عراق کی بھی ہر
 ٹخا میں پوری کرنا۔ اگر وہ ہر روز عطلوں (سہاگوں) کا
 تبادلہ چاہیں تو روزانہ کر دینا کیونکہ سہاگوں کا تبادلہ
 تلواروں کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے۔ سنا میں
 کو بھی اپنا مشیر بنانا اور ان کا خیال رکھنا۔ جب تمہارا
 کوئی دشمن متاہلہ میں آئے تو سنا میں سے مدد لینا
 کامیاب ہونے کے بعد فوراً ان کو واپس لیا لینا اور نہ وہ
 دوسرے مقام پر زیادہ دیر ٹھہرنے سے اختلافی طور پر
 باگ ڈور چاہیں گے۔

سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے۔ اس میں
 حسین بن علیؑ، عبداللہ بن عمرؑ، عبدالرحمن بن ابی بکرؑ
 اور عبداللہ بن زبیرؑ کے علاوہ کوئی حریف نہیں ہے۔ ابانہ
 بن عمرؑ سے کوئی ٹھہر نہیں انہیں نہ ہر وہ عبادت کے
 علاوہ اور کسی چیز سے دامن نہیں ہے۔ عام مسلمانوں
 کی بیعت کے بعد انہیں بھی کوئی عارضہ نہ ہوگا۔ عبداللہ بن
 بن ابی بکرؑ میں کوئی ذاتی نزاع نہ ہوگی۔ انہیں سے جو
 ان کے ساتھی کریں گے وہی وہ کریں گے۔ ابانہ بن

بن علیؓ کی جانب سے خطرہ ہے۔ اہل عراق انہیں تمہارے
مقابلہ میں لاکر چھوڑیں گے جب وہ تمہارے مقابلہ میں
آئیں اور ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لیتا کہ
وہ قرابت دار، بڑے حقدار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عزیز ہیں، البتہ جو شخص لومڑی کی طرح فریب دے
کر شیر کی طرح حملہ کرے گا وہ عبداللہ بن زبیرؓ سے
اگر وہ صلح کریں تو بہتر ورنہ ان پر قابو پانے کے بعد ہرگز
نہ چھوڑنا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

اس وصیت کے بعد کچھ باتیں ذاتی وصیت کے طور پر بھی امیر معاویہؓ نے
ساتھ ہی لکھوائیں اور جب ۱۰ شہر میں وفات پائی۔ ضحاک بن قیس نے نماز
جنازہ پڑھائی اور وہیں دمشق کی سرزمین میں ہی دفن کر دیا۔ مزید کئی دن بعد وہیں
آیا اور قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ جن کا ذکر وصیت میں
آیا ہے وہ امیر معاویہؓ سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

امیر معاویہؓ میں ملک داری کی بڑی قابلیت
تھی۔ ان کے عہد میں تمام ممالک میں امن

رہا اور دن بدن اسلام کی شوکت اور طاقت میں اضافہ ہوتا رہا۔ بحری فوج کی مزید
ترقی کی بنا پر رومیوں کا خطرہ ٹل گیا۔ معاویہؓ بڑی مستعدی اور پوشیداری سے
حکومت کرتے تھے۔

صوبوں کی تقسیم اور ان کا نظام وہی رہا جو عہدِ فاروقی سے پہلا آرا تھا۔ البتہ
فوجی نظام میں مزید ترقی ہوئی۔ گرمائی اور سرمائی دو الگ الگ فوجیں ہر وقت
تیار رہتی تھیں۔ بحری فوج کا سپہ سالار الگ قائم کیا اور اس کو امیر البحر کا عہدہ دیا

کئی نئے قلعے بنوائے شام کے ملک کو خصوصی طور پر نئے قلعے تعمیر کر کے رومی خطرے سے محفوظ کر دیا گیا۔ چرنے قلعوں کی مرمت کروادی۔ قبریں، روڈس اور ارواڈ میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ مینچینگ توپ کا استعمال بھی انہی کے عہد میں مسلمانوں نے پہلی مرتبہ کیا۔ کابل کے محاصرہ میں سنگباری سے تفصیل توڑ دی گئی۔

پولیس کا محکمہ بھی قائم کیا تاکہ اندرونی نظام درہم بدہم نہ ہو جائے۔ یہ محکمہ اگرچہ پہلے سے قائم تھا لیکن امیر معاویہ نے اسے زیادہ ترقی دی۔ عراق میں چونکہ فتنہ و فساد کا ہر وقت خدشہ رہتا تھا اس لئے وہاں چالیس ہزار پولیس موجود رہتی تھی اور کوئی شخص راستہ میں گہری پٹی چیراٹھانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ لوگ گھروں اور کالوں کے کوارٹھکے چھوڑ رکھتے تھے اور کسی قسم کا خطرہ نہ ہوتا تھا۔ زیادہ حاکم عراق کا دعویٰ تھا کہ کوفہ سے خراسان تک اگر رستی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے کیا ہے۔ امیر معاویہ کے حکم سے دمشق کے تمام بدعاشوں کے نام رجب میں درج تھے اور ان کی باقاعدہ نگرانی رہتی تھی۔

ڈاکٹر زبیر بدایا کا محکمہ بھی باقاعدہ طور پر امیر معاویہ کے عہد میں چلایا اور اس کا مستقل نام زبیر رضا نامک بھریں تھوڑی تھوڑی مسافت کے لئے تیز گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے اور سرکاری ہر کارے (رہتی رسان) ہر منزل پر گھوڑا بدل لیتے اور اس طرح بہت جلد ایک مقام سے دوسرے مقام تک چھٹیاں اور خبریں پہنچا دی جاتیں۔

دیوان خاتم کے نام سے ایک نیا شعبہ قائم کیا جس کا کام یہ تھا کہ جو سرکاری حکام جاری ہونے ان کی نقلیں و فتزیں رکھ لی جاتیں۔ اس طرح ان لوگوں کے لئے موقعہ ختم ہو گیا جو سرکاری احکام میں رد و بدل کر لیتے تھے۔ حکم نامہ کی نقل رکھنے کے بعد اسے لفافہ میں بند کر کے اوپر مہر لگا کر آگے روانہ کیا جاتا۔ سویوں کے گورنروں کو

بھی یہی حکم تھا۔

رفاہ عامہ کی خاطر نئی نہریں اور بڑے بڑے تالاب بنوائے جن سے پیداوار میں خاصی ترقی ہوئی۔ کئی نئے نئے شہر تعمیر کئے گئے۔ مسجدیں بنوائیں۔ شمالی افریقہ میں خصوصی توجہ کے ساتھ نوآبادیاں قائم کیں حتیٰ کہ وہاں مسلمانوں کا مرکز قائم ہو گیا اور اس طرح یہاں کے بربروں کو جو بغاوت کے ساتھ مرتد ہو جاتے تھے اسلام سے پھر جانے سے روک دیا۔ بہت سے رومی بھی مسلمان ہو گئے۔

امیر معاویہ کے خصال و فضائل | آپ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی صحبت میں تھوڑا عرصہ ہی گزار سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کاتبان وحی میں شامل کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ بھی آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی آپ کی دینی مسوجہ بوجھ کے قائل تھے۔ ایک سو تالیف شدہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ شہر و ادب کا شوق تھا۔ تقریباً پندرہ فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ علم و ادب کا اتنا شوق تھا کہ آپ نے عبید بن شریب سے تاریخ قدیم کی کتابیں، مالک غیر کے سالارین کے حالات و واقعات اور زبانوں کی ابتداء اور فروع ایک کتاب میں جمع کروائے۔ بربر مسلمانوں میں تاریخ کی سب سے پہلی کتاب تھی۔

وہ اگرچہ ذمہ داری معاملات میں خوب پڑ گئے تھے لیکن خوفِ خدا سے ہمیشہ لرز جاتے۔ ایک مرتبہ سفر میں تھے کہ کسی مقام پہ اونچی جگہ فرش کھینچ کر بیٹھے، سامنے سے ٹوکر چا کر، اونٹ گھوڑے، لونڈی غلام قطاروں میں گزرنے لگے، آپ کے چہرہ پر نہ امت و نشیانی کے آثار نمودار ہو گئے اور کہتے کہ "خدا ابوبکرؓ پر رحم کرے نہ انہوں نے دنیا کو چاہا نہ دنیا نے انہیں چاہا، عمرؓ کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے اس کو نہ چاہا، عثمانؓ کو کچھ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا اور ہم لوگ تو بالکل

اسی میں آلودہ ہو گئے۔“

آپ بڑے مدبر اور سیاست دان تھے۔ چونکہ آپ کی حکومت رائے عامہ کے ذریعے قائم نہ ہوئی تھی اس لئے تلوار استعمال کی گئی لیکن حتیٰ المنذور عفو و درگزر سے کام لیتے تھے۔ خاندانِ بنی ہاشم دربار میں پہنچ کر سخت سخت بانیں کمر دینے لگیں آپ ہمیشہ ہنس دیتے اور بال و دولت دے کر واپس لوٹاتے اور کہتے کہ دربار میں کسی کی زبان نہ بکڑواؤں گا جب تک وہ میری حکومت کے درمیان حائل نہ ہو۔ پھر اردن سیاست سے متعلق خود کہتے ہیں کہ ”میرا کوڑا جہاں کام دیتا ہے وہاں تلوار کو کام نہیں لانا، جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام نہیں لانا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی تعاقب قائم ہو جاتا ہے تو نہیں اسے قطع نہیں ہوتا۔ جب لوگ اُسے کھینچتے ہیں تو نہیں ڈھیل دے دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو نہیں کھینچ دیتا ہوں۔“ آپ نے جہاں سخت حاکم مقرر کئے وہاں تسلی سے کرتا ہے کہ ایسے سخت حاکموں کی ہی ضرورت ہوا کرتی تھی ورنہ وہ لوگ بانہاں سے اُسے نہ تھے۔

آپ کی پیدائش ہی امیر ترین گھرانے میں ہوئی تھی اس لئے بچپن سے تکراراً امیرانہ ٹھکانا۔ اپنے عہد حکومت میں بھی شاہانہ طریق زندگی تھی لیکن اس کے باوجود دل پر خود بخود خارا تھا اور غریبوں کی تھوڑی سی پروا نہ تھی۔ حالات سے باخبر رہتے تھے۔ ہر روز کا حال تھا کہ دربارِ عام آتا اور ہر کس و نا کس کو اپنی تھوڑی سی بیانیہ کہنے کے موقع دیا جاتا۔ ضرورت مناسی کی حاجت پوری کی جاتی اور مظلوم کی داد حق کی جاتی۔ دربارِ خاص میں لوگوں کو کہتے کہ تم اشرافِ کونہ اس لئے ہو کہ میںیں مجلسِ خلوصی میں شامل ہونے کا موقع ملتا ہے لہذا تمہارا ذہن بے کھوڑا رہنا چاہیے۔ موجود نہیں ہوتے ان کی توجہ سے بیان کرتے رہو اور ان کا خیالی راز کھینچنا تو ان کا کھانہ نہ ہوتا۔ ان کے پاس ایک کتے

حاجت مند کو اندر بلا تے جاتے اور حالات سن کر احکام لکھواتے رہتے۔ اس دوران میں جیپ تک کوئی ضرورت کے لئے حاضر رہتا آپ کے ساتھ کھانے میں شریک رہتا۔ ظہر سے عصر تک امراء و وزراء سے گفتگو نہ ہوتی۔ عشاء کی نماز کے بعد چھری ^{علا} گفتگو ہوتی ایک نہائی رات گزرنے کے بعد سو جاتے۔ رات کے آخری حصے میں اٹھ جاتے اور مطالعہ کرتے رہتے۔ اسی طرح دن رات آپ مشغول رہتے تھے۔

سوالات

- ۱۔ بیان کیجئے کہ امیر معاویہؓ کس طرح ابتدائی مشکلات پر قابو پا کر داعد حکمران بن گئے؟
- ۲۔ امیر معاویہؓ کے مہربانی اور جنگی کارناموں پر بحث کیجئے۔
- ۳۔ امیر معاویہؓ کی مخالفت میں بادشاہت جھٹکتی ہے اور ان کی حکومت سے مسلم بادشاہت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس بیان پر آپ کیا کچھ لکھ سکتے ہیں؟
- ۴۔ سفیر بن شیبہ اور زیاد بن ابوسفیان پر مختصر نوٹ لکھئے۔

حضرت امام حسینؑ

عصیت امام حسینؑ

حضرت حسینؑ آشہور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ،
 حضرت علیؑ اور حضرت زینبؑ فاطمہؑ انہرہؑ کے بیٹے
 اور حضرت حسنؑ کے چھوٹے بھائی تھے۔ مدینہ میں شعبان سالِ شہر میں پیدا ہوئے۔
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسنؑ و حسینؑ دونوں کو دل و جان سے چاہتے تھے
 بچپن اپنے نانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی میں گزارا جبکہ
 عادات و اطوار میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے جلتے تھے۔ حضرت
 عثمانؑ کی شہادت سے پہلے جب باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا
 تو حضرت علیؑ کے حکم سے وہ دونوں بھائی حفاظت کے لئے وہاں منتقل ہو گئے۔
 بعد میں حضرت عثمانؑ نے خود خطرہ بڑھتا دیکھ کر ان کو دہلی سے ہٹا دیا تھا۔
 امیر معاویہؓ کے عہد میں سیاست کی طرف توجہ نہ دی لیکن معاویہؓ کے
 بعد جب ان کا بیٹا یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا تو حضرت حسینؑ نے اس کی
 مخالفت ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اسے بالکل غیر اسلامی اور باطل قرار
 دیتے تھے۔ آپ بڑے علیم اور پرمہر گار تھے ہمت اور بلند تہذیب میں نمایاں
 شخصیت رکھتے تھے۔ شہادت و استشکال میں بے نظیر تھے اور حق پرستی کی
 خاطر جان تک قربان کرنے سے گریز نہ کرتے تھے۔

حادثہ کربلا اور اس کے واقعات | امیر معاویہؓ نے اپنی مرضی سے اپنے
 بیٹے یزید کو اپنا اولیٰ عہد قرار کر

دیا تھا۔ پنانچہ اس نے باپ کی وفات کے بعد خلافت کا اعلان کر دیا اور

مدینہ میں حاکم مدینہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو لکھا کہ حضرت حسینؑ اور عبد اللہ
 بن زبیرؑ، عبد اللہ بن عباسؑ اور عبد اللہ بن عمرؑ سے فوراً بیعت لے لی جائے
 ولید نے مروان بن حکم سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے فوراً بلا کر
 بیعت لے لو اور جو انکار کرے اسے قتل کر دو۔ کیونکہ انہیں معاویہؓ کی موت
 کی خبر پہنچ گئی تو ہر ایک خلاق کا دعویٰ پار بن گھڑا ہو گا۔ ولید نے صرف حضرت
 حسینؑ اور عبد اللہ بن زبیرؑ کو بلا بھیجا کیونکہ باقی دو بزرگوں سے اسے خطرہ نہ
 تھا۔ ولید کے بلاوے پر دونوں گئے، امیر معاویہؓ کی موت کی خبر سن کر حضرت
 حسینؑ نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور دعائے خیر کی۔ پھر کہا کہ "میرے جیسا آدمی چھپ
 کر بیعت نہیں کر سکتا، عام لوگ بیعت کے لئے آئیں گے تو میں بھی آ جاؤنگا۔"
 ولید صلح جو شخص تھا اس لئے راضی ہو گیا اور دونوں بزرگ واپس لوٹ آئے
 اس کے بعد حالات کے پیش نظر عبد اللہ بن زبیر خفیہ طور پر مدینہ سے
 مکہ چلے گئے ولید نے تعاقب کی کوشش کی لیکن کچھ نہ چلا۔ دوسری بار
 حضرت حسینؑ بھی مدینہ آئے وہاں مکہ چلے گئے، ان کے بھائی محمد بن حنفیہ
 نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ رکے۔ اس دوران میں عبد اللہ
 بن عباسؑ اور عبد اللہ بن عمرؑ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ عام لوگ زبیر کی
 بیعت کر رہے ہیں بیعت کر لی۔

مگر یہ سب حضرت حسینؑ کے پاس بہت سے لوگ جمع رہتے، ابن زبیرؑ
 بھی کبھی کبھی ملتے رہتے۔ اُدھر اہل کوثر نے طے کیا کہ زبیر کی بیعت قبول نہ
 کی جائے اور حضرت امام حسینؑ کو بلا کر انہیں خلیفہ بنا لیا جائے چنانچہ
 انہوں نے متحد خطوط لکھے اور بعض لوگوں کو بھی اس مقصد کے
 لئے امام حسینؑ کے پاس لکھ بھیجا۔ امام حسینؑ نے کوثر والوں کو جواباً

لکھا کہ میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ حالات کا جائزہ لیا جائے۔ اگر تم رضامند ہو تو میں وہاں آ جاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرے اور سنت پر قائم رہے۔ پھر آپ نے مسلم بن عقیل کو خلیفہ راستہ سے کوفہ بھیج دیا۔ کوفہ پہنچنے ہی شیعہ علی رضی اللہ عنہ نے آ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کر دی۔ مسلم بن عقیل نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو حالات سے آگاہ کر دیا۔ اوصہر حاکم کوفہ نعمان بن بشیر بڑے حلیم، نیک فطرت اور امن پسند آدمی تھے، انہوں نے اطلاع پا کر لوگوں کو بلایا اور کہا کہ لوگو! فتنہ و فساد میں نہ پڑو، اس میں جان و مال کی تباہی و بربادی ہے۔ جب تک کوئی میرے مقابلہ میں کھڑا نہ ہوگا اس وقت تک محض ہرگمائی کی بنا پر میں کسی کو سزا دے دوں گا۔

مشق میں یہ یاد کو جب اطلاع پہنچی کہ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ کر امام حسین کے حق میں بیعت سے رہے ہیں تو اس نے عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو حکم بھیجا کہ فوراً کوفہ پہنچ جاؤ اور مسلم بن عقیل کا قتل فرما کر دو شیعہ پسران بن زیاد کوفہ آیا اور لوگوں کے سامنے نظر یہ کی :-

” اے کوفہ کے لوگو! امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ منظوموں کے ساتھ انصاف، فرمان برداروں کے ساتھ نیک سلوک اور منافرانوں کے ساتھ سختی کروں۔ میں حکم کی تعمیل کروں گا ہر شخص اپنے حلقے کا ذمہ دار ہے، آہلین، شارجی یا مشکوک آدمی

کو بکڑ کر میرے حوالہ کر دو جس محلے میں باغی ملے گا
اس محلے کے رئیس کو اس کے گھر کے سامنے پھانسی
دری جائے گی۔“

مسلم بن عقیل نے جب یہ اعلان سنا تو وہ پہلا گھر چھوڑ کر خفیہ طور پر
ہانی بن عروہ کے گھر چلے گئے۔ ہانی بن عروہ اگرچہ انہیں اپنے پاس حضورؐ نہیں
چاہتے تھے مگر جب وہ آہی گئے تو چپ رہے۔ ابن زیاد کو جاسوسوں کے
ذریعے معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر میں ہیں۔ اُس نے ہانی کو
پا بھینچا اور اُن سے پوچھا کہ مسلم بن عقیل کہاں ہے؟ ہانی نے پہلے تو انکار کر
دیا لیکن پھر کسی کے بیسی شہادت دینے پر آپ نے اقرار کر لیا۔ ابن زیاد نے ہانی
بن عروہ کو پٹوایا اور قید کر لیا۔ اُدھر مسلم بن عقیل کو جب صورتِ حالات کا
علم ہوا تو انہوں نے پانصوڑ کا نعرہ لگایا۔ اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے تھے
لیکن آس پاس سے چار ہزار اشخاص باہر نکل آئے۔ مسلم بن عقیل ان لوگوں کو
لے کر کوٹھ کے قصرِ امارت پر آئے اور محاصرہ کر لیا، کچھ اور لوگ بھی مدد کے
لئے پہنچ گئے۔ ابن زیاد کے پاس اُس وقت صرف تیس آدمی موجود تھے جو پورے
کے تھے اور باقی تیس کے لگ بھگ شہری لوگ، محل میں موجود لوگوں میں سے
شہری معززین کو ابن زیاد نے کہا کہ تم اپنے اپنے قبیلہ اور محلہ کے لوگوں پر اثر
ڈالو کہ وہ مسلم کا ساتھ چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس تدبیر سے بہت سے لوگ مسلم
کو چھوڑ گئے پھر امان کا جھنڈا بھی بلند کر دیا۔ اس پر مسلم بن عقیل کے آس
پاس صرف تیس آدمی کھڑے رہ گئے باقی سب گھروں کو چل دیئے مسلم گھبرا
اور ایک محلہ میں کسی بوڑھی عورت کے گھر بنا دلی۔ ابن زیاد نے لوگوں کے
گھروں کی تلاش شروع کر وادی۔ بوڑھی عورت کے گھر کے خوری اظہار

(مسلم بن عقیل) (محمد بن اشعث)

پہنچا دی کہ مسلم بن عقیل ان کے گھر میں چھپے ہوئے تھے۔ ابن زیاد نے گرفتاری کے لئے محمد بن اشعث کو بھیجا جس نے فوراً پیش کر بوشرفی عورت کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم بن عقیل نے جب بچنے کی کو صورت نہ دیکھی تو باہر نکلے اور محمد بن اشعث کے آدمیوں سے بہادرانہ مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے جان بخشی کا وعدہ کیا اور کاپڑ کر ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث سے کہا کہ تمہیں جان بخشی کا کیا حق تھا؟ اس پر مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ تو مجھے امان نہیں دے سکے گا، اب تو صرف اتنا کہہ کہ امام حسینؑ کو اطلاع کہہ دو کہ کوئٹہ میں ہرگز نہ آئیں اور اگر چلی پڑے ہیں تو وہاں لوٹ جائیں یہ لوگ قطعاً قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔ محمد بن اشعث نے وعدہ کیا کہ وہ پیغام پہنچا دے گا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونوں کو قتل کروا دیا۔

اُدھر تک ہیں امام حسینؑ کو نہ پہنچنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ آپ کے عزیزوں اور دوستوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے منع کیا، حضرت عید اللہ بن عباسؑ نے بھی بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے اور کہا کہ "میں نے عزم کر لیا ہے اور آج کل تک ضرور روانہ ہو جاؤں گا" ابن عباسؑ پکار اٹھے کہ "خدا آپ کی حفاظت کرے" آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جو دنیا یا زہیں اور مجھے آپ کی بے باوری نظر آ رہی ہے۔ حجاز میں ہی بیٹھے رہئے اور اگر جانا ہی چاہتے ہیں تو یہیں بیٹے جائیے خدا را آپ رگہ چاہیں" لیکن امام حسینؑ نے نہ مانے اور کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں لیکن میں عزم کر چکا ہوں، ابن عباسؑ نے جب کہا کہ "میں رکتے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر چاہیے" آپ نے انار شہ سے کہا کہ "میں نے اپنے

عثمان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کر دینے گئے تھے اسی طرح آپ کو بھی ان کے سامنے قتل نہ کر دیں۔ اور اگر مجھے یقین ہو کہ آپ کے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رک جائیں گے تو واللہ اچھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں۔ مگر امام حسینؑ نے ایک نہ سستی۔

اسی طرح کنی التجائیں اور پکاریں اور بہت سے لوگوں نے بھی کہیں، امام حسینؑ کے چہرے بھالی عبد اللہ بن جعفرؑ نے اپنی طرف سے اور ایک والی مدینہ عمرو بن سعید بن عاص سے بھی خط لکھوایا کہ خدا را آپ رک جائیں اور کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں یہاں آپ کے لئے امن و امان ہے لیکن امام باکمل ہر ملنے اور اپنے عزم پر قائم رہے۔

بالآخر امام حسینؑ سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں (صفحہ) نام ایک مقام پر ایک شاعر (فرزوق) کے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کوفہ والوں کا کیا حال ہے اس نے جواب دیا ان لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تاویں بنی امیہ کے ساتھ امامؑ نے کہا تھیک ہے اب معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جو ہو گا ہم صبر و شکر کریں گے اور آگے بڑھ گئے۔

زور یا ثعلبہ مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل قتل ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے اس موقع پر بھی بہت کچھ پایا کہ کوفہ میں حالات خطرناک ہیں واپسی کا بہتر ہے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز جو ساتھ تھے سب کھڑے ہو گئے اور کہتے تھے کہ ہم ہرگز اب واپس نہیں جائیں گے یا بھالی کا یہ نہ ہیں گے یا مر جائیں گے۔ امام حسینؑ نے تھوڑی دیر سوچا پھر کہا کہ ”ان کے بعد زندگی

بے مزہ ہے“ تھوڑا آگے چلے تو پرووں کی ایک جماعت آئی لیکن جب امامؑ نے صورتِ حالات سے اچھی طرح آگاہ کیا تو سب علیحدہ ہو گئے۔

صرف وہی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے۔

(قاوسیہ کے مقام سے تھوڑا آگے بڑھے تو ادھر سے عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر بھی کی طرف سے حر بن یزید ایک ہزار کی فوج کے ساتھ آ پہنچا۔ اُسے حکم ملا تھا کہ حسینؑ کے ساتھ ساتھ بگاریے اور ابن زیاد کے پاس لے آئے۔ امام حسینؑ نمازِ ظہر کے وقت حر کے سپاہیوں کے پاس آئے اور کہا کہ "لوگو! میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آیا۔ میرے پاس تمہارے خطوط موجود ہیں تمہارے قاصد بھی مجھے ملے، بار بار کوفہ آنے کی دعوت مجھے دی گئی، اگر معاملہ یہی ہے تو میں آ گیا ہوں اگر ایسا نہیں ہے اور تم میری آمد سے ناخوش ہو تو میں وہیں واپس چلا جاتا ہوں یہاں سے آیا ہوں۔" لیکن سب خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد نماز ہوئی دشمنوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی بلکہ عصر کی نماز سب نے مل کر امام حسینؑ کے پیچھے ادا کی۔ نمازِ عصر کے بعد پھر آپ نے خطبہ دیا اور کہا کہ "لوگو! اگر تم تقویٰ رکھتے ہو تو حقدار کا حق پہچانو، خدا اس سے خوش ہوگا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حق دار ہیں، یہ تم پر ظلم و ستم کرتے ہیں لیکن پھر بھی اگر تم ناپسند کرو اور اپنے خطوں اور عمارتوں سے پھر جاؤ تو میں بخوشی واپس چلا جاتا ہوں۔" سُننے لگا کہ کن خطوں کا آپ ذکر کرتے ہیں؟ امامؑ کے حکم سے تھیلے اندر لے کر خطوں کا انبار لگایا گیا لیکن سُننے لگا کہ ہم وہ نہیں جو خط لکھا کرتے تھے۔ ہمیں تو صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچادیں ہمیں لڑائی کا حکم نہیں ملا۔ امامؑ نے کہا "لیکن موت سے پہلے ناممکن ہے۔" حر نے کہا اب آپ واپس بھی نہیں جاسکتے اور اگر کوفہ بھی نہیں جانا چاہتے تو پھر ایک راستہ اختیار کر لیں جو نہ کوفہ جائے نہ مدینہ اس دوران میں ابن زیاد

کو اطلاع پہنچانا ہوں۔ امام حسینؑ اور حسینؑ تلخ کلامی ہو گئی لیکن گرنے مرتبہ کا
 لحاظ رکھا اور کہا اگر چاہیں تو آپ بھی ابن زیاد کو لکھیں شاید میں امتحان سے
 بچ جاؤں آپ نے منظور کر لیا اور آگے بڑھے۔ مقام بصرہ پر امامؑ نے یہ خطبہ

”لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو
 کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کردہ
 حدیں توڑتا ہے، عہد الہی کی پروا نہیں کرتا ہے اور
 دیکھنے والے دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اس کی مخا
 کرتا ہے نہ اپنے قول سے، تو خدا ایسے لوگوں کو اچھا
 ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو
 بن گئے ہیں رحمن سے سرکش ہو گئے ہیں ملک میں فساد
 پھیلایا ہے، حد و رانی کو معطل کر دیا ہے، مالِ شہیت
 پر ناجائز قبضہ ہے، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو
 حرام ٹھہرایا جا رہا ہے، میں ان کی سرکشی کو حق و عدل
 سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں، تمہارے
 بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیغام بھیتے
 کر رہے اور تم عدد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی
 کرو گے نہ مجھے دشمنوں کے حوالہ کرو گے، اگر تم
 اپنی اس بھیت پر قائم رہو تو یہ تمہارے لئے راہِ ہدایت
 ہے کیوں کہ میں حسینؑ علیؑ ابن فاطمہؑ اور رسولؑ کا
 نواسہ ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ، میرے
 بال بچے تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں، مجھے اپنا

ثوبہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو۔ لیکن اگر تم ایسا نہ
 کرو اور اپنا عہد توڑ دو اور اپنی گردن سے میری بیعت
 کا حلقہ نکال دو تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے
 باپ، بھائی اور عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ ایسا ہی
 کر چکے ہو، وہ فریب خوردہ سے جو تم پر بھروسہ
 کرے۔ لیکن یاد رکھو تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے
 اور اب بھی اپنا ہی نقصان کرو گے، تم نے اپنا
 حصہ کھو دیا، اپنی قسمت بگاڑ دی، جو بر عہدی
 کر کے گا خود اپنے خلاف بد عہدی کرے گا۔ اسلام ^{میں}
 ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر آپ عذیب الجانات نامی مقام پر پہنچے تو چار آدمی کوفہ سے آئے
 جن میں ایک طراح بن عدی تھا۔ انہوں نے قیس بن مسہر کے قتل کی خبر دی
 جس کو امامؑ نے بطور قاصد کوفہ بھیجا ہوا تھا۔ پھر طراح بن عدی نے سائے
 خطرات سے آگاد کیا اور عرض کیا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلیں تو میں آپ کو
 اپنے علاقہ میں لے چلوں گا جہاں بیس ہزار آدمی آپ کی حفاظت کریں گے
 اور کوئی آنکھ اٹھا کر بھی آپ کی طرف دیکھ نہ سکے گا۔ امامؑ نے کہا لیکن ہم
 ایک عہد کر چکے ہیں اس لئے مجبور ہیں خدا آپ کو نیک نیتی کی جزا دے۔
 آگے قصر بن مقاتل نامی مقام پر آپ کو ذرا اونگھ آگئی، خواب میں دیکھا
 کہ ایک سوار کہتا جا رہا ہے کہ "لوگ چلتے ہیں اور موت ان کے ساتھ چلتی ہے"
 آپ سمجھ گئے کہ معاملہ خراب ہے اور اس کا موت ہی کی طرف اشارہ ہے،
 آپ چونک پڑے اور بار بار اِنَّا لِلّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

پڑھا۔ اس پر آپ کے صاحبزادے نے جو علی الاکبر کے نام و لقب سے مشہور
ہیں پوچھا کہ ابا یہ کیا ہے؟ آپ نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ بیٹے نے کہا اگر
آپ حق پر ہیں تو پھر کوئی بدواہ نہیں۔ اگلی صبح چلنے لگے تو کوفہ سے ایک شخص
آیا اور ایک خط جو ابن زیاد سے لایا تھا حُر کو پیش کیا، مضمون یہ تھا :-

در حسین کو کہیں نہ دو گھلے میدان کے سوا کہیں

اترے نہ پائے۔ قطعہ بند یا شاداب مقام پر پڑاؤ نہ

ڈال سکے، میرا یہ فائدہ تمہارے ساتھ رہے گا

کہ تم میرے حکم کی تعمیل کیسے کرتے ہو۔

حُر نے خط کا مضمون سُنا دیا اور کہا کہ اب تو میں آپ کو بے آب و گیاہ
میدان میں ہی اترنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ آپ کے ایک ساتھی زبیر بن
القین نے عرض کیا کہ بہتر ہے کہ حُر کے ساتھیوں سے جنگ ہو جائے کیونکہ یہ
جنگ اس جنگ سے ہلکی ہوگی جو بعد میں کوفہ والوں کے ساتھ ہوگی لیکن امام نے
انکار کر دیا۔ پھر زبیر نے کہا کہ اُس سامنے کے گاؤں چلئے جو دریائے فرات
کے کنارے ہے اُس کا نام عترة ہے۔ امام حسینؑ بولے نہیں جائیں گے عترة
(یعنی بے ثمر و بے نتیجہ) سے خدا کی پناہ۔

اس کے بعد امام حسینؑ اپنے لوگوں کے ساتھ ایک دوسرے میدان میں
اُنٹھے جس کا نام "کربلا" تھا۔ آپ نے نام سُن کر فرمایا "یہ کرب (بھینٹی)
اور بلا (مصیبت) دیکھ" ہے۔ میدانِ کربلا پانی سے کافی دُور تھا لور دریا اور
اس کے درمیان ایک پہاڑی بھی حائل تھی۔ کربلا میں ورودِ محرم ۶۱ھ کو ہوا۔
دوسرے دن کوفہ سے ابن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کے ماتحت چار
ہزار فوج بھیجی۔ عمر بن سعد آنا نہ چاہتے تھے مگر زبردستی بھیجا گیا۔ عمر بن سعد نے

آتے ہی امام حسینؑ سے کہا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ امامؑ نے وہی جواب دیا جو حر کو دے چکے تھے کہ ”کوثر کے لوگوں نے خود دعوت دی تھی اور اگر ۵۰ ناپسند کرتے ہیں تو میں واپس لوٹ جاتا ہوں“۔ عمر بن سعد خوش ہوئے کہ شاید مصیبت ٹل جائے اور فوراً ابن زیاد کو خط لکھا لیکن جواب میں ابن زیاد نے کہا کہ ”حسینؑ سے کہو کہ پہلے اپنے ساتھیوں سمیت یزید بن معاویہؓ کی بیعت کر لی چھرم سوچیں گے کیا کریں اور حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو پانی تک ملنے نہ پائے جس طرح عثمان بن عفان پانی سے محروم رہے تھے“۔

عمر بن سعد نے حکم کے مطابق پانچ سو سپاہی دریا پر بھیج دیئے کہ کہیں سے حسینؑ اور ان کے آدمی پانی نہ لے سکیں۔ امام حسینؑ نے اپنے سونیلے بھائی عباس بن علیؓ کو جو بڑے بہادر تھے پچاس آدمیوں کے ساتھ پانی لینے کے لئے دریا پر بھیجا تو انہیں روکا گیا، زبردست معرکہ ہوا لیکن آپؑ بس ۲ مشکاں پانی بھر لائے۔ اسی شام امام حسینؑ رات کے وقت عمر بن سعد کی فرمائش پر بیس سواروں سمیت نکلے اور اس سے تھامہ میں ملتے عمر بن سعد بھی بیس سواروں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ریت تک خفیہ باتیں ہوتی رہیں لیکن مشہور یہ ہوا کہ امام حسینؑ نے عمر بن سعد کو کہا تھا کہ تم دونوں اپنے اپنے ساتھی ہیں چھوڑ کر یزید کے پاس جاؤ اور معاملہ طے کرنے میں لیکن عمر بن سعد نے کہا کہ ایسا کرنے والا ابن زیاد ہے اگر خدا دے گا اور میری جائداد ضبط کرے گا۔ امامؑ نے فرمایا میں دمہ دار ہوں۔ میں مجھے نیا گھر بنا دوں گا اور حجاز میں سے جائیداد بھی دے دوں گا۔ مگر عمر بن سعد نہ مانا۔ اس کے بعد بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور حضرت حسینؑ نے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

۴۲ اپنا معاملہ حل کر لینے دو

۲۔ مجھے خود مزید سے اپنا معاملہ حل کر لینے دو

۳۔ مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو۔ وہاں کے لوگوں کو
پر جو زرتی ہے وہی مجھ پر بھی گزرے گی۔

عمر بن سعد نے خوشی خوشی یہ شرطیں ابن زیاد کو لکھ دیں۔ ابن زیاد نے

پڑھیں تو خوش ہوا مگر شہر بن ذوالجوشن نے مخالفت کی اور کہا کہ حسینؑ قبضہ میں

آچکے ہیں بغیر اطاعت کے نکل گئے تو ہمارے لئے خطرہ کا باعث بنیں گے اس

لئے بہتر یہی ہے کہ انہیں قابو سے نہ نکلنے دیا جائے۔ ابن زیاد نے پھر رائے بدل لی

اور شہر کے ہاتھ عمر بن سعد کو عطا بھیجا کہ اگر حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ہمارے

حوالہ کر دیں تو لڑائی نہ کی جائے اور اگر نہ مانیں تو جنگ کے سوا چارہ نہیں۔

شہر کو الگ ابن زیاد نے اطلاع دے دی کہ اگر عمر بن سعد میرا حکم پورا پورا نہیں تو

درست ذر نہ مجھے اجازت ہے کہ فوج کی کمان سنبھال لے اور حسینؑ کا سر کاٹ کر

مجھے بھیج دے۔

سنا شہر ذی الجوشن کی پھوپھی ام البنین بنت خرام حضرت علیؑ کی بیوی تھیں

اور ان کے بطن سے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان چار لڑکے تھے جو اس

معرکہ میں حضرت حسینؑ کے ساتھ تھے۔ اسی واقعے سے شہر حضرت حسینؑ کا

ماموں نامہ بھائی تھا۔ شہر نے ابن زیاد سے اپنے ان مذکورہ بالا چاروں بھائیوں

کے لئے امان منظور کروانی تھی اور میدان میں کھڑے ہو کر کہنے لگا تم چاروں

میرے بھائی ہو، میرے عزیز ہو میں نے تمہارے لئے سلامتی کا سامان کر

لیا ہے۔ لیکن انہوں نے جواباً کہا "فسوس کم کہ ہمیں تو امان دینے کو اور

فرزند رسولؐ کے لئے امان نہیں ہے۔"

پھر نماز عصر کے بعد کوئی لشکر میں حرکت ہوئی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ

لشکر کو آج ڈال دیا جائے تاکہ آج رات اپنے رب کی خوب عبادت کریں چنانچہ
 لشکر واپس ہوا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب وقت آچکا ہے اور
 حسرت و ناامیدی کے سوا کچھ باقی نہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ تم لوگ میرے گھر
 والوں کو بھی لے کر واپس چلے جاؤ، رات کی تاریکی میں ادھر ادھر چھیل کر اپنا راستہ
 لو۔ لیکن تمام صحابہ نے وفاداری کا عہد کیا اور کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں گے
 رات بھر امامؑ مشغول عبادت رہے اور حالات پر افسوس کرتے رہے۔ آپ
 کے الفاظ سن کر آپ کے گھر والے خصوصاً آپ کی بہن حضرت زینبؑ سخت
 بے چین ہو جائیں، آپ انہیں حوصلہ دینے اور اسٹد پر بھروسہ رکھنے کی نصیحت فرما۔
 صبح ہوئی تو امام حسینؑ بہتر جاں نثاروں کی چھوٹی سی فوج لے کر نکلے اصفہین دست
 کیں اور اسٹد کے حضور میں دعا کی۔ پھر آپ نے آخری بار دشمنوں کے سامنے
 تقریر فرمائی تاکہ امام مجتہد ہو جائے۔ وہ لوگ وہی صحابہ دیتے جو پہلے کہہ چکے
 تھے۔ امام حسینؑ نے کہا "میں دلیل ہو کر بیعت نہیں کر سکتا" پھر آپ کے جان نثاروں
 نے تقریریں کیں لیکن دشمنوں کے کانوں پر عین تک نہ رہی، البتہ حُر بن بزید تمہاری
 جہاگ کر لشکر حسینؑ میں شامل ہو گیا اور حاضر ہو کر عرض کرنے لگا "ابن رسول اللہؑ
 میں ہی وہ پندخت ہوں جس نے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ پھر آپ کا تعاب
 کیا اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ
 یہ لوگ آپ کی پریشانی میں منظور نہ کریں گے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں ہرگز اس
 حرکت کا ترکب نہ ہوتا۔ میں ناوم ہو کر توبہ کے لئے آیا ہوں اور آپ کے قدموں
 پر قتل ہو جانا چاہتا ہوں۔ کیا میری یہ توبہ قبول ہو جائے گی؟" امام حسینؑ نے
 فرمایا "ہاں خدا تیری توبہ قبول کرے اور تجھے بخش دے۔"
 اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے تیر عمر بن سعادت نے پہلی

اور پھر تیسری شروع ہو گئی۔ مبارزت کے لئے ایک ایک آدمی نکلتا لشکر حسین
 کے چند آدمی شہید ہوئے لیکن دوسری طرف بہت آدمی کام آئے۔ پھر عام حملہ شروع
 ہوا اور دوپہر تک سلسلہ چلتا رہا۔ اگرچہ ادھر بہتر اور ادھر چار ہزار کا مقابلہ تھا
 لیکن حسین لشکر نے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ دشمن نے کمک طلب کی۔
 قسوطی ہی دیر بعد کافی کمک پہنچ گئی جس کے آنے سے بیروں کی بوچھاڑ مٹنے لگی
 حسین لشکر کے گھوڑے بیکار ہو گئے اور پیادہ ہونا پڑا۔ حُر نے وہ شجاعت
 دکھائی کہ لوگ حیران تھے۔ شہر کی طرح حملہ کر رہے تھے۔ لڑائی پورے زوروں
 پر تھی۔ دشمن نے حسین خیموں کو آگ لگا دی۔ امام حسینؑ نے نماز پڑھنے کی مہلت
 مانگی کہ لڑائی کچھ دیر بند کر دی جائے لیکن دشمن نہ مانے۔ اس وقت تک عبداللہ بن
 عمیر کی بہادر بیوی ام وہب، زہیر، حبیب اور حُر شہید ہو چکے تھے۔ اس کے بعد
 امام حسینؑ کے بڑے لڑکے علی اکبر شہید ہوئے اور کچھ اور لوگ بھی۔ پھر ایک ایک
 لڑکے باقی بھی کٹتے رہے اور آخر میں حضرت حسینؑ ابن علیؑ کی باری تھی۔ آپ تنہا
 میدان میں کھڑے تھے، دشمنوں میں سے کسی کی ہمت نہ بڑھتی تھی کہ آپ پر تلوار اٹھا
 کھمبڑیں ذوالجوش بننے اپنے لوگوں کو ابھارا، پھر دشمن نے ہر طرف سے آپ کو گھیر
 لیا۔ اہل بیت کے خیمہ میں عورتیں اور چند کم سن لڑکے موجود تھے۔ ہر اندر سے ایک
 بچے نے امام حسینؑ کو حیب چاروں طرف سے گھرا ہوا دیکھا تو شیر کی طرح نکلا اور
 خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑا حضرت زینبؑ نے دیکھ لیا اور دوڑ کر بکھڑیا۔ ادھر
 حضرت حسینؑ نے بھی کہا کہ میں اسے نہ دینا۔ مگر لڑکے نے زور سے اپنے
 آپ کو چھڑا لیا اور امامؑ کے ساتھ اکھڑا ہوا۔ بحر بن کعب نے حملہ کے لئے
 تلوار اٹھائی تو لڑکے نے اسے دانتا کہ خبیث میرے چچا کو قتل کرے گا۔ تلوار
 امامؑ کے بجائے لڑکے پر بار دی گئی، لڑکے نے روکا لیکن ہاتھ کٹ کر ٹک گیا۔

چھ لڑکا چھ لڑکا اٹھا۔ امام نے اُسے سینے سے لگا لیا اور فرمایا "بچہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں
 تیرے نیک بزرگوں کے پاس پہنچا دے گا" چہرہ ہر طرف سے آسپ سے لہلہا ہوا
 ہو گیا۔ آپ نے بھی تلوار چھائی، اکیلے جہد کر رہے تھے دشمنوں جھاگے جھاگے مبارکباد
 ہمارے جو خود جنگ میں شریک تھا روایت کرتا ہے۔ امام شہید کی صورت حملہ کر کے
 تھے اور لوگ بکریوں کی طرح جھاگے رہے تھے۔ آپ کوٹھ پدیاں ملی اور وہ اپنے
 فرات کی طرف بڑھنے لگے مگر ایک تیر آیا اور پہنچے یہاں پہنچتے ہو گیا، آپ سمیت
 ہڈی حال ہو گئے اور واپس لوٹے گئے۔ دشمنوں نے پھر پھیر لیا۔ آپ نے فرمایا "اللہ
 میں دین نہیں، آخرت سے ڈرتے نہیں مگر دنیاوی شرافت پر تو امام شہید کو
 میرا حیمہ محفوظ رہے" شہر نے کہا آپ کا حیمہ محفوظ رہے گا۔ راوی کہتا ہے کہ
 دشمن جہاد تھا تو بیت ویر ہیلے آپ کو قتل کر دیتا مگر وہی گنہگار نہیں
 بنا چاہتا تھا۔ آخر شہر نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ چہرہ لہلہا ہوا تھا۔ آپ
 آپ کو دین اور اقدار پر وار تھے۔ آپ نے فرمایا ہے، چہرہ لہلہا ہے۔
 چہرہ لہلہا ہے۔ شہر کے سنان بن اس نے اپنے بڑے بڑے مارا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ
 چہرہ سنان نے ہی آپ کا سر مبارک کا تن سے جدا کر دیا۔ قتل کے بعد وہ لوگ
 کے جسم پر نیزے کے تین تین مسل آڑھ اور تلوار کے چھ تین مسل لگا دیے گئے۔
 یہ حادثہ کہہ لیا، احرار ملت میں پیش آیا۔
 قتل کے بعد امام کے بدن کے کپڑے بھی آٹا رہ گئے۔ چہرہ لہلہا ہو گیا۔
 اہل بیت کے شہید کی طرف بڑھتے، زمین الٹا پڑی، پھر یہاں لہلہا ہے۔
 شہر نے ان کو بھی قتل کرنے کا خیال کیا لیکن باقی لوگوں نے، شہادت کی اور
 اس دوران میں شہر ہی رہا بھی آپنچا، اس نے سب کو باہر نکالا کہ وہیں لہلہا
 دیا۔ چہرہ عمر بن سعد کے گم سے دس آدمیوں نے لہلہا ہے اور اسے اور

امام حسینؑ کا حکم مبارک رو نہ ڈالا۔ دوسرے دن کوفہ کی طرف روانگی
 سے پہلے حضرت زینبؑ نے امامؑ کی پامال لاش دیکھی تو آہ و نغان سے آہٹا
 سر کیا اٹھا لیا۔ اُن کا رونا اور پین اس قدر دل سوز تھا کہ دوست دشمن سب
 کی آنکھیں نم آلود ہوئیں۔ کوفیوں نے تمام لاشوں کے سر کاٹ لئے تھے۔
 امام حسینؑ کا سر مبارک جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو بھری مجلس میں
 اس نے اپنے کے ہونٹوں پر بار بار چھری ماری۔ زید بن ارقمؓ نے بعض روایات
 میں ہے کہ حضرت اسؑ تھے اٹھ کر کہا: "ایسا نہ کر، خدا کی قسم ان ہونٹوں پر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹ رکھ کر بوسہ لیا کرتے تھے" ابن زیاد
 نے اُنہیں پکا بھلا کہا لیکن زید بن ارقمؓ روتے ہوئے مجلس سے باہر نکل گئے۔
 پھر ابن زیاد اور اہل بیت کی گفتگو ہوئی جو سخت انداز اختیار کرتی۔
 ابن زیاد نے سوچا کہ زین العابدینؑ کو قتل کر ڈالے مگر حضرت زینبؑ کی چیخ و
 پکار سے وہ کچھ متاثر ہوا اور انہیں چھوڑ دیا پھر اہل بیت کو زینبؑ کے پاس بھیج
 دیا۔ زینبؑ نے امام حسینؑ اور دوسرے لوگوں کے سر دیکھے تو بے اختیار رو پڑا
 اور کہا: "اگر تم لوگ حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو بھی میں تم سے خوش ہو سکتا تھا،
 ابن سمیرہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؑ
 سے ضرور دستبردار ہوتا۔ خدا حسینؑ کو اپنے ہمارے رحمت میں جبکہ وہ مقتولوں
 کے سر زینبؑ کے پاس پہلے پہنچ گئے تھے اس کے بعد اہل بیت بھی پہنچ گئے۔
 زینبؑ اہل بیت کی یومی حالت دیکھ کر بڑا متاثر ہوا اور کہا کہ ابن مرجانہ کا
 شہلا مہ آکر سے اگر تم سے اس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہ
 کرتا اور اس حال میں تمہیں میرے پاس نہ بھیجتا" پھر حضرت زینبؑ اور زینبؑ
 کے درمیان کچھ تلخ گفتگو ہوئی۔ حضرت زینبؑ نے بڑی باکی سے زینبؑ کو

بڑا اچھا لگا ہوا۔ بیدار نے کچھ ضبط سے کلام لیا پھر ان کو حرم شاہی میں بھیج دیا گیا۔
بیدار کے گھروالوں نے جب اہل بیت کی یہ حالت دیکھی تو سب رونے
اور ماتم کرنے لگے اور تین دن تک یہ سلسلہ رہا۔

بیدار نے اہل بیت کے اہل سامان کے عوض دو گنا دے دیا جو کراہی
میں کچھ لوگوں نے لوٹ لیا تھا۔ روزانہ کھانے پر زین العابدینؑ کو اپنے ساتھ
بٹھاتا۔ اپنی مجلسوں میں اکثر کہا کرتا کہ "کیا حرم تھا اگر میں حسینؑ کو اپنے گھر
میں رکھتا اور ان کے مطالبے پر غور کرتا۔ چاہے میری قوت میں کچھ کمی ہی
ہو جاتی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنی اور رشتہ داری کی حفاظت
تو ہو جاتی۔ سنت ابن مرجانہ پر، خدا کا غضب ابن مرجانہ پر نہیں ہے حسینؑ
کو لڑائی پر مجبور کیا اور ان کی شجادیہ میں سے ایک نہ مانی، پھر اہل بیت
کو ایسے شریفانہ برتاؤ کے ساتھ واپس دینے والا نہ کیا اور کہا کہ مجھے اپنی ہر
ضرورت کی اطلاع دیتے رہنا۔ روانگی کے وقت فوجی دستے اور اپنے ایک
معتبر آدمی کو ساتھ دیا۔ بعد میں حضرت سکینہ بنت حسینؑ کا کرتی تھیں کہ
"میں نے کبھی کوئی ناشکما انسان بیدار سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا
نہیں دیکھا۔"

واقفہ کر بلا کی اپنی
بنی امیہ کی حکومت جبر و تشدد کی برباد
پر قائم ہوئی تھی اس لئے ۱۱۵۰ اسلامی
حکومت نہ تھی بلکہ ایک غیر شریعی حکومت تھی۔ کوئی مشورہ یا مباح
امت کو اس میں دخل نہ تھا بلکہ محض نفسی اغراض اور سیاسی مقاصد کی بنا
پر اسلامی حریت و جمہوریت کو پھیل دالا گیا اور ایک شخصی حکومت کو قائم
کیا گیا تھا۔ اس سورتہ حال میں ضروری تھا کہ از اسلام و شہم اور جبر و تشدد

کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق کی راہ میں زبردست جہاد کیا جاتا ہے۔ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ نے ظالم حکومت کی اطاعت و فاداری سے انکار کر دیا اور اپنی قربانی کی مثال قائم کر کے بنی امیہ کے منہ کے خلاف جہاد حق کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ یہ ہمیشہ کے لئے ایک زندہ نمونہ بن گیا۔ یہ ہے کہ ہر ظالم و جابر حکومت کا اعلان یہ مقابلہ کیا جائے اور کسی ایسی حکومت سے اطاعت و فاداری کی بیعت نہ کی جائے جو خدا کی نافرمانی ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارت گر ہو اور جس کے احکام عدل و انصاف کے بجائے ظلم و ستم پر مبنی ہوں۔ اس سانحہ عظیمی سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ایسے مقابلے کے لئے قوت و شوکت اور ساز و سامان کی بھی پروا نہیں کرنی چاہئے بلکہ حق و صداقت کی راہ میں نتائج سے بے فکر ہو کر جتنا جہاد اللہ پر عبور سے کر کے راہ حق پر بڑھتے رہنا چاہئے، اللہ خود ہی کافی و کارساز ہو جاتا ہے۔ نیکوں کو نیکی کا صلہ مل کر ہی رہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے اسی وقت اپنی معنوی فتح مندی حاصل کر لیتا ہے۔ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی شہادت دراصل فتح مندی اور کامرانی کا پیغام تھی۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگِ سید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

امامؑ کی راہ حق میں جہاں نشاری، جسم مبارک کا زخموں سے نڈھال

ہو کر لڑکھڑاتا اور گیر کہ نماک و خون میں لہت پت ہو جانا، تڑپ تڑپ

کہ ٹھنڈا ہونا، سترن سے عید ہونا، لاش کا گھوڑوں تلے روندنا جانا اور پھر

مبارک کا ظالموں کی خوشنودی کے لئے پیش کرنا کیا یہ سب کچھ لایا

اسکتا تھا۔ اس حادثہ عظیم نے انقلاب و تغیرات کی آگ بھڑکا دی اور
 ملاموں کا ظلم اس آگ پیریل کا کام کرتا رہا۔ پھر کوئی جگہ نہ تھی جہاں بہاگ
 پہنچی اور ان فلک بوس شعلوں کو نہ مسلم بن عقبہ کا ظلم و تشدد روک سکا
 حجاج کی خونخواری اور نہ عبدالملک کی تدبیر و سیاست۔ یہ شعلے برابر اٹھتے
 رہے اور ۳۲ھ میں تمام عالم اسلامی کے اندر سر بلہ کی تاریخ دہرائی گئی،
 ج و تخت کے ماک خاک و خون میں نرٹ پے، ان کی لاشیں گھوڑوں تلے
 مال کی گئیں، مردوں کی قبریں تک اکھاڑیں اور ان کی ہڈیوں کو ریل و خوار
 کیا۔ یہ سب کچھ شخص امیر اہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ سازشوں
 کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس خون کا اعجاز تھا جو دریائے فرات کے کنارے بہایا
 گیا تھا۔

اس اُسودِ حسد سے یہ سب بھی ملتا ہے کہ جہادِ حق میں غوت و ہراس،
 بھوک و پیاس، نقصانِ جان و مال، بلاکتِ اولاد و آوارگی سبھی چیزیں برداشت
 کرنی پڑتی ہیں اس لئے اس راہ پر قدم رکھنے سے پہلے اپنے آپ کو آزما
 لینا چاہئے کہ چند قدم تل کر استقامت کو کھانچنے سے کھپوڑ تو نہیں دینا۔ اللہ
 تعالیٰ نے اپنی آیتوں کا ذکر سورہ بقرہ کی ۱۵۵-۱۵۶ آیات میں مندرجہ
 ذیل الفاظ میں فرمایا ہے :-

﴿نوحیہم اللہ تعالیٰ تمہیں آزما لے گا۔ وہ
 حالتِ خوف و ہراس، بھوک اور پیاس، نقصانِ مال
 و جان اور بلاکتِ اولاد و آوارگی میں مبتلا کرے گا
 تمہارے صبر و استقامت کو آزما لے گا پس اللہ کی
 طرف سے بشارت ہے ان کے لئے جن کے ثبات

و استقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں
 مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے تمام معاملات کو اللہ کے
 سپرد کر کے یہ کہتے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ
 رٰجِعُوْنَ

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے سامنے یہ ساری آزمائشیں ایک
 ایک کر کے آئیں، وہ چاہتے تو ایک پل میں ان تمام مصائب سے نجات حاصل
 کر سکتے تھے اگر وہ ظالم حکومت کی وفاداری کا عہد کر لیتے۔ لیکن انہوں
 نے حق و صداقت سے منہ نہیں موڑا، انتہائی پریشانی کن حالات کا
 ڈٹ کر مقابلہ کیا اور نفس کی مرضی پر خدا کی مرضی کو ترجیح دے کر اپنے اور
 عزیز و اقرباء کے ٹکڑے کر والئے۔ یہ شک یہ حق و صداقت، آزادی و
 حیثیت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی
 جو صرف اس لئے ہوئی کہ پیروان اسلام کے لئے ایک اُسوۂ حسنہ پیش کرے
 اور اس طرح حق و صداقت اور اثبات و استقامت کی ہمیشہ کے لئے
 ایک قابل ترین مثال قائم کر دے۔

یہ ہیں اس واقعہ عظیمی کے مذہبی، اخلاقی اور سیاسی پہلو۔ فرزندِ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل اور وہ بھی انسانیت سوز کوئی معمولی بات نہ تھی،
 اس سے عالم اسلام میں گھر گھر صفا قائم بھی گئی اور بنی امیہ کے خلاف
 زبردست نفرت اور غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مختلف تحریکیں پیدا ہوئیں، خونریزیاں
 ہوئیں اور بالآخر ایک صدی کے بعد سلطنت بنی امیہ ختم ہو کے رہ گئی بلکہ
 اگلیوں سے اللہ نے وہ بدلہ لیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ظالموں کو ظلم کا بدلہ
 مل کر ہی رہتا ہے۔

حجاز میں انقلاب و تباہی | حجاز میں اکثر لوگوں نے نبی ہدیٰ کی بیعت

تو کر لی تھی لیکن بادل ٹٹو اسٹہ حضرت ابی
 امام حسینؑ کی شہادت سے حجاز کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور ان میں غم و غصہ
 و غضب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ عبداللہ بن زبیرؓ تو پہلے ہی مخالفت کرنے
 اس واقعہ کے بعد انہوں نے اہل مکہ کو یزید کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ یزید
 نے بڑی کوشش کی کہ اہل مکہ و مدینہ آرام سے بیٹھے رہیں اور اس مسئلے میں
 اس نے بہت سے لوگوں کو مخالف اور عیسے بھی دیئے لیکن سب سے سزا
 عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی مخالفت کا دعویٰ کیا، تمام اہل حجاز نے ان کے
 ہاتھ پر بیعت کر لی صرف عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت علیؓ کے صاحبزادے
 محمد بن حنفیہؓ نے بیعت نہ کی۔ ابن زبیرؓ کی بیعت کے بعد مدینہ سے تمام اموی
 حکام کو نکال دیا گیا۔ یزید کو معلوم ہوا تو اس نے مسلم بن عقبہؓ کو اس
 کی فوج دے کر مدینہ روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ پہلے اہل مدینہ کو اطاعت
 دعوت دی جائے، انکار کریں تو توہار استعمال کی جائے اور شکست دینے
 کے بعد تین دن تک مدینہ ٹوٹا جائے لیکن علیؓ ابن حسینؓ زین العابدینؓ کو کہہ
 کا نقصان نہ پہنچے۔

خبر پا کر اہل مدینہ نے بھی جنگی انتظامات پورے کر لئے۔ مسلم بن عقبہؓ نے
 مدینہ کے قریب پہنچ کر اہل مدینہ کو تین دن کی مہلت دی کہ سورج کو اہل مدینہ
 تین دن بعد صبحی اہل مدینہ جنگ پر آمادہ تھے۔ چنانچہ یہی سورج مدینہ کے قریب
 اور اہل مدینہ نے شکست کھائی۔ بہت سے اکابر و شرفاء قتل ہو گئے۔ شامی
 فوج تین دن تک مدینہ کو لوٹتی رہی۔ اس کے بعد بچے ہوئے لوگوں نے یزید
 کی بیعت کر لی۔

Yazid has been ^{۳۹۲} died:-

عقبہ بن عقیبہ نے مکہ کی راہ لی لیکن بیماری کی وجہ سے راستہ میں ہی فوت ہو گیا۔ حصین بن نمیر قائم مقام بنا اور شامی لشکر محرم ۶۲ھ کو مکہ پہنچ گیا۔ عبداللہ بن زبیر نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور حرم میں پناہ گزین ہوئے۔ شامی فوجوں نے محاصرہ کر لیا اور منجلیق سے پتھر پینکے جس سے

کتھیر کی عمارت کو نقصان پہنچا۔ اس دوران میں دمشق سے اطلاع آئی کہ یزید فوت ہو گیا ہے۔ حصین بن نمیر نے سوچا کہ یزید کے بعد بنی امیہ میں کوئی حوصلہ مند ایسا نہ تھا جو حکومت سنبھال لے۔ چنانچہ حصین نے عبداللہ بن زبیر سے صلح کر لی اور کہا کہ آپ دمشق چلے گئے ہیں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور یقین دلانا ہوں کہ سارا شام آپ کی بیعت کرے گا۔ عبداللہ بن زبیر شجاع و بہادر تو بہت تھے لیکن معاملہ فہم اور سیاست دان نہ تھے انھوں نے شام جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہاں مکہ میں بیوہ کہہ ہی نہیں بیعت لے سکتا ہوں حصین بن نمیر نے کہا کہ یہاں کچھ نہیں ہو سکتا چنانچہ وہ فوج لے کر واپس شام چلا گیا۔

یزید کی فتوحات اور وفات

یزید نے اپنے عہد میں عقبہ بن نافع کو فوج دے کر افریقہ بھیجا جہاں رومیوں کو بے درپے شکستیں ہوئیں اور افریقہ کا بیشتر حصہ فتح کر لیا یہاں تک کہ بحرِ احمر کے ساحل تک پہنچ گیا۔ عقبہ بن نافع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا اور جب تک پانی سر کے قریب نہ آ گیا واپس نہ لوٹا۔ پھر اللہ کے حضور میں گیا "یا اللہ اگر سمندر حائل نہ ہوتا تو جہاں تک زمین ملتی تھی تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا" واپسی پر شہر قیروان کا ایک بڑی سردار کیسیلہ بھی عقبہ کے ساتھ تھا جو مسلمان ہو چکا تھا کیسیلہ نے عقبہ کی کسی پٹی تشریح کلامی کا بدلہ لینے کے لئے اس سے بے وفائی کی اور جب عقبہ چند آدمیوں

کے ساتھ چھپے چھپے الگ آ رہا تھا تو کسی نے رومیوں کے ساتھ مل کر حملہ کر دیا اور عقبہ اور سب آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد پھر افریقہ میں کئی جگہ یہ بغاوت پھیل گئی۔

ترکستان پر بھی فوج کشی ہوئی لیکن صلح ہو گئی۔ بعض علاقے فتح ہوئے اور ترکیوں کی طرف سے خطرہ ختم ہو گیا انہوں نے بہت سا مال مسلمانوں کو دیدیا۔ یزید ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ میں فوت ہوا۔ ۹۳ سال عمر پائی اور مدت حکومت پونے چار سال تھی۔

یزید کی موت کے بعد اس کا نوجوان لڑکا معاویہ تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر اکیس سال تھی۔ یہ بڑا نیک اور دیندار تھا۔ یزید کے زمانہ میں ہی حکومت کے حالات دیکھ دیکھ کر اس کے دل میں نفرت پیدا ہو چکی تھی تین مہینے کے بعد حکومت سے دست بردار ہو گیا اور ایک بڑے مجمع کے سامنے یہ تقریر کی :

”تم نے مجھے خلیفہ بنایا ہے لیکن میں اس کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ چاہتا تھا کہ ابو بکرؓ کی طرح کسی کو اپنا جانشین بنا دوں یا عمرؓ کی طرح چٹے آدمیوں کو نامزد کر دوں تاکہ ان میں سے شوریٰ اٹھائے کرے لیکن کسی کو ایسا نہیں پاتا۔ میں خود تو اس منصب سے دست بردار ہونا ہوں تم لوگ جسے چاہو اپنا خلیفہ بنا لو۔“

اس کے بعد چند مہینے ہی گزرے تھے کہ معاویہ بن یزید نے وفات پائی۔ اس کی نیک نیتی پر یزید نے نظروں سے دیکھی گئی۔ امام حسنؓ کے بعد حکومت سے

دست برداری کی یہ دوسری مثال تھی۔

سوالات

- ۱۔ حادثہ کربلا کے واقعات مختصر الفاظ میں بیان کرو اور اس کے نتائج بھی قلم بند کرو۔
- ۲۔ شہادت حسینؑ کے مذہبی، اخلاقی اور سیاسی پہلوؤں پر روشنی ڈالو تاکہ اس سانحہ عظیمی کی اہمیت سامنے آجائے۔
- ۳۔ یزید کی سیاست اور ابن زیاد کی سفاکی پر ایک مضمون لکھو۔

عبداللہ بن زبیر اور ۳۹۵ ہجری میں حکم

عبداللہ بن زبیر اور مروان بن حکم

۶۲۷ تا ۶۲۵

۶۲۷ تا ۶۲۵

عبداللہ بن زبیر مشہور صحابی اور حواری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت زبیر بن عوام کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ماں حضرت اسماء حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی صاحبزادی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قربت کی بنا پر حضرت عبداللہ بن زبیر میں بہت خوبیاں جمع تھیں۔ آپ کی پیدائش ہجرت کے بعد مدینہ میں سلیم میں ہوئی۔ ہجرت کے بعد کافی دیر تک مسلمانوں کے دل کوئی اولاد نہ ہوئی تھی یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ یہ ان کے جادو کا اثر ہے۔ عبداللہ بن زبیر ہجرت کے بعد مسلمانوں میں پہلے بچے پیدا ہوئے اس لئے ان کی پیدائش سے تمام مسلمان بہت خوش تھے۔ قریباً آٹھ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بچپن سے ہی بڑے شجاع اور حوصلہ مند تھے۔ جوان ہوئے تو کئی مہموں میں حصہ لیا جن کا جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہ کی حمایت میں بڑی بہادری سے لڑے اور جسم پر چالیس سے زائد زخم کھائے۔

یثرب اور معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد حجاز اور مصر و شام کے تمام بڑے بڑے ممالک عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے صرف اردن کے والی حسان بن بدیل ان کے ساتھ نہ ہوئے۔ بصرہ میں ابن زیاد نے اپنی خلافت کا

اعلان کیا لوگ بادل نخواستہ ساتھ ہو گئے لیکن کوفہ والوں کی سخت مخالفت دیکھ کر
بصرہ کے لوگ بھی علائبہ ابن زیاد کی مخالفت کرنے لگے یہاں تک کہ اُسے شام
کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ اس کے بھاگنے کے بعد کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے
عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔

اس موقعہ پر جب کہ قریباً تمام دنیا نے اسلام میں عبداللہ بن زبیرؓ کی
خلافت تسلیم کر لی گئی تھی ابن زبیرؓ کی ایک سیاسی غلطی کی وجہ سے بنی امیہ کی اٹھری
ہوئی حکومت پھر سے قائم ہو گئی۔ مکہ اور مدینہ سے جب ابن زبیرؓ نے بنی امیہ کو
نکال دیا تھا تو مزید کی موت کے بعد وہ پھر واپس لوٹ آئے تھے، یہ لوگ اس
قدر ہست ہست ہو گئے تھے کہ خور مروان بن حکم نے ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت
کرنے کی آمادگی ظاہر کر دی لیکن ابن زبیرؓ نے بنی امیہ سے سخت نفرت ظاہر کی
اور تمام بنی امیہ کو اور مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کو جو چچکاپ میں مبتلا
تھا مدینہ سے زبردستی نکال دیا۔ بعد میں عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی غلطی محسوس کی
اور پیچھے آدھی دوڑائے لیکن وہ لوگ ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ شام پہنچ کر مروان نے
دیکھا کہ اکثر لوگ ابن زبیرؓ کے حامی ہیں چنانچہ اُس نے پھر ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر
بیعت کر لینے کا ارادہ کیا لیکن ادھر سے عبداللہ بن زیاد، بصرہ سے بھاگ
کر پہنچ گیا۔ اُس نے مروان کو بیعت سے روکا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ بنی امیہ کے
حامی ادھر ادھر سے مروان کے پاس پہنچنے شروع ہو گئے۔ اختلافات اور ہنگامے
ہوئے، آخر بہت سے لوگوں نے مروان بن حکم کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ یزید کا بیٹا
خالد کسین تھا اس لئے اس کے حامی بھی وقتی طور پر مروان کے ہاتھ پر بیعت
کر لینے پر آمادہ ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد دمشق اور دوسرے علاقوں کے
وگے جو ابن زبیرؓ کے حامی تھے آہستہ آہستہ صورت حال بدلتی دیکھ کر خود بھی

بدل گئے لیکن جلدی ہی پھر خلاف ہو گئے۔ مروان کے حامیوں اور ابن زبیر کے حامیوں کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں اور بالآخر شام کا سارا علاقہ دوبارہ بٹو اسید کے قبضہ میں آ گیا۔ اس کے بعد مروان نے مصر پر چڑھائی کر دی، مصر کے لوگوں نے حالات کے پیش نظر مروان کی بیعت کر لی اور اس طرح مصر بھی ابن زبیر کے ہاتھ سے نکل گیا۔

رمضان ۶۵ھ میں مروان اچانک فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۶۳ سال تھی اور مدت حکومت صرف نو مہینے تھی۔

عبدالملک بن مروان

۶۵ تا ۸۵

عبدالملک بن مروان بن حکم بن امیہ کی دوسری شاخ بنی عاص سے تھا۔ اس کا دادا حکم بن عاص حضرت عثمان کا حقیقی چچا تھا جو فتح مکہ کے دن مہاجرین کے ساتھ مسلمان ہو گیا اور اندرونی طور پر مسلمانوں کے راز و شہان اسلام کو بتایا کرتا تھا اسی لئے حکم بن عاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں جلا وطن کر دیا تھا۔ آخری زمانہ میں حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم کی واپسی کی اجازت حاصل کر لی تھی اور اپنے عہد و عثمانی میں اُسے مدینہ بلایا تھا اور حکم اور اس کے بیٹے مروان دونوں سے وہ بہت محبت کرتے تھے۔

عبدالملک ۲۶ھ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۹ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ باپ کی طائف کی جلا وطنی سے واپسی پر مدینہ میں ہی رہا اور اہل مدینہ سے علم و فضل حاصل کیا اور نو عمری میں ہی فاضل و گویا میں شمار ہونے لگا۔ یہ بڑا مدبر، مستقل مزاج اور شجاع تھا بلکہ مصائب و مشکلات میں اس کی شجاعت اور حوصلہ مندی اور زیادہ نمایاں نظر آتی تھی۔

عبدالملک کی تخت نشینی کے وقت تمام عالم اسلامی میں اضطراب کی حالت تھی۔ عراق میں

نوابین کی سرکوبی

زبیری، شبیبہ اور خوارج نہیں فرماتے تھے جو سب بی امیہ کے سخت خلاف تھے، حجاز میں عبداللہ بن زبیر کی خلافت تھی۔ عبدالملک نے اپنی حکمت و دانش مندی اور مستقل مزاجی سے ان سب گروہوں کو ایک ایک کر کے سرکریا تخت نشینی کے فوراً بعد تو ابین نامی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ قصہ یہ تھا کہ کوفہ میں ایک بزرگ جو صحابی بھی تھے سہمان بن سرد کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے ہی دراصل حضرت حسینؑ کو عراق بلانے کے لئے خطوط لکھوائے تھے، ان کا گھر شیعان علیؑ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ لیکن جب امام حسینؑ کوفہ کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں ہی شہید کر دیئے گئے اور یہ شیعان علیؑ آپ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ اس بات پر ان کو سخت شرمندگی اور افسوس تھا۔ چنانچہ انھوں نے تو ابین (توبہ کرنے والے) نامی ایک جماعت بنائی اور عرض کیا کہ جب تک قاتلین حسینؑ سے انتقام نہیں لے لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس جماعت نے دراصل مزید کے زمانے سے انتقام کی تیاریاں شروع کر رکھی تھیں۔ مروان کے زمانہ حکومت میں یہ لوگ مضبوط قوت کے ساتھ نکلے، امام حسینؑ کے ہزار کی زیارت کی اور شام کی طرف چلے گئے۔ عراق کی بعض گروہوں میں عبداللہ بن زبیر خود شریک تھا اس سے تو ابین کا سامنا ہو گیا۔ بڑی شوخیز جنگ ہوئی۔ آخر تو ابین نے شکست کھائی اور ان کے سردار سلیمان بن مرد اور بہت سے دوسرے لوگ کام آئے۔ چھ ہزار کی تعداد میں سے صرف چھوٹی سی جماعت تو ابین کی بچی۔ یہ لوگ اگرچہ مروان کے عہد میں نکلے تھے لیکن ان کا حاتمہ عبدالملک کے عہد میں ہوا۔

مختار ثقفی | تو ابین کے بعد کوفہ میں ایک اور شخص مختار بن ابی عبید ثقفی

امام حسینؑ کے قتل کا انتقام لینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اگرچہ ایک مہتممی اور بے دین شخص تھا لیکن بڑا بااہمیت اور ذہین تھا۔ اس نے ہر طرف بد نظمی دیکھ کر موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ عبداللہ بن زبیر کا چونکہ ہر طرف زور تھا اس لئے مختار ثقفی نے ان پر اپنا اعتماد بٹھا لیا۔ اوصہر حضرت زین العابدینؑ سے سرپرستی کی درخواست بھی کر دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور عوام میں تقریب کی کہ یہ شخص گمراہ کن عقائد رکھتا ہے اس لئے اس کا ساتھ نہ دیا جائے، لہٰذا بیت کی دعوت کو اس شخص نے محض دھوکا کے لئے آڑ بنا رکھا ہے۔ مختار نے ان سے ایبوس ہو کر حضرت حسینؑ کے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیہؑ کو سرپرستی کے لئے کہا حضرت زین العابدینؑ نے انہیں بھی روکا کہ یہ شخص دھوکے باز ہے اس کا ساتھ نہ دیجئے۔ لیکن محمد بن حنفیہؑ نے حضرت عبداللہ بن عباسؑ سے مشورہ لے کر سرپرستی قبول کر لی۔ اوصہر کوفہ میں مختار نے یہ مشورہ کر دیا کہ محمد بن حنفیہؑ امام مہدی ہیں اور انھوں نے مجھے اس کام کے لئے مامور فرمایا ہے یہ پہلا موقع تھا کہ امام مہدی کا لقب وجود میں آیا، اس کے علاوہ مختار نے اپنے متعلق نزول وحی کا دعویٰ کیا، خدا سے غلطی کے امکان کا عقیدہ ایجاد کیا وغیرہ وغیرہ کئی ایک گمراہ کن عقائد اختراع کئے۔ پھر اس نے کوفہ کے ایک بڑے رئیس ابراہیم بن اشتر کو محمد بن حنفیہؑ کی طرف سے ایک جعلی خط دکھا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس طرح مختار کے ساتھ شیعان علیؑ بہت زیادہ مل گئے کیونکہ ان سب نے محمد بن حنفیہؑ کو امام مہدی، وصی اور جانشین تسلیم کر لیا تھا۔ مختار کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر کوفہ کے والی عبداللہ بن مطیع نے جو ابن زبیرؑ کی طرف سے مقرر تھے اُسے روکنا چاہا۔ ابراہیم بن اشتر

نے کوفہ کے ایک پولیس افسر ایس بن نصر کو بھی قتل کر دیا۔ چنانچہ
عبداللہ بن مطیع والی کوفہ نے ایہ اہم کی گرفتاری کرنی چاہی لیکن مختار کے
آرمیوں نے بڑھ کر ابن مطیع کا محاصرہ کر لیا پھر جان بخشی کر کے چھوڑ دیا
گیا لیکن سوائے بصرہ کے جو عبداللہ بن زبیر کے تحت تھا مختار سارے
عراق پر قابض ہو گیا۔

اوصہ ابن زبیر نے عبداللہ بن عباسؓ اور محمد بن حنفیہ دونوں کو بیعت کرنے
کے لئے کہا بھیجا۔ ان کے انکار پر ابن زبیر نے انہیں زم زم کی چار دیواری
میں قید کر لیا اور جلا ڈالنے کی دھمکی دی۔ مختار ثقفی کو اطلاع ملی تو اس نے
کچھ فوج اور چار لاکھ کی نذر ابن زبیر کو بھیجی۔ مختار کی فوج نے ان کو قید
سے نکالا۔

اس کے بعد مختار نے کوفہ میں ان تمام لوگوں کا پتہ لگوا یا جنہوں سے
امام حسینؑ کی شہادت میں حصہ لیا تھا۔ ان سب کو قتل کر دیا اور ان کے مال ضبط
کر لئے گئے۔ پھر بصرہ کے واقعہ میں حصہ لینے والی شامی فوج سے پرہیز کے
لئے ایک بھاری اور مضبوط فوج روانہ کی۔ راستہ میں ابن زیاد سے مقابلہ ہوا جو
عراق کی طرف آ رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں زبردستی ہو کر ابن زیاد ہار گیا۔
چند دنوں میں ہی شمر ذی الجوشن، عمرو بن سعد، عبداللہ بن زیاد وغیرہ تمام کو
چن چن کر قتل کر دیا۔ ابن زیاد کا سر کاٹ کر حضرت زین العابدینؑ کے دروازے
کے لئے دروازے پہنچ دیا۔ آپ نے دیکھا تو سبوں پر منہسی آگئی۔

عبداللہ بن زبیر نے مختار کی شورش کو ختم کرنے کے لئے اپنے بھائی
کو جو والی بصرہ تھے ایک بھاری فوج دے کر روانہ کیا۔ کوفہ سے باہر نظام
دار پر مستحب اور مختار کی فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بڑی شہرت ہونے لگی۔

آخر مختار بھاگ نکلا۔ مصعب نے تعاقب کیا اور کوفہ پہنچ کر مختار اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مختار کا سر قلم کر کے ابن زبیر کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ عراق پر پھر ابن زبیر کا قبضہ ہو گیا۔

ادھر عبدالملک سے عراق کے اکابر نے خط و کتابت شروع کر رکھی تھی عبدالملک نے اسے سہارا سمجھ کر خود بھاری فوج کے ساتھ آیا اور مصعب کو شکست فاش دی اور مصعب قتل ہو گیا۔ پھر عبدالملک نے کوفہ کے لوگوں سے بیعت لی اور وہاں حاکم مقرر کیا۔

عبدالملک نے عراق سے فارغ ہو کر مدینہ میں حجاج بن یوسف ثقفی کو ایک بھاری فوج دے کر مکہ کی طرف بھیجا تاکہ حجاز کو مطیع کیا جائے۔ حجاج نے پہنچ کر مکہ کا محاصرہ کر لیا اور شہر پر پختہ بیسائے کئی مہینوں تک محاصرہ رہا۔ آخر اہل مکہ تنگ آ کر امان لینے کے لئے حجاج کے پاس آنے لگے، محاصرہ کی طوالت سے کھانے پینے کی چیزیں نہایت مہنگی ہو گئیں تھیں کہ ایک وقت آیا کہ اہل مکہ کو گھوڑے ذبح کر کے کھانے پڑے۔ قریباً دس ہزار لوگ ابن زبیر کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کے پاس آ گئے یہاں تک کہ ابن زبیر کے دو بیٹے حمزہ اور صبیح بھی آ کر حجاج سے اہل گئے۔ لیکن عبدالملک نے ابن زبیر کو برا بھلا کہتا رہا۔

ابن زبیر کی شہادت
آخر حالات سے تنگ آ کر ابن زبیر اپنی والدہ حضرت اسماء کے پاس پناہ لیے اور انہیں صورت

جمالی سے آگاہ کیا کہ سب مجھے چھوڑ گئے ہیں مگر میں اطاعت قبول کروں تو دشمن مجھے چھوڑ دے گا۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق نے فرمایا: نہ اگر تجھے کوئی چیز ہے کہ تیری پناہ ہے تو میں اسے قبول کروں گی۔

قبول نہ کرو اور جس راہ پتہ تیرے ساتھ تھیوں نے گزریں
 گنوائی ہیں تو بھی اپنی جان سے رہے۔ اور اگر
 تو دنیا کے لئے لڑتا رہا ہے تو نہایت بڑا کیا۔ اپنے
 آپ کو بھی پلا کے کیا اور اپنے ساتھ تھیوں کی جانیں
 گنوائیں۔ اگر اپنے آپ کو حتیٰ پتہ سمجھتے ہو لیکن
 مددگاروں کی کمی کی وجہ سے دشمن سے دسب جانا
 چاہتے ہو تو بار رکھو یہ شرفیوں اور دینداروں کا
 شیوہ نہیں ہے، تم کو کب تک دنیا میں رہنا ہے
 جاؤ حتیٰ پر جان دے دینا دنیا کی زندگی سے ہزار
 درجہ بہتر ہے۔“

ابن زبیر نے عرض کیا ”ماں! مجھے خطرہ ہے کہ قتل کے بعد میں دشمن
 میرے جسم سے ٹکڑے ٹکڑے بنا کر دے،“ حضرت اسما نے فرمایا۔ ”ابن
 حنیف بکری ذبح ہو گئی تو کھال کھینچنے سے اس کو کیا تکلیف پہنچے۔
 بڑھ کر والدہ کا سر جوڑ لیا اور کہا کہ ایسا ہی ہو گا۔ ماں نے قہمی بڑے کو
 لگایا اور دعائیں دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد ابن زبیر اپنے پیٹ
 ہاں تھاروں کو ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے بڑھے۔ بڑھی تھوڑا سا اور
 شجاعت دکھائی لیکن تھامی بہت زیادہ تھے اس لئے بالآخر شہید ہو گئے
 آپ کی شہادت سڑک سے ملے ہوئی۔ حجازی ستمناں طبیعت دکھانا اور
 نے ابن زبیر کی لاش سولی پر لٹکا دی۔ کئی دنوں بعد حضرت اسما اور
 گذریں اور لاش سولی پر لٹکنی رکھ دی۔ فرمایا کہ انہی تک یہ شہیدوار گھوڑوں
 سے اترا نہیں!“ ایک دوسری روایت ہے کہ پتہ دینا جانے والے

حضرت اسماء رمنہ کے پاس بھیج دی تھی۔

شہادت کے وقت حضرت عبداللہ بن زبیر کی عمر ۲۷ سال کی تھی اور
مدینہ خلافت ۹ برس بعد آپ کی شہادت کے بعد عبدالملک کا کوئی حریف
پاؤں نہ رہا چنانچہ وہ تنہا دنیا کے اسلام کا حکمران بن گیا اور ۱۷ برس سے پھر
خالص اموی حکومت شروع ہو گئی۔

ابن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک نے حجاج
بن یوسف کو حجاز کا حاکم مقرر کر دیا لیکن اہل عراق

کی ریشتہ دوانیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ جلد ہی اُسے حجاز سے مشغول کر کے
بصرہ اور کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔ حجاج صرف بارہ سو اوروں کے ساتھ کوفہ
میں داخل ہوا۔ سر پہ شہ رنگ کا عمامہ تھا اور اسی کا ایک پتو منہ پر باندھا
ہوا تھا۔ سپردہ جامع مسجد میں پہنچا جہاں لوگ ہجوم کی شکل میں جمع ہو گئے۔
اہل کوفہ امراء کی تختیر کے عادی ہو چکے تھے اس لئے بہت سے لوگ اپنے
ہاتھوں میں کنگریاں بکڑ لائے تھے تاکہ تقریب کے دوران میں حجاج پر ماری جائے۔
حجاج نے منہ سے کپڑا کھولا اور منہ رجبہ ذیل تقریب کی:

(تھلا صد) "لوگو! خدا کی قسم میں شرکاپورا پورا پر ایملہ دینا

ہوں۔ چھپے ہت سے سر نظر آسے ہیں جن کے گلے

کا وقت آ گیا ہے۔ مجھ کو تمہارے علمے اور واڑھیوں

دکھائی دے رہی ہیں جو خون سے شرابور ہونے والی

ہیں۔ امیرالمومنین نے اپنے پیروں کو دیکھا اور جو

سب سے سخت اور جگر دوزخ تھا وہ تمہارے سینے

کی طرف چلایا ہے۔ دیکھو میں وہی تیرے ہیں تمہاری

سب شرازیں چھلا دوں گا اور تمہارے کے سارے
 بلی نکال دوں گا۔ تم ایک مدت سے فتنہ فساد کے
 عادی چلے آ رہے ہو اب تم سیدھے ہو جاؤ اور
 سراطاعت ختم کر دو ورنہ خدا کی قسم تم کو ذلت کا
 پورا مزہ چکھاؤں گا تمہاری کج روی درست کر دوں گا
 تمہیں لکڑی کی طرح جھیل دوں گا اور ببول کی تپوں
 کی طرح جھاڑ ڈالوں گا۔ خدا کی قسم میں جو تہا ہوں کر
 دکھاتا ہوں۔ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ تمہاری
 تنخواہیں تقسیم کر دی جائیں اور تم لوگ سلب علیہ منفر
 کے پاس خارجہ جیوں کے مقابلہ میں پہنچ جاؤ میں لو کہ تقسیم
 تنخواہ کے چوتھے دن اگر کوئی سلب کے پاس نہ گیا
 اور کوفہ میں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا اور
 اس کا گھر لوٹ لیا جائے گا۔

یہ تقریب سن کر لوگ لرز گئے اور تیر اور کنکریاں اٹھوں سے گر کر زمین پر
 جا پڑیں۔ پھر تنخواہیں تقسیم ہوئیں۔ لوگوں کا یہ حال تھا کہ تنخواہیں لے کر
 گھر اپنے رشتہ داروں کے حوالہ کر رہے تھے اور کہتے کہ ہم سلب کے پاس جا
 رہے ہیں تم ہمارے سامان تیار کر کے دینا۔ حجاج نے وہاں سے
 بصرہ جا کر بھی ایسی ہی تقریب کی۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ ہمارے
 اور سابق امیر بشیر بن مروان نے بھی تھے فوجی خدمت میں
 تھا آپ بھی معاف فرمادیں۔ حجاج نے اسے اسی دن قتل کر دیا۔
 اہل بصرہ خوفزدہ ہو گئے اور عبادی عبادی سلب سے

پہلی دورانیہ کے احوال

سیستان کا تہہ سی فرما کر واز تلبیل باغی ہو گیا۔ حجاج نے سیکڑ میں ہی
 ید اللہ بن ابی بکرہ کو فوج دے کر روانہ کیا۔ تلبیل بہت سے مسلمانوں کو
 لے کر چکا تھا۔ عبد اللہ نے جاتے ہی ہنڈہ کر دیا اور اندرون ملک میں
 شش گیا۔ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کا بہت نقصان
 دیا۔ حجاج کو علم ہوا تو اس نے عبد الرحمن بن اشعث کو چالیس ہزار کوئی
 بصری فوج دے کر روانہ کیا۔ عبد الرحمن نے پہنچ کر جلد ہی بہت سا علاقہ
 کر لیا پھر آرام سے بیٹھ گیا کہ باقی علاقہ اگلے سال فتح کریں گے۔ حجاج نے
 سے لکھا کہ دشمن کے قلعے منہدم کر دو اور اسے مزارع اور اگر یہ نہیں کر
 لیتے تو اپنے بھتیجے اسحاق بن محمد بن اشعث کو سیر سالادی دے کر خود
 سے پاس واپس آجاؤ **فصل فی ابن اشعث**

فصل فی ابن اشعث حجاج کا خط جب سیستان پہنچا تو اہل فوج نے
 جس میں سب عراقی شامل تھے حجاج کی مخالفت

رہ کر دی کہ ہم اسے اپنا امیر نہیں مانتے۔ فوج نے عبد الرحمن بن اشعث
 نے اٹھتے ہی بیعت کر لی اور فیصلہ کیا کہ چل کر حجاج کو عراق سے نکال دیں
 اس میں پہنچے تو عراقی کہنے لگے کہ جب حجاج ہمارا امیر نہیں رہا تو عبد الملک
 ی ہمارا خلیفہ نہیں رہا۔ چنانچہ سب نے ابن اشعث کو اپنا خلیفہ تسلیم
 لیا۔ حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے عبد الملک کو اطلاع کر دی چنانچہ
 ن سے فوجیں امداد کے لئے پہنچ گئیں۔ حجاج فوجوں کو لے کر ابن اشعث
 مقابلہ کرنے کے لئے نکلا۔ عراقیوں نے حجاج کی فوج کے اگلے حصہ کو
 کست دی۔ حملہوں سے ہٹ کر مقام زادیر میں آٹھرا۔ عراقیوں
 نے اس دورانہ رہ کر لیا۔ پھر زادیر میں مقابلہ ہوا اور بڑی خونریزی

جنگ ہوئی۔ پہلے شامیوں نے شکست کھائی لیکن حجاج کی تابعداری سے کام آئی اور پھر عراقیوں کو شکست دے دی۔ عبدالرحمن کو فخر کی طرف بھاگ گیا۔ عید الملک نے شام سے اپنے بھائی محمد بن مروان کو صلح کے لئے عراق بھیجا کہ اگر وہ رضامندیوں کو حجاج کی جگہ اُسے حاکم مقرر کر دیا جائے۔ لیکن عراقیوں نے کہا کہ ہم تجھے بھی خلیفہ نہیں مانتے۔ پھر حجاج اور محمد بن مروان دونوں کی فوجوں نے مل کر عبدالرحمن سے مقابلہ کیا۔ بین المہینے تک جنگ جاری رہی اور بالآخر عبدالرحمن نے شکست کھائی اور بھاگ کر تبلیس کے طرف پناہ گزیں ہوا۔ حجاج نے اعلان کیا کہ بھاگنے والے کا نجات دہ نہ کیا جائے جو پلٹ آئے اسے امان ہے۔ پھر کوفیوں سے تجدید بیعت کرائی، پھر صلح کر کے کافر ہونے کا اقرار کرایا، پھر بیعت پتیا جو کافر ہونے کا اقرار نہ کر سکتے قتل کر دیا تھا۔ پھر تبلیس کو لکھا کہ ہمارے مجرم عبدالرحمن کو ہمارے حوالہ کر دو ورنہ ہم وہاں آئیں گے لیکن عبدالرحمن نے یہ سن کر مکان سے نکل کر خودکشی کر لی۔

خوارج کا تختہ خارجی بنی امیہ کے سخت مخالف تھے۔ عراق و فارس ان کا مرکز تھا، یہ دونوں علاقے ابن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک کے قبضہ میں آئے۔ خوارج نے بڑے زور شور سے شورش برپا کر دی اور بڑی بہادری سے حکومت کے مخالف لڑتے رہے۔ عبدالملک نے بھی مستقل مزاجی سے ان کا مقابلہ کیا۔ آخر بڑی دقت سے ان کا زور ٹوٹا۔ خوارج کی شورشوں کی تفصیلاً کتاب بڑی امی ہیں یہاں صرف خلاصہ بیان کیا جائے گا۔

یزید کے زمانے میں جب شامی فوجوں نے مکہ کا محاصرہ کیا تو ان کا

کی ایک جماعت حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس پہنچی کہ اگر آپ ہمارے
 ہم خیالی ہو جائیں تو ہم آپ کی پوری امداد کریں گے۔ خوارج کے اس وفد کے
 سردار نجد بن عامر اور نافع بن ارقم تھے۔ یہ لوگ حضرت عثمانؓ اور حضرت
 علیؓ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہؓ سب کو برا سمجھتے تھے اور چاہتے
 تھے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر بھی ان سب کو برا سمجھیں لیکن ابن زبیرؓ
 نے ان سب کے حق میں کلمہ خیر کہا اور ان کی خوب تعریف کی۔ خوارج مایوس
 ہو گئے اور وہاں سے واپس ہو کر آدھے بہامہ کی طرف چلے گئے باقی نافع
 بن ارقم کے ساتھ اہواز پہنچ گئے اور وہاں سے خلیفہ کے عامل کو نکال کر
 خود قابض ہو گئے۔ اس کے بعد نجد بن عامر اور نافع بن ارقم دو سردار
 خوارج کے درمیان مذہبی نظریات و عقائد میں اختلاف ہو گیا۔ پھر نافع نے
 فوج کشی کی اور بصرہ تک پہنچ گیا۔ اہل بصرہ کی دس ہزار فوج نے مقابلہ کیا
 مگر شکست کھائی۔ اہل بصرہ بہت پریشان ہو گئے۔ ابن زبیرؓ نے حالات
 سنا جانے لے کر مصعب بن ابی صغیر کو خوارج کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مصعب
 نے پے در پے کئی حملے کیے اور خوارج کو پیچھے ہٹا کر اہواز تک پہنچا دیا۔
 یہاں بھی مصعب نے بڑی شجاعت کے ان کو شکست دی اور ہٹا دیا۔
 ان دنوں — ابن زبیرؓ کی فوج کے ان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ
 عراق کے والی مقرر ہو گئے۔ مصعب نے پیلے مصعب کو موصل کا حاکم بنا
 کر وہاں بھیج دیا لیکن ان کے جائے پر جب خارجیوں نے پھر شورشیں شروع
 کر دیں تو مصعب نے دوبارہ مصعب کو واپس بلا لیا۔ اسی دوران میں
 مصعب عبدالملک کی فوج سے لڑتے ہوئے قتل ہو گئے اور عراق پر
 عبدالملک قابض ہو گیا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد مصعب

نے عبد الملک کی بیعت کر لی۔

۳۲ھ میں عبد الملک کے حکم سے خالد بن عبد اللہ والی بصرہ مقرر ہوا۔ اس نے آٹے ہی مہلب کو خوارج کے مقابلہ سے ہٹا کر اپنے بھائی عبد العزیز کو خاریجیوں کے خلاف بھیجا۔ اس دوران میں مہلب بال گزاری کے محکمہ میں منتقل کر دیئے گئے۔ مہلب کے پھر مٹتے ہی فارسی پھر زور پکڑ گئے اور عبد العزیز کو شکست دے کر اُسے قتل کر دیا۔ عبد الملک کو اٹھارن پینچی تو اُس نے خالد بن عبد اللہ کو لکھا کہ تمہاری سیاسی فہمندی سے یہ سب کچھ ہوا مہلب تجربہ کار اور بہادر سپہ سالار تھے ان کو دوبارہ خاریجیوں کی سرکوبی کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ اس حکم کے ساتھ ہی عبد الملک نے اپنے بھائی بشیر بن مروان والی کوفہ کو پانچ ہزار فوج خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کرنے کے لئے لکھا۔ کوفہ سے بشیر بن مروان کے حکم سے عبد الرحمن بن اشعث اپنے ساتھ پانچ ہزار فوج لے کر آئے۔ مہلب، خالد اور عبد الرحمن تینوں نے خوارج کے مقابلے میں مورچہ بندی کی مگر خوارج ڈر کر ابواز کے مقام سے بھاگ کر فارس پہنچ گئے۔

تھوڑے ہی عرصے بعد بحرین میں خاریجیوں کا قبضہ ہو گیا تھا یہاں ابو قحیفہ سردار خوارج تھا۔ خالد بن عبد اللہ والی بصرہ نے ایک فوج بھیجی مگر شکست کھائی۔ عبد الملک نے یہ دیکھ کر خالد کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ بشیر بن مروان والی کوفہ کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ خاریجیوں کی مہم بالکل مہلب کے سپرد کر دی جائے۔ بشیر بن مروان مہلب کا یہ تقریر خود خلیفہ کی طرف سے پسند نہ کرتا تھا مگر بھجور تھا۔ اُس نے بادلِ نخواستہ عبد الرحمن بن عوف کو فوج دے کر مہلب کی امداد کے لئے روانہ کر دیا اور ساتھ ہی عبد الرحمن کے کان میں یہ بات ڈال دی

کہ میں تو تجھے سپہ سالار مقرر کرنا چاہتا تھا مگر خلیفہ نے بے سمجھے بوجھے یہ فیصلہ خود ہی کر دیا ہے اس لئے اب تم اپنی مرضی سے کام کرنا مطلب کی تابعداری کی ضرورت نہیں ہے۔ مطلب اس وقت راحہ بن زکریا کے مقام پر تھے۔ اس فوج کے آتے ہی جنگ کی تیاری شروع ہو گئی لیکن ادھر سے بشیر بن مروان کی موت کی خبر آگئی۔ اس خبر سے کوفہ سے آئی ہوئی فوج بغیر لڑے لوٹ گئی، بشیر کے نائب خالد بن عبداللہ نے اطلاع پا کر کوفی فوج کو روکا اور واپس راحہ بن زکریا چلے جانے کا حکم دیا لیکن فوج نے صاف انکار کر دیا اور خالد حیران کھڑے رہ گئے کوفی فوج کی اس نافرمانی کا حال سن کر خلیفہ عبدالملک نے حجاز سے حجاج بن یوسف کو عراق کا والی مقرر کر کے بھیج دیا۔ حجاج نے پہلے بیان ہو چکا ہے (آتے ہی لوگوں کو ڈانٹا اور اس طرح کوفہ و بصرہ کے لوگ واپس مطلب کے پاس پہنچنے لگے۔

مطلب نے کرمان اور فارس میں دو سال تک خوارج کا مقابلہ کیا۔ آخر حجاج بن یوسف نے لکھا کہ بدت عرصہ گزر چکا ہے یہ ہم ختم ہونی چاہئے۔ مطلب نے ساری فوج کو اکٹھا کیا اور اس کے سات دستے بنا کر اپنے ساتوں بیٹے ان کے امیر مقرر کر دیئے۔ خود مطلب ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گیا اور لڑائی شروع کروا دی۔ اٹھارہ مہینے تک یہ جنگ جاری رہی لیکن کوفی فیصلہ نہ ہوا۔ آخر خاریجیوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے ان میں بھڑک پڑ گئی اور دو فرقے ہو کر آپس میں خوب لڑے۔ ایک مہینہ لڑتے رہے آخر ایک فرقہ شکست کھا کر طبرستان کی طرف بھاگ گیا۔ مطلب اس دوران میں خاموش رہا، پھر مطلب نے دوسرے فرقے کی طرف اپنی فوج بڑھا دی اور ان سب کو قتل کر دیا۔

خارجیوں پر نشان دار فتح پا کر مہلب واپس کو نہ آیا۔ حجاج نے نشان دار
قبائل کیا اور عظیم نشان دربار لگوا کر مہلب کو برابر بٹھا کر اس کی مدد میں قصبہ
ہوائے اور انعام و اکرام سے نوازا۔ مہلب کے ساتوں بیٹوں کی تنخواہوں
کو دو دو ہزار سالانہ کا اضافہ کر دیا۔

اس کے بعد حجاج نے خارجیوں کے دوسرے فرقے کے تعاقب میں برابر
پہنچے۔ یہ خارجی ایک ہزار کے قریب تھے اور ایک جگہ سے دوسری
جگہ گتے رہے۔ ایک دن یہ خارجی کو نہ میں گھس آئے اور قتل و غارت کر کے
دن بعد بھاگ گئے لیکن نہ یہ پکڑے گئے اور نہ تعاقب ہو سکا۔ پھر حجاج نے
پس ہزار فوج بھیجی مگر خارجیوں نے انہیں بھی شکست دے دی اور دوبارہ کو نہ
گھس آئے۔ یہاں چار ہزار شامی فوج جمع تھی اس نے گھیر کر تمام خارجیوں کو
مسمم کر ڈالا۔ اس طرح خارجیوں کا بالکل قلع تیس ہو گیا۔

توحاتِ افریقیہ | یزید کے عہد (۶۸۲ء) میں جب عقبہ بن نافع
شمالی افریقیہ فتح کر کے واپس آ رہا تھا تو اس کے ایک
برہمنی ساتھی نے جس کا نام کبیہہ بن مکرم تھا بڑی چالاک سے رومیوں کے ساتھ
ل کر عقبہ اور اس کے کچھ ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا۔ تیردان کی اسلامی نوآبادی
بھی خاموشی سے دن بسر کرتی رہی۔ یزید سے لے کر عبدالملک تک ایسے سیاسی
انقلابات آتے رہے کہ افریقیہ کی طرف خصوصی توجہ نہ دی جاسکی۔ ۶۹۰ء میں جب
عبدالملک بن مروان کو کچھ فرصت ملی تو اس نے زہیر بن قیس کی سرکردگی میں ایک
بر دست فوج دے کر افریقیہ بھیجا۔ زہیر تیردان پہنچا تو کبیہہ وہاں سے بھاگ کر
ایک محفوظ جگہ ممش میں چلا گیا۔ چند ہی دن بعد زہیر نے معلوم کر کے کبیہہ کا تعاقب
کیا۔ ممش کے قریب مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں یزیدی اور رومی متحد

تھے۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی اور آخر مسلمان کامیاب ہوئے کیسیہ اور کئی بڑے بڑے برہمن اور رومی سردار مارے گئے۔

اس کے بعد زبیر قیروان سے ہوتے ہوئے برنڈوٹ آیا جو مسلمانوں کا خاص مقام تھا۔ لیکن رومیوں نے برنڈوٹ کو خالی سمجھ کر بڑی بھاری فوج کے ساتھ برنڈوٹ پر دھاوا بول دیا۔ زبیر کو رومیوں کی آمد کی اطلاع نہ تھی اس لیے بغیر تیاری کے ادھر آئے تھے، بہر حال اپنے تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ ڈٹ کر لڑنے لگے۔ رومی بہت زیادہ تھے اس لئے مقابلہ ناکام رہا اور زبیر اور اس کے ساتھی شہید ہو گئے۔ رومیوں نے برنڈوٹ کو خوب لوٹا اور پھر واپس قسطنطنیہ چلے گئے۔ عبد الملک کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اسے بہت افسوس ہوا لیکن چونکہ خود عبداللہ بن زبیر سے لڑائی میں مشغول تھا اس لئے تھوڑی دیر خاموش رہا۔

ابن زبیر کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں عبد الملک نے ایک عظیم نشانہ لشکر چالیس ہزار کا مرتب کیا اور حسان بن نہمان غسانی کی قیادت میں افریقہ بھیجا اور مصر کے خزانہ کی کنجی اسے ساتھ دے دی کہ جتنی دولت چاہے خرچ کرے۔ افریقہ فتح ہو جائے حسان سب سے پہلے قیروان پہنچا اور وہاں سے شمالی افریقہ کی سب سے ممتاز حکومت قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ قرطاجنہ میں رومی اور بربری بڑی تعداد میں جمع تھے۔ زبردست معرکہ ہوا۔ آخر رومی اور بربری بھاگ نکلے حسان نے قرطاجنہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور رومیوں نے جو برنڈوٹ کو لوٹا تھا اس کا پورا بدلہ لیا۔ ادھر ادھر جہاں بھی رومیوں اور بربریوں کی غنیمتیں حسان پہنچ کر ان کا سر کھل دیتا۔ اس کے بعد آرام کے لئے حسان کی فوج قیروان آگئی۔ کچھ دن بعد حسان کو معلوم ہوا کہ جبل کے علاقہ میں ایک ننگہ دامیہ حکمران ہے جو کابنہ کے لقب سے مشہور ہے اور شمالی افریقہ کے رومی اور بربری اس سے

کافی متاثر نہیں اور یہ لوگ دامیہ کے اشاروں پر ناپتے ہیں۔ حسان نے محسوس کیا
 کہ اگر یہ بلکہ غمگین کر دی جائے تو افریقیہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چین ہو جائے۔ چنانچہ
 اس نے فوج ساتھ لی جبل پر حملہ آور ہوا۔ دامیہ مقابلہ کے لئے نکلی، زبردست
 حرم ہوا اور مسلمانوں نے نقصان کے ساتھ شکست کھائی۔ اس سے کئی اسلامی
 قبوضات اٹھ سے نکل گئے اور حسان بے قدر چلے آئے۔ ادھر عبدالملک خوارج
 سے نبرد آزما تھا اس لئے فوری طور پر کمک نہ بھیج سکا۔ بلکہ دامیہ پانچ سال تک
 حکمران رہی اور اس کے ظلم و ستم سے لوگ تنگ آ گئے تھے۔ شامہ میں حسب
 عبدالملک نے خارجیوں کا شانہ کر دیا تو افریقیہ کی طرف بھی توجہ کی اور حسان
 کو ایک بھاری فوج کی کمک بھیجی۔ بلکہ دامیہ کو حسان کے حملے کا پہلے سے پتہ
 چل گیا تو اس نے اس خیال سے کہ مسلمان مال و دولت کے بھوکے ہیں اپنے
 سب قلعے منہدم کر وادینے اور ہرے بھرے کھیت اور وادیوں کو برباد کر دیا تاکہ
 ویران علاقے کا مسلمان رنج نہ کریں۔ جبل کے لوگ بھی تباہ حال ہو گئے اس لئے
 ادھر ادھر اچھے علاقوں کی طرف نکل گئے۔ بلکہ دامیہ نے پھیلی جنگ میں گرفتار
 مسلمانوں میں سے صرف ایک خالد بن زید قبسی کو روک رکھا تھا اور اپنا بیٹا بنا
 لیا تھا حالانکہ اس کے دو بیٹے پہلے تھے۔ حسان کو تحفیہ طور پر خالد بن زید نے
 اطلاع کر دی تھی کہ حالات سازگار ہیں اس لئے حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حسان فوج
 لے کر حملہ آور ہوئے۔ بلکہ نے اپنے بیٹوں کو پہلے ہی حسان کے پاس بھیج دیا کہ اپنی جان
 بخشی کروالو اور خود مقابلہ کے لئے نکلی۔ بڑا سخت مقابلہ ہوا لیکن بلکہ کو شکست
 ہوئی اور وہیں ماری گئی۔ اس شکست کے بعد بہت سے یربروں نے اسلام قبول
 کر لیا۔ حسان نے بلکہ دامیہ کے بیٹوں کو ان نو مسلم یربروں پر افسر مقرر کر دیا اور
 اس طرح افریقیہ کو بنوائوں سے پاک کر کے خود قیروان واپس پہنچ گیا۔

ابن رومارین طیندیوں سے جنگیں | جس زمانہ میں عبد الملک

لئے عراق جا رہا تھا رومیوں نے بجا یک شام کے ساحلی علاقوں پر حملہ کر دیا
عبد الملک سمجھا کہ خلیفہ تھا مصلحت وقت کے پیش نظر رومیوں سے صلح کر
اور ایک ہزار دینار فی ہفتہ دینے پر رضامند ہو گیا۔ لیکن جوں ہی اسے اندرونی
سے نجات ملی اس نے رومیوں سے بدلہ لینے کی تیاری کرنی۔ قیصریہ کے قریب
پہلے رومیوں سے زبردست جنگ ہوئی اور مسلمان فتح مند ہوئے۔ پھر
عبید اللہ بن عبد اللہ نے قلیا کا علاقہ فتح کر لیا اور رومی بھاگ گئے۔
پھر عبید اللہ نے مصیصہ پر حملہ کیا اور رومیوں کو مار بھگا یا۔ مصیصہ کی فتح
بعد وہاں پہلی مرتبہ مسلمان آباد ہوئے۔ ایک قلعہ تعمیر کروایا گیا جس میں
سوسپاہی رکھے گئے۔

عبد الملک کی اصلاحات
عبد الملک کی اصلاحات

اسلامی سیکہ : عبد الملک کی اصلاحات میں اسلامی سیکہ کا اجراء
سے ممتاز کارنامہ تھا۔ اس سے پہلے مسلمان رومی، ایرانی اور قبطی سکوں
استعمال میں لاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں (۶۳۸ء) ایرانی درہم
کے نمونے پر عربی درہم ڈھلوائے جن پر اللہ اللہ اور محمد رسول
کا نقش ہوتا تھا۔ اس کے بعد حضرت عثمان، امیر معاویہ اور عبد اللہ بن زبیر
نے بھی اپنے عہدوں میں یہ درہم ڈھلوائے۔ قصہ یہ تھا کہ عبد الملک
طرف سے قیصر روم کے نام جو خطوط جاتے تھے ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر ہوتا تھا۔ فیصلہ روہم نے عبد الملک کو لکھا کہ یہ ایک نیا طریقہ ہے جسے میں بالکل پسند نہیں کرتا اور اگر اسے پتہ نہ کیا گیا تو میں اپنے رومی دیناروں پر تمہارے نبی کی شان کے خلاف الفاظ کندہ کرواؤں گا۔ عبد الملک نے اس دھمکی کا جواب یوں دیا کہ اسلامی ممالک میں رومی سکہ کا داخلہ بند کر دیا اور نئے اسلامی سکہ دینار ڈھلاوائے۔ حجاج بن یوسف کی نگرانی میں عراق میں اسلامی ٹکسال قائم ہوئی۔ سپہر نامی ایک یہودی نے جعلی سکہ ڈھالا حجاج نے اسے قتل کروا دیا۔ اسلامی دار الحکومت دمشق میں عبد الملک نے جو ٹکسال قائم کی اس پر ایک طرف قل ۵۰ واللہ احد اور دوسری طرف لا اِلهَ اِلاَّ اللہ تفسیر ہوتا تھا اس کے علاوہ حاشیہ پر ایک طرف تاریخ اور مقام اور دوسری طرف محمد رسول اللہ ارسال بالوہی و دین الحق لیظہرہ عنی الدین کلہ لکھا ہوا تھا۔

عربی زبان کی ترقی : عبد الملک کی دوسری شان دار اصلاح یہ تھی کہ اُس نے عربی زبان کو دفتری زبان قرار دیا۔ اس سے پہلے دفتروں میں فارسی اور رومی زبانیں رائج تھیں۔ عراق میں دفتری زبان فارسی تھی اور شام میں یونانی۔ عبد الملک نے حکم دیا کہ اب سے سرکاری اور دفتری زبان ہر جگہ عربی ہوگی اس طرح غیر عرب اسلامی ممالک میں بھی عربی زبان رائج ہوگئی اور عربی تہا سبب و ادب بھی دوسرے ممالک میں عام ہونے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ غیر عرب ممالک میں بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر اہل عرب فائز ہونے لگے جو عربی زبان پر قدرت رکھتے تھے۔ نیز اس وقت عربی زبان میں ایک نقص یہ تھا کہ حروف پر زیر و غیرہ حرکات نہ ہوتی تھیں چنانچہ اسی زمانہ میں مشابہ الفاظ مثلاً ب ت ث اور ج ح خ د ذ وغیرہ پر مناسب حرکات لگادی گئیں جن سے پڑھنے پڑھانے میں سہولت آگئی خصوصاً

غیر عرب لوگوں کو۔ رسم الخط کی اصلاح ہوتے ہی قرآن مجید کو بھی غیر عرب آسانی سے پڑھنے لگے۔

حکومت ڈاک میں وسعت : امیر معاویہ نے اپنے عہد میں بربد کے نام سے حکمت ڈاک کا انتظام اٹک کر دیا تھا۔ عبد الملک نے اپنے عہد میں اس حکمت کو مزید وسعت دی۔ اسی انتظام کو دیا کہ ہر علاقہ سے ڈاک اور اطلاعات برابر دارالخلافہ دمشق میں پہنچتی رہیں۔ اس طرح ایک تو لوگوں کو آپس میں حالات کی اطلاعات دینے کی سہولت بڑھ گئی اور دوسری طرف ہر کار سے جہاں جہاں سے گذرتے سیاسی حالات کی خبر لے کر خلیفہ کو پہنچاتے۔

خانہ کعبہ کی مرمت : حضرت عبداللہ بن زبیر نے خانہ کعبہ کو جو جنگوں میں پتھر پھینکنے کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا اسے ٹھیک کرنے کے لئے گرا کر عمارت پھر سے تعمیر کروائی۔ یہ تعمیر بالکل اُس نقشہ کے مطابق تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں قریش نے کعبہ کی بوسیدہ حالت کو دیکھ کر از سر نو تعمیر کر دیا تھا لیکن انہوں نے سرمایہ کی کمی کی وجہ سے تھوڑا سا حصہ چھوڑ دیا تھا جو اسی طرح چلا آ رہا تھا۔ ابن زبیر نے یہ مکمل کر دیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر اور دل چسپی سے خالی نہ ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے تھوڑا پہلے جب حبشہ کے عیسائی بادشاہ امہمہ اشترم نے مکہ کی مرکزیت کو ختم کرنے اور عیسائیت کو عام کرنے کی غرض سے چڑھائی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، ادھر حبشہ میں امہمہ نے ایک بہت بڑا کنیسا رگڑ جا (بنوایا اور لوگوں کو مجبور کر لیا کہ اسے سب سے بڑا عبادت خانہ تسلیم کریں۔ عبداللہ بن زبیر نے اسی امہمہ کے کنیسا کو گرا کر اس کے قیمتی پتھر اور عمارتی سامان کو نیکہ لاکر خانہ کعبہ میں لگوا یا۔ خلیفہ عبدالملک نے اپنے عہد میں عجاج کو حکم دیا اور اُس سے کعبہ کی

تعمیر چھر سے پڑانے نقشہ کے مطابق کروائی۔ نیز ہر سال دمشق سے کتبہ کے لئے رشتہی علاقہ بھیجتا۔

نئی تعمیرات : خلیفہ عبد الملک کے عہد میں کئی نئے شہر بسائے، کوفہ اور بصرہ کے درمیان واسط شہر تعمیر کروایا اور یہاں فرجی چھاؤنی قائم کی گئی بہت سے پڑانے شہروں کی مرمت کروائی۔ بہت سی نئی مسجدیں بنوائیں اور پڑانی مسجدوں کی مرمت اور توسیع کی گئی۔ ۶۹۵ء میں جامع دمشق تعمیر آئی۔ جامع مدرسہ کو بھی نئے سرے سے تعمیر کروایا۔ ۷۰۰ء میں مکہ میں بہت بڑا مسجد بسایا گیا تھا جس سے مکہ کی کل آبادی کو نقصان پہنچا۔ عبد الملک کے حکم سے سیلاب کے رخ کی طرف تمام مکانات معینہ طے کروا دیئے گئے اور بڑے بڑے بند بنوائے تاکہ سیلاب کا خطرہ نہ رہے۔ ولید کی عدلی عہد کی

ولید کی عدلی عہد کی

عبد الملک چاہتے تھے کہ سجائی عبد العزیز کی جگہ اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنایا جائے۔ عبد الملک نے اپنے سیکرٹری قیس بن زریب سے مشورہ لیا، اس نے کہا یہ برگز درست نہیں لوگ بدول ہو جائیں گے۔ اتفاق سے چند دنوں بعد عبد العزیز کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ولید نے خود اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد مقرر کر دیا اور سب لوگوں سے بیعت لے لی۔ مگر ولید کے بزرگ تابعی حضرت شاہد بن سائب نے انکار کر دیا کہ میں ایک خلیفہ کی زندگی میں دوسرے کی بیعت نہیں کر سکتا۔ اس پر حاکم ولید ہشام بن ابی اس نے ابن سائب کو کوڑے مارے اور قید کر دیا۔ خلیفہ کو معلوم ہوا تو اس نے ہشام کو ڈانٹا اور کہا کہ میں سے کوئی خطرہ نہ تھا تم نے یہ مکر کیا کیوں کہ میں

ان کے ساتھ نسکی اور محبت سے پیش آؤ۔

۱۵ سوال ۸۶ ۱۰۰ میں دشمن میں عبد الملک

وفاتِ عبد الملک

نے وفات پائی۔ عمر ۶۰ سال تھی اور مدت

خلافت ۲۱ سال سے کچھ زیادہ۔ اُس نے بیٹوں کو جو وصیت لکھوائی

اُس کا خلاصہ یہ ہے:

لا ین تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا

ہوں کیونکہ بہترین زیور اور سب سے محفوظ جائے

پناہ ہے، چھوٹے بڑوں کا حق پہچانو۔ مسلمانوں کا

خیال رکھنا اور ان کی رائے پر کام کرنا۔ حجاج کا احترام

کرنا اُس نے تمہارے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ خطا کار

معافی چاہے تو معاف کر دینا، خطا پر اصرار کر کے

تو بدلہ دینا لگا

سوالات

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی سیرت پر ایک ایسا مضمون لکھو جس سے ان کی سیاسی زندگی بھی واضح ہو جائے۔
- ۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ان سیاسی غلطیوں پر بحث کرو۔ جن کی وجہ سے وہ ایک اسلامی جمہوری حکومت قائم کرنے میں ناکام رہے۔
- ۳۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھو :
 (۱) حکم مروان بن حکم
 (۲) مصعب بن زبیرؓ
 (۳) مصعب بن ابی صخرہ
 (۴) جم (۵) مصعب بن ابی صخرہ
- ۴۔ خلیفہ عبدالملک حکومت نبی اسیہ کا اصل بانی سمجھا جاتا ہے یہ کہاں تک ٹھیک ہے ؟
- ۵۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں مختار ثقفی نے کیا کیا جوہر دکھائے اور آخر اسی کا خاتمہ کیسے ہوا ؟
- ۶۔ خلیفہ عبدالملک کی فتوحات بیان کرو۔
- ۷۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں کیا کیا اصلاحات ہوئیں ؟

ولید بن عبد الملک

۸۶ھ تا ۹۶ھ

ولید بن عبد الملک بن مروان کا بڑا لڑکا تھا۔ ۸۵ھ میں ولادہ ہوا۔
عباس کے بطن سے پیدا ہوا جو قبیلہ عیس سے تھی۔ بچپن سے ہی تعلیم کی طرف
رعیت نہ تھی چنانچہ علم و فن سے بے بہرہ رہا۔ مگر قدرتی طور پر ذہین اور اصول
حکمرانی سے خوب واقف تھا۔ طبیعت ذرا سخت تھی۔ چونکہ باپ نے اپنی
زندگی میں ہی ولید کی بیعت رعایا سے لے لی تھی اس لئے باپ کی وفات کے
فوراً بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔

اس کے باپ عبد الملک نے اپنے عہد میں سلطنت کی اندرونی شوکت
کو بالکل ختم کر دیا تھا اس لئے ولید کو تخت نشینی کے وقت سے ہی ٹھاہر
اطمینان و سکون کے ساتھ بیرونی فتوحات اور اشاعت اسلام کا موقع ملا۔
یہ فتوحات اور اشاعت اسلام دونوں اعتبار سے ولید کا عہد ہی اسی
دور کا سنہری زمانہ سمجھا جاتا ہے۔

فتوحات

توسعات

خوش قسمتی سے ولید کو چار نامور سپہ سالار اور فاتح ملی گئے تھے جنہوں
نے چین، ترکستان، سندھ اور سپین وغیرہ فتح کر کے اسلامی سلطنت کو بہت

و سعادت دی۔ یہ کارائے نمایاں قتیبہ بن مسلم، انوسوی بن نصیر، محمد بن قاسم اور مسلمہ بن عبد الملک نے سرانجام دیئے۔ اب ہم ان چاروں سپہ سالاروں کی فتوحات آگے آگے بیان کرتے ہیں۔

قتیبہ بن مسلم کی فتوحات چین و ترکستان

عبد الملک کے عہد میں مہلب اور اس کے ساتوں بیٹوں کے جنگی کارناموں نے خلیفہ کی حکومت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ مہلب کے بعد اس کے بیٹوں نے اسلامی حکومت کے دشمنوں کے وراثت کھٹے کر دیئے جس سے اُن کا اقتدار و اثر روز بروز بڑھنے لگا۔ حجاج حاکم عراق نے ان کے اقتدار کو خطرے کی نگاہ سے دیکھا اور خلیفہ سے کہہ کہ یہ مہلب کا خاندان عبد اللہ بن زبیر کے خاندان میں سے ہے اس لئے مہلب کے بیٹے زید کو خراسان کے ملک میں رکھنا مناسب نہیں۔ عبد الملک نے اس رائے سے اتفاق کر لیا اور ۸۵ھ میں زید بن مہلب کو مہرول کر کے اس کے بھائی مفضل بن مہلب کو خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ مفضل نے بھی اپنے بھائی زید کی طرح اس پاس فتوحات کیں اور کافی مالِ غنیمت لایا لیکن مفضل مالِ غنیمت سارے کا سارا لوگوں میں تقسیم کر دیا اور حکومت کے بیت المال میں کچھ جمع نہ کر دیا۔ ۸۶ھ میں حجاج نے مفضل کو بھی مہرول کر دیا اور اس کی جگہ قتیبہ بن مسلم ایک مشہور فاتح کو مقرر کر دیا۔ قتیبہ بن مسلم نے خراسان پہنچتے ہی جہاد کی اہمیت پر ایک شاندار تقریر کی جس سے لوگ جہاد میں شام کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قتیبہ نے تہذیب و تمدن کو بچھڑھائی کر دی۔ وہاں کئی شہران بچھڑھائے اور علاقوں میں منقسم تھے اور ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ قتیبہ کو ان کی باہم دشمنی بھری فائدہ دے گئی۔

قتیبہ نے دریائے جیحون کو پار کیا تو صفانیان ریاجنانیان یا صفانیان کے حکمران نے اطاعت قبول کر لی اور مخالفت و غیردہشت کئے۔ پھر آگے بڑھا تو شومان اور کفیان کے حکمرانوں نے بھی صلح کر لی۔ قتیبہ نے اپنے بھائی صالح کو نگرانی کے لئے ان علاقوں میں چھوڑ دیا اور خود واپس مرو آ گیا۔ حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے قتیبہ کو لکھا کہ "شکر چھوڑ کر واپس آ جانا اصول سپہ سالاری کے خلاف ہے۔ سپہ سالار کا کام یہ ہے کہ شکر لٹنی کے وقت آگے رہے اور واپسی پر سب سے پیچھے"۔ اس پر قتیبہ پھر اپنے لشکر میں جا ملا۔ صالح نے قتیبہ کی غیر حاضری میں کاشان، نرمانہ اور خشک وغیرہ علاقے فتح کر لئے تھے۔ ۸۶ھ میں قتیبہ نے بادغیس کے حکمران نیزک کو لکھا کہ جو مسلمان تونے قیدی بنا رکھے ہیں ان کو چھوڑ دو اور اطاعت قبول کر کے فوراً ہمارے پاس پہنچ جاؤ ورنہ انجام پورا ہوگا۔ نیزک ڈر گیا اور مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے خود قتیبہ کے پاس پہنچ گیا۔ قتیبہ نے صلح کر لی اور اسے واپس بھیج دیا کہ اب ہم تیرے علاقہ پر حملہ نہیں کریں گے۔

اسی سال قتیبہ دریائے جیحون کو عبور کر کے بخارا کے علاقے میں داخل ہوا اور شہر بکینہ پر حملہ آور ہوا۔ بکینہ کے رئیس نے سزا اور قرب و حوار سے روکے کر قتیبہ کی فوج کے چاروں طرف سے راستے روک دیئے۔ دو ماہ تک لڑائی رہی۔ حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے قتیبہ کی کامیابی کے لئے دعائیں کرائیں۔ آخر مسلمانوں نے ایک دن زبردست حملہ کیا اور دشمن بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ توڑنا شروع کیا تو انہوں نے صلح کی درخواست دے دی۔ قتیبہ نے صلح منظور کر لی اور ایک حاکم مقرر کر کے واپس لوٹا۔ اسی راستہ میں تھے کہ اطلاع ملی کہ دشمن نے پھر بغاوت کر دی

ہے قتیبہ واپس کوٹا بندور شمشیر فتح کر کے بہت سال و دولت لے کر سب باغیوں کو قتل کر وادیا۔

۸۸ھ میں قتیبہ نے نوشکث اور امثنہ کو فتح کیا لیکن واپسی میں راستے پر شاہ چین کا بھتیجا دو لاکھ فوج لئے کھڑا تھا۔ قتیبہ کے پاس فوج تھوڑی تھی مگر اس شجاعت سے حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھرنے لگے۔ ادھر بار غیس بھی فوج لے کر قتیبہ کی مدد کے لئے آگیا۔ آخر دشمن بھاگ نکلا اور مسلمان فتح و نصرت سے واپس آئے۔

بخارا پر قبضہ۔ اسی سال قتیبہ نے بخارا پر دو بارہ حملہ دہانی کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ حجاج کو علم ہوا تو اس نے نقشہ دیکھ کر ہدایات بھیجیں جن کے مطابق قتیبہ نے پھر حملہ کیا۔ ترک بڑی بہادری سے مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے اور اسلامی فوج کا ایک بڑا حصہ بھاگنے لگا لیکن مسلمان عورتیں جو شہر کی جنگ تھیں انھوں نے مسلمانوں کو غیرت دلائی اور مار مار کر ان کے گھوڑوں کو واپس جنگ کی طرف پھیر دیا۔ مسلمان پھر بھلے اور اس زور کا حملہ کیا کہ ترک بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے بخارا کو فتح کر لیا۔ یہ فتح دیکھ کر قرب و ہوار کے علاقے بھی آپ سے آپ مطیع ہو گئے۔

بار غیس کا حکمران اب تک مسلمانوں سے ساتھ ہدنگا۔ مگر مسلمانوں کی رد و انزوں ترقی دیکھ کر ڈرا اور قتیبہ سے اجازت لے کر واپس لوٹا۔ پھر اپنے اس پاس کے علاقوں کے رئیسوں کو ساتھ لاکر علم بخاوت بنا کر قتیبہ نے اپنے اپنے بھائی عبدالرحمن بن مسلم کو بارہ ہزار کی فوج دے کر عظیمارستان بھیجا اور خود باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ بڑی مشکل اور دشواری سے بیزک بچا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ باقی باغیوں کو بھی ایک ایک کر کے ختم کیا۔

سمرقند کی فتح : اہل سمرقند سندی کہلاتے تھے۔ ان کے ساتھ مسلمانوں
 کے قدیم تعلقات و روابط تھے لیکن ترکستان کی جنگوں میں سغدیوں نے مسلمانوں سے
 بد عہد کر کے ترکستان کے حکمرانوں کا ساتھ دیا۔ اسی لئے قتیبہ نے دوسری مہموں
 سے فارغ ہو کر سمرقند پر حملہ کر دیا۔ اس مہم میں مسلمانوں کے ساتھ ترکستان کے
 مقبوضہ علاقوں کے لوگ بھی امداد کے لئے شامل تھے۔ اسلامی حملے کی تاب نہ
 لاکر سمرقندی قلعہ بند ہو گئے اور ایک دہینہ تک مدافعت کرتے رہے جب
 محاصرہ کی مدت طویل ہو گئی تو سغدیوں نے اس پاس کے حکمرانوں کو لکھا کہ اگر
 آج اہل عرب یا ہم پر قابض ہو گئے تو کل تم پر بھی مسلط ہو جائیں گے اس لئے
 ہماری مدد کرو۔ چنانچہ تمام نے مل کر ایک بھاری فوج سمرقند یوں کی مدد کے
 لئے روانہ کی۔ قتیبہ کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے بھائی صالح کو کچھ فوج دے کر
 روکنے کے لئے بھیجا۔ صالح نے اچانک ان پر حملہ کر دیا جس سے وہ لوگ
 سخت نقصان کے ساتھ شکست کھا گئے۔ صالح مال غنیمت کے ساتھ واپس
 قتیبہ کے پاس آیا۔ اس شکست کے بعد سغدیوں کے حوصلے پست ہو
 گئے اور مسلمانوں سے صلح کر لی۔ مسلمان سمرقند شہر میں داخل ہوئے۔ شہر
 میں ایک مسجد تعمیر کر دالی گئی اور اس میں نماز پڑھی اور خطبہ دیا۔ اہل سمرقند
 ہمیشہ بہ نسبت تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ جو کوئی ان بیٹوں کو ضرر پہنچائے گا
 خود تباہ و برباد ہو جائے گا۔ قتیبہ نے سارے بیٹوں کو ٹوڑ دیا۔ پھر جب سغدیوں
 نے دیکھ لیا کہ بیٹے ٹوٹنے سے بھی مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تو بہت
 سے لوگ آ کر مسلمان ہو گئے۔

شاہ چین کی اطاعت : چین کے بادشاہوں کا لقب خاقان
 تھا۔ مسلمانوں کے خلاف خاقان نے بھی سمرقند یوں کی مدد کے لئے ایک

بھاری فوج اپنے بیٹے کی سرکردگی میں بھیجی تھی۔ اس لئے قتیبہ نے چین پر
 بھی حملہ کرنے کی غرض سے نیبارمی کی۔ مجاہدین کے اہل و عیال کو حفاظت
 کے لئے سمرقند بھیج دیا۔ فرغانہ سے کاشغر تک پہاڑی رستہ صاف و درست
 کروا کر ایک تجربہ کار سردار کے تحت اسلامی لشکر آگے روانہ کیا۔ اسلامی
 فوج کاشغر فتح کر کے چین میں گھس گئی۔ خاقان اس جرات سے گھبرا گیا۔
 قتیبہ کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ اپنا ایک وفد بھیجو جس کے ساتھ گفتگو کر کے
 میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔ چنانچہ قتیبہ نے ہبیرہ بن مشرغ کلابی کو چند اور
 آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ آخر خاقان نے وفد سے کہا کہ بہتر
 ہے تم واپس چلے جاؤ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری فوج ہلکی ہے اور میری فوج
 اس کو کچل کر رکھ دے گی۔ ہبیرہ نے جواب دیا "اے خاقان! ہماری فوج کیسے
 کم ہو سکتی ہے جس کا ایک سراپین ہیں۔ ہے اور دوسرا سراپین کے ساتھ ملا
 ہوا ہے۔ باقی رات موت کا مسئلہ اتنا اُس کا وقت معین ہے اگر میدانِ جناب
 میں آجائے تو سب سے بہتر ہے" خاقان اس جواب سے گھبرا اٹھا اور
 کہا کہ آخر صلح کی کیا شرائط ہیں؟ ہبیرہ نے کہا "ہمارا سپہ سالار قسم کھا چکا
 ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو روند نہ ڈالے گا اور جزیہ وصول نہ کرے گا
 اس وقت تک واپس نہ جائے گا" خاقان مسلمانوں کی فتوحات کی شہرت
 سن چکا تھا بہت سے تیمانٹوں اور مال قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔ جزیہ بھی دیا اور
 اطاعت قبول کر لی۔ چنانچہ قتیبہ واپس لوٹ آیا۔

ہبیرہ بن نصیر کی فتوحات اُردس | ولید نے اپنے سرداروں اور
 دالی حنا بن اوس کو معزول

اسے اہل ان موسیٰ بن نصیر کو دالی مقرر کر دیا۔ ولید کے باپ عبد الملک بن

Spain → Madrid

۲۲۶

بن مروان کے زمانے میں تمام براعظم افریقہ فتح ہو چکا تھا اور قیروان اس کا صدر مقام تھا۔

افریقہ کے سامنے یورپ کے جنوب مغربی حصہ میں ایک جزیرہ نما سے جو اس زمانہ میں اندلس (اسپین) کہلاتا تھا۔ اندلس اور افریقہ کے درمیان دس میل جوڑا سمندر حائل ہے۔ اندلس کا ملک نہایت سرسبز و شاداب، زرخیز اور آب و ہوا کے اعتبار سے اعلیٰ ترین علاقہ ہے اور فہنی دھاتوں کی کانیں بھی بہت پائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس ملک پر اکثر حملے ہوتے رہے اور فوج لوٹ کھسوٹ کر کے واپس چلے جاتے اور وہاں قبضہ کیا جاتے تھے۔ ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں وہاں گناخہ قوم حکمران تھی۔ ملک کی حالت نہایت اہتر تھی۔ غلامی عام تھی اور غلام جانوروں سے بھی بدتر تھے جو بغیر آقاؤں کی مرضی کے شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ غلام دن رات خون پسینہ ایک کر کے دولت کھاتے اور وہ دولت آقاؤں کی عین پرستی میں صرف ہوتی تھی۔ عوام پر بھاری ٹیکس لگے ہوئے تھے۔ امراء کے محل اور پاور ہول کی خانقاہیں حسین ترین عورتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ پادریوں کا بڑا اثر و رسوخ تھا وہ چاہتے تو بادشاہ کو بھی تخت سے اتار سکتے تھے۔ یہودیوں کی حالت بہت ہی قابلِ رحم تھی۔ ان کی تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئیں اور انہیں مشقت غلامی کی مراد ہی گئی تھی۔ عوام سخت تنگ آ کر کبھی کبھی بغاوت بھی کرتے لیکن بادشاہ طاقت سے انہیں دبا دیتا۔ اس زمانے میں اندلس کا بادشاہ کا نام **وٹیزا** تھا۔ وٹیزا نے کچھ اصلاحات نافذ کرنی چاہیں لیکن پادریوں نے یہی نوازی کے جسم میں بادشاہ کو تخت سے اتار دیا اور اس کی جگہ **ریزق** کو بادشاہ بنا دیا۔ اندلس کے قریب ترین افریقہ کا علاقہ مراکش ہے۔ مراکش کے شمالی سرحد

پر ایک قلعہ سبقت پر ایک یونانی سردار بولیان کا قبضہ تھا۔ یہ سبقت کا قلعہ دراصل
روم کے تخت کا تھا۔ یونان میں جب رومی حکومت کا افریقہ سے خاتمہ ہو گیا تو اس
کا تعاقب اندلس کی عیسائی حکومت سے ہو گیا تھا چنانچہ بولیان اندلس کے رئیس
میں شمار ہوتا تھا اور بادشاہ وٹیز نے اپنی بیٹی کی شادی بولیان سے کر دی

تھی۔ دستور کے مطابق رؤساء کی اولاد اندلس کے بادشاہ کے محلات میں
پرورش پاتی تھی تاکہ ان کو شاہی تربیت ملے مگر اصل میں معاملہ یہ تھا کہ بادشاہ
جس خوبصورت لڑکی کو چاہے اپنی بیوی یا داشتہ بنا لے۔ چنانچہ بولیان کی
نہایت حسین بیٹی فلورنڈا بھی رذین کے محل میں جوان ہوئی اور ایک دن رذین
نے اس کے دامن عصمت کو بھی داغدار کر دیا۔ فلورنڈا نے اپنے باپ کو اطلاع
دی کہ جس طرح ممکن ہو مجھے اس ظالم کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ باپ غصہ سے
بے تاب ہو گیا اور رذین کے دربار میں پہنچ کر غصہ کو دلکش مندی سے چھپا
لیا اور کہا کہ فلورنڈا کی ماں سخت بیمار ہے اس لئے اسے کچھ دیر کے لئے
اس کے پاس جانا چاہئے۔ رذین معاملہ کی یہ کونہ پہنچ سکا اس لئے اجازت دے
دی اور رخصتی کے وقت باپ بیٹی کو مال و دولت بھی دیا۔ اندلس سے باپ
بیٹی سبقت پہنچے پھر بولیان افریقہ کے اسلامی دارالحکومت تیردان میں آیا اور
موسیٰ بن نصیر کو سارا قصہ کہ سنا یا اور درخواست کی کہ وہ اندلس پر حملہ کر کے
اُسے تہ و بالا کر دے۔ بولیان نے کہا اندلس وہ مقام ہے جہاں دودھ اور
شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ بہنالی اور جہازوں کی ذرا بھی کمی ذمہ داری بھی بولیان
نے اپنے سر کے لی۔

موسیٰ بن نصیر پہنچنے سے پہلے ہی اور خلیفہ ولید کو لگا کہ
اُسے اندلس پر حملہ کی اجازت دی جائے۔ ولید نے کہا کہ پہلے ایک

توحی دستہ بھیج کر حالات کا جائزہ لے چکر آئے۔ چنانچہ موسیٰ نے ایک توحی دستہ چار سو سپاہیوں کا بولیاں کے ساتھ اندلس روانہ کر دیا۔ اس دستے کا سردار ظریف نامی ایک شخص تھا۔ یہ توحی دستہ جلد واپس آ گیا اور اپنے ساتھ بہت سا مال و قیمت بھی لایا۔ ظریف نے موسیٰ بن نصیر کو اطلاع دی کہ اندلس پر قبضہ نہایت آسان ہے جلدی کیجئے۔

طارق بن زیاد اندلس گیا، موسیٰ بن نصیر نے اپنے نامور سپہ سالار طارق بن زیاد کو ساتھ ہزار کاشکروں کے ساتھ اندلس روانہ کیا۔ طارق سمندر پار کے اندلس کی اس ساحلی چٹان پر اترتا جسے بعد میں "جبل طارق" کہنے لگے اور کچھ دیر بعد "جبرالٹر" کے نام سے موسوم ہوئی۔ طارق نے ساحل پر اترنے ہی سے پہلے اپنی ان کشتیوں کو جلا ڈالا جن پر اسلامی فوج چڑھ کر اندلس آئی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کے سامنے فتح یا شہادت کے سوا کوئی اور راستہ باقی نہ رہا۔ اتفاق سے رذیق کا ایک سپہ سالار ندیم بن زبیر (تھوڑے دنوں پہلے بھاری فوج کے ساتھ قریب ہی اترتا ہوا تھا) اس نے اطلاع پا کر اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا لیکن مسلمانوں نے اس کی وہ درگت بنائی کہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ نکلا اور جا کر رذیق کو ان الفاظ میں اطلاع دی

”اے بادشاہ! ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے

حملہ کیا ہے کہ نہ میں ان کا نام جانتا ہوں اور نہ وطن

نہ اصل و نسل۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں

سے آئے ہیں، آسمان سے گئے ہیں یا زمین سے

نکل آئے ہیں“

شاہ رذیق نے فوراً فوجوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ اور صرف دو دن

میں طارق بن زیاد پیش قدمی کر کے برابر بٹھنارہ اور اہل بکر اور غیر فتح کر کے
 وادی لکت میں پہنچ گیا۔ رذیق بھی بھاری فوج لے کر مقابلہ میں اکھٹرا ہوا۔
 طارق نے موسیٰ بن نصیر سے فوجی کمک مانگی ہوئی تھی، پانچ ہزار کی فوج
 اور آگئی اور کل بارہ ہزار ہو گئی۔ اسلامی فوجوں کے سامنے طارق بن زیاد
 نے ایک شان دار تقریب کی جس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ ادھر اندھی
 فوج میں حرکت ہوئی۔ آخر دریائے گوڈالٹ کے کنارے پر دونوں فوجیں ٹکرائی
 گئیں۔ اسلامی فوج نے اس شدت سے حملہ کیا کہ عیسائی بھاگنے لگے اور
 اس قدر گھبرائے کہ بہت سے قتل ہوئے اور باقی بیشتر دریائے گمر کر بلاک ہو
 گئے شاہ رذیق بھی بھاگتا ہوا دریا میں گرنا اور ڈوب کر مر گیا۔ اس قدر مال
 غنیمت ہوا کہ آیا کہ اندازہ نہ ہوتا تھا، ٹھوڑے ہی اتنے ٹھہرے کہ ساری اسلامی
 فوج کے لئے کافی ہو گئے۔ طارق نے موسیٰ بن نصیر کو فتح کی خوشخبری بھیجی
 موسیٰ نے لکھا کہ ابھی پیش قدمی نہ کرنا میں خود آ رہا ہوں۔

طارق نے سرداران فوج سے کہا کہ موسیٰ بن نصیر کا یہ حکم بلا ہے کہ
 میرے آنے سے پہلے پیش قدمی نہ کی جائے تمہارا کیا مشورہ ہے؟ سب نے
 کہا کہ عیسائی گھبرائے ہوئے ہیں اس لئے پیش قدمی نہ روکی جائے تو بہتر ہے
 چنانچہ طارق نے فوج کے مختلف حصے کر کے چاروں طرف پھیلا دیے
 اور خود بھی ایک دستے کے ساتھ اندلس کے دار الحکومت کی طرف
 بڑھا۔ سب دستوں کو فتح و نصرت حاصل ہو گئی اور قرطبہ، مالقہ اور
 کے علاقے فتح ہو گئے۔ اسی دوران میں ۹۲ موسیٰ بن نصیر بھی ایک
 بھاری فوج لے کر اندلس کے ساحل پر آ پہنچا۔ اس کے بعد موسیٰ اور طا
 نے مل کر اندلس کے باقی علاقے بھی فتح کر لئے۔ موسیٰ نے ارادہ کیا

وسط یورپ سے گزرتا ہوا قسطنطنیہ فتح کرے لیکن خلیفہ ولید نے راستہ کی دشواریوں کے پیش نظر اجازت نہ دی اس لئے موسیٰ واپس افریقہ آ گیا اور بہت سے مخالف اور مال کے گمراہوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔

محمد بن قاسم کی فتوحات سندھ

سندھ اور ایران ایک ساتھ ملے ہوئے کی وجہ سے ساسانیوں اور

سندھوں میں گمراہی مچ گئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایران کی مہمات میں سندھی فوجیں بھی ایرانیوں کا ساتھ دیتی تھیں۔ ایران فتح ہو گیا تو بہت سے ایرانی سردار سندھ میں جا بسے اور کچھ عرب سردار بھی باغی ہو کر سندھ میں چلے گئے تھے یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ یہ لوگ زیادہ تر کران اور کرمان میں آباد تھے جو سندھ میں واقع ہیں۔

ولید بن عبد الملک کے عہد میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ حمزید سراندیب (لنگا) میں کچھ مسلمان تاجر آباد تھے۔ ان میں سے ایک بااثر تاجر فوت ہو گیا۔ راجہ سراندیب نیک دل تھا اس نے مرحوم کی بیوی بچوں کو ایک جہاز میں بٹھا کر عرب روانہ کر دیا۔ اور قیمتی تحائف بھی ولید کو پیش کرنے کے لئے ساتھ رکے دیئے۔ راستہ میں وہیل کے مقام پر راجہ واہر کے سپاہیوں نے جہاز پر حملہ کر دیا اور مال و منافع لوٹ کر عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ اس مصیبت میں ایک مسلمان عورت کے منہ سے فریاد نکلی۔ اسے حجاج مدد کرو۔ حجاج کو اطلاع پہنچ گئی تو اس نے کہا "ٹھہرو! میں ابھی مدد کو آتا ہوں۔"

حجاج نے پہلے راجہ واہر کو لکھا کہ ہماری عورتوں اور بچوں کو واپس کر دو۔ واہر نے جواب دیا یہ کام بھری قزاقوں (لٹیروں) کا تھا اس لئے میں کچھ نہیں کر سکتا تم خود آ کر چھڑا لو۔ چنانچہ حجاج نے خلیفہ ولید سے منظوری لے کر عبداللہ

کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور عبداللہ سلمیٰ شہید ہو گئے۔ حجاج نے دوبارہ چھ ہزار فوج کے ساتھ بدیل بن طلقہ کو بھیجا۔ اس لشکر نے بھی شکست کھائی اور بدیل میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ حجاج نے تیسری بار اپنے دادا اور چچیرے بھائی محمد بن قاسم کو چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ بھیجا۔ محمد بن قاسم نوجوان تھا لیکن بڑا نڈر اور بلا کا سپہ سالار تھا۔ یہ لشکر سب سے پہلے کران پہنچا اور اس پاس کے چھوٹے شہر فتح نگر کے بندرگاہ دبیل پہنچ گیا۔ دبیل مضبوط قلعہ تھا جس میں مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ اسلامی لشکر کے پاس ایک وہ "عروس" نامی منجلیق بھی تھی جسے پانچ سو آدمی کھینچتے تھے۔ ایک عرصہ تک محاصرہ رہا لیکن کامیابی نظر نہ آئی۔ دبیل شہر کے وسط میں ایک بہت بڑا مندر تھا جس میں تہذیب کا بت رکھا ہوا تھا۔ مندر کا پُرج شہر سے اوپر نکلتا تھا اور اس کے اوپر سُرخ جھنڈا لہانا رہتا تھا۔ ایک دن مسلمانوں نے مندر کے بوند پر منجلیق سے نشانہ لگایا اور برج ٹوٹ گیا اور مقدس سُرخ جھنڈا زمین پر گر گیا۔ اہل دبیل نے جھنڈے کا بگڑنا بدشگون سمجھی اور سڑیں ہار دیں۔ مسلمانوں نے بڑے جوش سے حیدر آباد کنڈال کو قلعہ کی تفصیل پر چڑھ گئے اور بزور شمشیر شہر فتح کر لیا۔ محمد بن قاسم نے مسلمانوں کو داں آباد کیا اور ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔ یہ کفرستان ہند میں سب سے پہلی مسجد تھی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم بیرون (جسے آج کل حیدر آباد کہتے ہیں) آیا لیکن وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی۔ اس کے بعد بہت سے اور شہر فتح کیے۔ سرہا میں (سری ویدس) پہنچی جہاں صلح کیا لیکن وہاں کے راجہ نے صلح کر لی اور خراج ادا کیا۔ تھیر سہوان (سہوان) کو طاقہ کے بل بوتے پر فتح کر لیا۔

ادھر راجہ داہر چچاس ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے دریائے سندھ کے کنارے پہنچ گیا۔ محمد بن قاسم نے رات کے وقت کشتیوں کا پل بنایا اور سندھ کو پار کر کے صبح ہوتے ہی راجہ داہر پر حملہ کیا۔ شدید معرکہ ہوا دونوں فوجیں بڑی بہادری سے لڑیں لیکن فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی اور راجہ داہر قتل ہو گیا۔ داہر کے قتل کے بعد سندھ کے کئی اور شہر آسانی سے مطیع ہو گئے۔ پھر محمد بن قاسم شہر راور پینچا، یہاں راجہ داہر کی ایک بہادر رانی مسلمانوں سے بدلہ لینے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ مسلمانوں نے بڑھ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور شدید سنگ باری کی۔ رانی نے شکست کے آثار دیکھ کر قلعہ کا قہقہہ سا مان جلا دیا اور خود دوسری سہیلیوں سمیت سستی ہو (آگ میں زندہ جل) گئی۔ یہاں سے اسلامی فوج نے برہمن آباد کا رخ کیا جہاں داہر کا ایک بیٹا رانی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس شہر کو بھی بذور شمشیر فتح کر لیا گیا۔ داہر کا لڑکا بھاگ گیا لیکن داہر کی ایک رانی لاڈلی برہمن آباد میں ہی گرفتار ہوئی، محمد بن قاسم نے اسے عزت کے ساتھ پردے میں گھرا یا پھر حلاج کی اجازت سے مسلمان کر کے اپنے نکاح میں داخل کر لیا۔

برہمن آباد کے بعد اسلامی لشکر اردور کی طرف بڑھا۔ یہاں داہر کا ایک لڑکا گولی تھا جس نے یہ کہہ کر کہ داہر مرا نہیں اس پاس سے فوجی اہل طلب کی۔ محمد بن قاسم نے اپنی رانی لاڈلی کے ذریعہ اہل اردور کو کھلا دیا کہ داہر قتل ہو چکا ہے اس لئے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اہل اردور کو یقین آ گیا اور وہ گولی کا ساتھ چھوڑ گئے۔ گولی یہ حالت دیکھ کر کہیں بھاگ گیا اور شہریوں نے اطاعت قبول کر لی۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان کا رخ کیا۔ یہ جگہ بدھ مت والوں کا

بڑا مرکز تھا۔ یہاں کا راجہ گور سنگھ پیدے سے مقابلہ کے لئے تیار کھڑا تھا اس لئے پہنچتے ہی سخت مقابلہ ہوا۔ آخر راجہ پیچھے ہٹ کر قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ لمبا ہوتا گیا اور مسلمانوں کے پاس کھانے پینے کا سامان بھی ختم ہو گیا آخر جانور ذبح کر کے کھانے رہے لیکن محاصرہ نہ چھوڑا۔ اسی دوران میں ملتان کے ایک شہری نے قلعہ کا ایک کمزور حصہ بتا دیا۔ مسلمانوں نے اس حصہ پر شدید سنگ باری کر کے توڑ دیا۔ اہل شہر باہر نکلے لیکن ٹھہر نہ سکے اور شکست کھا گئے۔ شہر پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ بلاوزی ٹور کے بیان کے مطابق ملتان کے ایک مندر میں اٹھارہ گز لمبا اور دس گز چوڑا گروہ سونے سے بھرا پڑا تھا جو کئی سو من وزن میں تھا۔

محمد بن قاسم کی فتوحات نو جاری رہیں لیکن اس زمانے میں ولید بن عبدالملک فوت ہو گیا۔ اس لئے باقی فتوحات سلیمان کے عہد میں بیان ہوں گی۔

مسلمہ بن عبد الملک | قسطنطنیہ کی تکونستین رومی مسلمانوں کی سخت دشمن تھی۔ رومی مسلمانوں پر تلہ اور

ہونے کا موقع ڈھونڈتے رہتے تھے اور کئی بار اسلامی مقبوضات پر چڑھ گئے۔ چنانچہ ولید نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مستقل طور پر رومی شہر پر تعین کر دیا۔ مسلمہ اور ولید کا بیٹا عباس بن ولید دونوں دو بیوں سے لڑتے رہتے اور ان دونوں کے درمیان رومی خود زود رہتے اور تلہ کر کے سے باز رہتے تھے۔ سرحد کی مختلف جگہوں میں ہر سال کوئی نہ کوئی علاقہ فتح ہوتا۔

عقابت بن حجاج بن یوسف | ۹۶۰ء میں حجاج بن یوسف قسطنطنیہ کی سرحدوں کو واپس لے گیا۔ یہاں تک کہ

گئے۔ موسیٰ بن نصیر کے قائم کردہ تونس کے کارخانہ میں ایک سو جہاز تیار ہوئے۔
رقاہِ عامہ کے کام | اس سلسلے میں ولید کے عہد میں اس قدر کام ہوئے

کہ دورِ خلفائے راشدین سے جیسی بڑھ گئے۔ بنو امیہ اور بنو عباس اور ان پر پھیل کے نشانات نصب کرائے۔ راستوں پر کتبوں اور نہریں کھدوائیں، جا بجا مسافروں کی سہولت کے لئے مہمان خانے تعمیر کروائے۔ ولید نے پہلی بار دولتِ اسلامیہ میں شفاخانے قائم کروائے، معذروں اور اپاہجوں کے روٹینے مقرر کر دیئے تاکہ جھیک مانگتے نہ پھریں۔ تمبھوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے انتظامات کئے۔ بازاروں میں چیزوں پر ٹیکس لگوانا بلکہ خود ولید بازاروں میں جا جا کر قیمتیں پوچھتا اور کم کر دیتا تاکہ غریب خرید سکیں۔ ماہِ رمضان میں روزہ داروں کے لئے مسجدوں میں کھانے کا انتظام کیا جاتا۔ جو لوگ قرآن حفظ کرتے ان کو عطیے اور انعام و اکرام سے نوازتا تاکہ لوگوں میں مزید شوق پیدا ہو۔

فنِ تعمیر و تراش | نمازیں بنوانے کا ولید کو بڑا شوق تھا یہاں تک کہ

اپنی محفلوں میں ان خوبصورت عمارتوں کے تذکرے کرتے تھے۔ اُس نے نئے نئے ڈیزائن اور نقش و نگار کو ترویج دی۔ رورور کے ممالک سے کاری گر منگوائے جاتے اور عالی شان عمارتیں بنوا دی جاتیں۔ مسجد نبوی سے لے کر حاکم مصر سے بہت سا سونا، نقش و نگار کا سامان اور غیر ملکی اعلیٰ کاری گر منگوائے۔ دمشق کی جامع مسجد کے لئے بھی ولید نے دولتِ پانی کی طرح بہادی، بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس مسجد پر پندرہ لاکھ شامی کمانوں کا خرچ صرف ہو گیا تھا اور بہت و نشان، فارس اور روم و مغرب

سے کارنگیر منگوائے گئے۔ جزیرہ قبرص سے اٹھارہ جہازوں پر سامان اور سونا
پانڈی آئے، سنگ مرمر زنباک کے مشہور مقامات سے منگوا یا گیا۔ بارہ ہزار
مزدور کام کرتے تھے اور نو سال میں مسجد مکمل ہوئی۔ تمام مسجد سنگ مرمر کی
نقش و نگار پتھروں سے نقش و نگار کئے گئے تھے، یہ نقش و نگار
وقت کی اعلیٰ ترین یادگار تھے اور دور دور سے لوگ مسجد کو دیکھنے آتے
تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے عہد میں اس مسجد میں نہایت قیمتی
مونے چاندی کی چیزیں بے جا سمجھ کر نکلوا دینے کا ارادہ کیا کہ اتفاق سے روم
کے قاصد آئے اور انہوں نے یہ مسجد دیکھ کر کہا "ہمارا خیال تھا کہ مسلمانوں
کا عروج چند روزہ ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ مسلمان زندہ رہنے والی قوم ہے"
حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس کے بعد اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

۸۸ھ میں ولید نے عمر بن عبدالعزیزؓ
والے مدینہ کو لکھا کہ مسجد نبویؐ کی

مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع

انی عمارت گرا کر از سر نو شان دار تعمیر کی جائے اور اموات المؤمنین کے
بخیرتے اور دوسرے مکانات ساتھ ہیں وہ خرید کر مسجد کی عمارت کو
سیخ کر دیا جائے، جو لوگ مکانات دینے میں تامل کریں ان سے زبردستی
لے کر ان کو قیمت ادا کر دی جائے جو قیمت نہ لے اس کی قیمت خیرات
بردی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس حکم کی پوری تعمین کی۔

اور ولید نے قیصر روم کو لکھا کہ ہم اپنے نبیؐ کی مسجد کی تعمیر کرنا چاہتے
ہم سے جو سامان ہو سکے بھیج دو۔ چنانچہ ایک لاکھ مثقال سونا، چالیس گھنٹے
لی کاری کا سامان اور بہترین کاری گر بھیج گئے۔ مدائن سے بھی نقش و نگار کا
باقی سامان منگوا یا گیا۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ

سالم بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمن، عبید اللہ بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ اکابر مدینہ کی موجودگی میں مسجد نبویؐ کی مہربانی عمارت گرائی اور انہی کے ہاتھوں سے نئی عمارت کی بنیاد رکھوائی۔ صرف قبیلہ رُخ کی دیوار پر پٹیلو کام کا پینتالیس ہزار اثنرفی خرچ آیا تھا جس سے ساری عمارت کے اخراجات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ولید کا عہد زین | ولید اگرچہ علم و فضل سے بے بہرہ تھا مگر اگر نے ثابت کر دیا کہ وہ سلیقہ و حکمرانی سے پورے

طرح باخبر ہے۔ اس کے عہد میں فتوحات کی کثرت، اشناختِ اسلام، دولت کی فراوانی، امن و سکون کی ازبانی، معاشرتی اور تمدنی ترقی سب اس بات کی ضمانت ہیں کہ ولید کا زمانہ دورِ نبی امیہ کا عہد زین ہے۔

سليمان بن عبد الملک ۲۳۸ بن عبد الملک

۹۶ تا ۹۹

سليمان بن عبد الملک

۹۶ تا ۹۹

عبد الملک بن مروان نے اپنے دو بیٹوں ولید اور سلیمان کو ترتیب وار
ولی عہد نامہ دیا تھا اور اپنے باپ کی وصیت کو جو عبد الملک کے بعد اس کے
بھائی عبد العزیز کے حق میں تھی منسوخ کر دیا تھا۔ ولید نے بھی اپنے باپ کی
تقلید کی کوشش کی اور اپنے بھائی سلیمان کو محروم کر کے اپنے بیٹے عبد العزیز
بن ولید کو ولی عہد بنانا چاہا۔ لیکن حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم کے سوا باقی
سب امرائے اس نچوڑ کو پسند نہ کیا۔ تاہم ولید اپنے ارادے پر قائم رہا اور
اس نے سلیمان کو کسی بہانے سے اس مقصد کے لئے بلایا۔ سلیمان کو حقیقت حال
کا علم ہو گیا اس نے بیماری کا بہانہ بنا کر آنے سے انکار کر دیا۔ ولید خود سلیمان
کے پاس گیا اور اسے ولی عہدی سے دست برداری پر مجبور کرنے کا ارادہ کیا لیکن
اچھی وہ یہ انتظامات ہی کر رہا تھا کہ موت نے آیا۔ اس ناکام کوشش سے
سلیمان کے دل میں حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم کے لئے نفرت پیدا ہو گئی۔
سلیمان بن عبد الملک بن مروان ولید کا چھوٹا اور حقیقی بھائی تھا۔ مدینہ
میں ۵۱۲ھ میں پیدا ہوا اور مکہ شام میں والد کے پاس تربیت پائی۔
اس سے کچھ حدیثیں بھی مروی ہیں۔ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ولید کے
بعد ۱۵ جمادی الآخر ۹۶ھ کو تخت نشین ہوا۔

سلیمان نے تخت نشین کے بعد
 نامور سپہ سالاروں سے انتقام

قیدیوں کو رہا کر دیا جو ناحق قید کر لئے گئے تھے۔ چنانچہ جیل خانے بالکل خالی ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سلیمان کے مشیر تھے اس لئے عملی طور پر بہت سے اچھے کام ہوئے لیکن محاسن کے ساتھ ساتھ سلیمان کے انتقامی جذبے نے بھی اپنے رنگ دکھائے، اُس نے اُن تمام لوگوں کو جو اس کی دلی عہدی کے خلاف تھے خوب مزہ چکھایا۔ حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم نامور اور سخت مزاج حاکم تھے، سلیمان کو ان دونوں کی سختی ناپسند تھی دوسرے ان دونوں سے سلیمان کی دلی عہدی کے خلاف ولید کو رائے دی یا رائے سے اتفاق کیا تھا اس سے بھی سلیمان ان کا مخالف تھا۔

حجاج کو پہلے سے ہی ڈر تھا کہ اگر ولید کے بعد سلیمان تخت نشین ہو گیا تو وہ اُسے نہیں چھوڑے گا لیکن اتفاق یہ ہوا کہ وہ خود ہی ولید سے ایک سال پہلے فوت ہو گیا۔ سلیمان نے حجاج کی بجائے اس کے داماد محمد بن قاسم فارخ سندھ سے بدلہ لیا۔ محمد بن قاسم ولید کے عہد سے ہی سندھ میں تھا اور مہمان فتح کر چکا تھا کہ ولید کی وفات ہو گئی۔ اُس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور مہمان کے بھائی سلیمان اور سرست دستور کے علاقوں کو بھی مطیع کر لیا، پھر کیرج (جے پور) پر چڑھائی کر کے راجہ کو شکست فاش دی اور کیرج پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن قاسم جو علاقہ فتح کرتا وہاں عادلانہ نظام قائم کر دیتا، لوگ اُس سے بہت خوش ہوتے۔ سلیمان نے ابن قاسم کو مشوروں سے کتر کے یزید بن ابی کیثہ کو سندھ کا حاکم مقرر کر دیا۔ یزید نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے ہمارج بن عبدالرحمن والے خراق کے پاس بھیج دیا۔ ہمارج کے

بھائی آدم کو جو خارجی تھا حجاج نے قتل کروایا تھا اس لئے صالح نے انتقام لینے کی خاطر محمد بن قاسم کو جیل میں ڈال دیا اور اتنی اذیتیں پہنچائیں کہ وہ بیچارہ وہیں مر گیا۔ اہل سندھ کو جب محمد بن قاسم کی موت کی خبر پہنچی تو وہ خون کے آنسوؤں اور اظہار عقیدت کے طور پر محمد بن قاسم کی تصویر بنا کر رکھی۔

سلیمان کی تخت نشینی کے وقت قتیبہ بن مسلم والے خراسان تھا اسے بھی خطرہ پیدا ہوا اور اس نے سلیمان کو اپنی وفاداری کے کئی خطوط لکھے لیکن سلیمان کے جواب آنے سے پہلے ہی قتیبہ نے خراسان میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ سلیمان نے قتیبہ کو جواب میں حکومت کا پروانہ بھیج چکا تھا لیکن قتیبہ نے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔ قتیبہ کو اپنے علاقہ کے لوگوں پر بڑا ناز تھا لیکن جب رقت آیا تو کسی نے اس کی مدد نہ کی بلکہ حنیف قتیبہ نے قتیبہ بنی تمیم پر سختی کی تو وہ بگڑ گئے اور وکیع بن الاسود تمیمی کو اپنا سردار بنا کر قتیبہ کے مقابلہ میں اکھڑے ہوئے۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی اور قتیبہ شکست کے ساتھ قتل ہو گیا بلکہ اس سے بھائی اور لڑکے بھی میدان میں کام آئے۔ دشمنوں نے قتیبہ کا سر قلم کر کے سلیمان کے پاس بھیج دیا۔

تیسرا افسوس ناگ واقف یہ ہوا کہ جب موسیٰ بن نصیر اندلس سے واپس آیا تو ولید اس وقت بیمار پڑا تھا اور چھپنے کی کوئی امید نہ تھی۔ چنانچہ سلیمان نے موسیٰ کو راستہ میں ہی کھلا بھیجا کہ ولید کے آخری لحاظ نہ تدرگی باقی ہیں اس لئے تم ایسی رفتار سے آؤ کہ دمشق پہنچنے تک ولید فوت ہو جائے۔ سلیمان کا مقصد یہ تھا کہ اندلس سے آئی ہوئی تمام دولت اسے مل جائے۔ ادھر موسیٰ کی خواہش تھی کہ خلیفہ ولید کی زندگی میں ہی دمشق پہنچ جائے اور ان کو خود اپنی فتوحات کے قصے سنائے چنانچہ موسیٰ نے اور جلدی کر کے راستہ کاٹا اور دمشق پہنچ گیا۔

ولید اخصی زندہ تھا اس نے موسیٰ کی فتوحات کی بڑی قدر افزائی کی۔ اس بنا پر
سلیمان موسیٰ بن نصیر کا دشمن ہو گیا۔ ولید کی وفات کے بعد سلیمان نے موسیٰ بن
نصیر کی برسرِ عام سخت تحقیر کی اور یزید بن مہلب کے مشورہ سے کئی لاکھ تاوان
عائد کر دیا جسے موسیٰ پورا نہ کر سکا اور اسی تباہ حالی میں بیتانہ ہو کر مدینہ میں
قوت ہو گیا۔

سلیمان کی فتوحات

فتوح قسطنطنیہ و جرجان | نتیجہ کے بعد سلیمان نے یزید بن مہلب کو
خراسان کا والی مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عثمان غنی
کے عہد میں سعید بن عاص نے جرجان اور طبرستان کو فتح کر لیا تھا لیکن یہ
علاقے چونکہ پہاڑی تھے اس لئے یہاں کے لوگ اکثر سرکش رہتے تھے اور
بیت سے اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ یزید بن مہلب نے
ایک لاکھ فوج کے ساتھ جرجان پہنچ کر وہاں کر دی اور سب سے پہلے شہر
قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ یہ علاقہ پہاڑی تھا لوگ باہر نکل نکل کر گئے اور پھر
پہاڑیوں میں گھس جاتے۔ جب ہر طرف سے تاکہ بندی ہو گئی تو جھوٹے مرنے
لئے اور صلح کی درخواست کر دی۔ یزید نے بڑھ کر قبضہ کر لیا اور بہت سے
آرمیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ دیکھ کر جرجان کے باشندوں نے پہلے ہی صلح کر لی
اور سامان رسالت اسلامی فوجوں کی خوب بردگی۔ یزید نے چار ہزار مسلمان
جرجان میں چھوڑے اور خود فوج لے کر طبرستان چلا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے
صلح کرنی چاہی لیکن اسلامی فوجیں مقابلہ کے لئے آئے پھر وہیں آخر مجبور ہو کر

اہل طبرستان بھی نکل پڑے۔ مقابلہ ہوا اور حاکم طبرستان نے شکست کھائی اور اہل طبرستان پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا لیکن انہوں نے اوپر سے تیر اور پتھر برسائے شروع کر دیے جس سے مسلمانوں کے کئی آدمی مارے گئے جو بچ گئے وہ واپس تیرید کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ کے بعد حاکم طبرستان نے حاکم جرجان سے خط و کتابت کر کے جرجان میں بغاوت کروادی جرجانیوں نے ان چار سو مسلمانوں کو قتل کر دیا جو جرجان میں موجود تھے اور پھر جرجان اور خراسان کا راستہ بند کر دیا۔ ادھر حاکم طبرستان نے بھی تاکہ بندی کر دی اس طرح اسلامی فوج ہر طرف سے ڈھری گئی۔

آخر یزید بن مہلب نے ایک عجمی حیان نبطی کو طبرستان بھیجا کہ کسی طرح ان لوگوں سے صلح کی صورت نکالو۔ اُس نے وہاں جا کر حاکم طبرستان سے کہا کہ آج مذہب نے ہم کو الگ الگ کر دیا ہے لیکن میں تمہاری ہی قوم کا ایک فرد ہوں اور تمہارا اخیر خواہ بھی ہوں، یزید نے خراسان سے فوجیں طلب کی ہیں جن کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ فوراً صلح کر لو تاکہ تباہی سے بچ جاؤ اور یزید کے انتقام کا رخ جرجان کی طرف پھیر جائے گا۔ حاکم طبرستان کی سمجھ میں یہ بات آگئی اُس نے بہت سامان دے کر یزید سے صلح کر لی طبرستان سے ہٹ کر یزید نے جرجان کا رخ کیا۔ یاغی کبھی باہر نکل کر بڑھنے اور کبھی بھاگ کر قلعہ بند ہو جاتے، اتفاق سے ایک واقعہ نے قلعہ میں پہنچنے کا راستہ بنا دیا۔ چنانچہ ایک طرف سے یزید نے اور دوسری طرف سے خالد بن یزید نے حملے کر دیئے۔ اہل قلعہ حیران و پریشان ہو گئے اور آخر شکست کھا گئے۔ یزید نے مقتول مسلمانوں کا پورا پورا ایدہ لیا اور جرجان کی قوت بالکل ختم کر دی۔ ایک شہر بار مسلمان آبادی قائم کی اور جہم بن

تیس کو حاکم مقرر کر کے واپس خراسان آیا۔

قسطنطنیہ پر حملہ | بیزنطینی حکومت (روما) کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا۔ یہ حکومت مسلمانوں کی شروع سے حریف رہی ہے۔

دونوں کی سرحدیں کئی مقامات پر آپس میں ملتی تھیں اس لئے کہیں نہ کہیں تصادم ضرور ہوتا رہتا تھا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا لیکن کامیابی نہ ہوئی تھی۔ سلیمان نے ۶۳۸ء میں ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا اپنے بھائی مسلمہ کی سرکردگی میں بھیجا اور خود واقع میں ٹھہر گیا تاکہ حالات سے آگاہ ہوتا رہے اور سامانِ ضرورت پہنچاتا رہے۔ راستہ میں مسلمہ کو لیونانی ایک رومی سردار ملا جس نے یقین دلایا کہ قسطنطنیہ کو فتح کر دیا گیا مسلمانوں نے یو کو ساتھ لے لیا اور اس کی رہنمائی میں قسطنطنیہ پہنچا اور محاصرہ کر لیا۔ مسلمہ بہت سا سامانِ رسد ساتھ لایا تھا کہ دیر تک کام آئے اور فتح کے بعد ہی واپس لوٹے لیکن پھر بھی اس نے کھینٹوں میں سبزیاں اور دوسری چیزیں لودیں تاکہ ساتھ ساتھ کام آتی رہیں۔ محاصرہ لے طول پکڑا تو اہلِ روم نے مصالحت کی درخواست کر دی لیکن مسلمہ نے انکار کر دیا۔ آخر رومیوں نے کسی طرح تیور و خفیہ کیا بھیجا کہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ قسطنطنیہ میں طوائفِ اہلِ روم کی کادور دوزخ ہے اگر تم ہمارے پاس آ جاؤ تو تمہیں تھجہ کو بادشاہ تسلیم کریں گے۔ تیور نے موقعِ غنیمت سمجھا اور بہانہ سے اُدھر چلا گیا اور رومیوں نے اسے بادشاہ بنا لیا۔ اتفاق سے اُن دنوں شدید سردی پڑنے لگی جو عربوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی چنانچہ بہت سے مسلمان بیمار ہو گئے۔ اوپر مسلمانوں کی کھتیاں برفِ باری سے تباہ ہو گئیں۔ محاصرہ کو ایک سال گزر گیا تو اُدھر خلیفہ سلیمان کی وفات کی خبر اور حضرت عمر بن عبدالمطلبؓ کی تخت نشینی کی خبر

آگئی۔ چنانچہ محاصرہ اٹھا لیا گیا اور واپس ہوئے۔

وفات سلیمان اور ولی عہدی

سلیمان نے اپنے بعد اپنے چچ
بھائی عمر بن عبد العزیز اور چچ

اپنے بھائی یثیر بن عبد الملک کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ لیکن اس نے عمر بن
عبد العزیز کے متعلق شبہ کیا کہ کہیں بنی مروان ان کی ولی عہدی سے انکار ہی
نہ کر دیں اس لئے اس نے اجینا طاؤلی عہدی کے کاغذ کو بند کر کے مہر کر دیا
اور اس بند بظاہر پر لوگوں سے بیعت لے لی کہ اس میں جس کا نام ہے اس
کو خلیفہ تسلیم کر لینا۔ اس طرح سب لوگوں نے جن میں بنی مروان بھی تھے
بیعت کر لی۔

سلیمان صفر ۹۹ھ میں فوت ہو گیا۔ عمر ۴۷ برس تھی اور مدت

خلافت پونے تین سال تھی۔

سوالات

۱۔ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے عہد کی فتوحات قلم بند کرو۔

۲۔ خلیفہ سلیمان نے تخت نشین ہوتے ہی اسلام کے مایہ ناز سپہ سالاروں

کے ساتھ جو بدسلوکی کی اس پر غیر جانبدارانہ بحث کرو۔

حضرت عمر بن عبد العزیز

۹۹

عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ والد ماجدہ ام عاصم حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ راشد کی پوتی تھیں اور عاصم بن عمر کی بیٹی۔ آپ کی پیدائش ۶۱ھ میں ہوئی۔ دولت کی آغوش میں پلے تھے لیکن بچپن سے ہی علم و تقویٰ کا شوق تھا۔ مدینہ کے مشہور محدث صالح بن کلبیان سے علم سیکھا۔ فطرتاً صالح تھے علم و فضل نے فطری صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اور چمکا دیا چنانچہ اپنے وقت کے امام تھے۔ انہوں نے عملی طور پر جو کچھ اسلام کی خاطر کیا وہ کارنامہ تاریخ اسلام ہے۔ آپ شاہی خاندان کے رکن خلیفہ عبد الملک کے حقیقی بھتیجے اور داد تھے اس لئے ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے۔ ولید کے عہد میں اور پھر سلیمان کے زمانے میں بھی مدینہ کے حاکم تھے۔ ۹۹ھ کو تخت نشین ہوئے۔ جب عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا اعلان کیا گیا تو مسجد سے اٹھا کر کسی دلوں میں بلند ہوئیں ایک عمر بن عبد العزیز کے منہ سے اس لئے نکلی کہ خلافت کا بارگراں ان کے کندھوں پر آگرا ہے اور دوسری ہشام بن عبد الملک کے منہ سے کہ وہ تخت حکومت کا متوقع تھا۔

خلافت کے اعلان کے بعد آپ گھڑائے تو چہرے پر پخت پریشانی

تھی۔ ایک کا نامہ نے پوچھا کہ آپ اتنے متفکر کیوں نظر آتے ہیں؟ فرمایا
 ”اس سے بڑھ کر فکر و تسویش کی اور کیا بات ہوگی کہ مشرق و مغرب میں
 امت محمدیہ کا کوئی ایسا فرد نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ اور
 اطلاع کے اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔“

چنانچہ آپ نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ خلافت سے دست بردار
 ہو جائیں۔ لوگوں کو جمع کیا اور مندرجہ ذیل تقریب کی :-

”لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے
 لئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کر دیا
 گیا ہے اس لئے میری بیعت کا جو طوق تمہاری
 گردنوں میں ہے میں خود اُسے اتارے دیتا ہوں
 تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔“

یہ الفاظ سنتے ہی لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ”ہم نے آپ کو خلیفہ
 چنا ہے اس لئے ہم سب آپ کی خلافت پر راضی ہیں“۔ پھر کہیں آپ نے
 خلافت قبول کی اور دوبارہ تقریب کرتے ہوئے تقویٰ و آخرت کی تلقین کی اور
 خلیفہ اسلام کی اصلی حیثیت واضح کر دی کہ میں تمہارا اصل خادم ہوں، اللہ کے
 احکام نافذ کروں گا اور اپنی جانب سے کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز بڑی امیرانہ زندگی میں پیے تھے خود نفاست
 طبع کا یہ حال تھا کہ جس لباس پر ایک مرتبہ کسی کی نظر پڑ جاتی اُسے دوبارہ نہ
 پہنتے، لباس کے علاوہ دار بھی پر بھی خوشبو لگاتے اور اپنے زمانہ کے سب
 سے زیادہ خوش لباس شخص تھے۔ جب مدینہ کی ولایت پر چلے تو تیس اونٹوں
 پر ان کا ذاتی سامان لدا ہوا تھا۔ اس طرح کے رہنے سننے والے شخص کو جب

ایک وسیع سلطنت سی خلافت ملی تو اللہ کے ڈر سے کانپ اٹھے اور بکسر زندگی بدل کے رکھ دی۔ اعلانِ خلافت کے بعد جب مسجد سے باہر نکلے تو شاہی سواری پیش کی گئی اور جلوس کی شکل میں گھڑیاں پہنچا تا تھا لیکن آپ نے فرمایا "مجھے اس کی ضرورت نہیں میرا ذاتی پجری میرے لئے کافی و موزوں ہے" چنانچہ تمام جلوس منتشر کر دیا گیا۔

اصلاحات

حضرت عمرؓ نے عبدالعزیز نے فیصلہ کر لیا کہ خلافت راشدہ کا دوبارہ احیاء کیا جائے لیکن اصل مشکل یہ تھی کہ اموی حکومت اسلامی جمہوری حکومت میں تبدیل ہونی ناممکن تھی۔ اس لئے آپ نے سوچا کہ کم از کم اس حکومت کی بنیادیں ختم کر دی جائیں۔ چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل اصلاحات کیں :-

غصب شدہ مال کی واپسی | آپ سے پہلے شاہی خاندان کے ارکان اموی حکام و عمال اور دوسرے

سرداروں نے زبردست لوگوں کے مال و جائیداد کو ذاتی جاگیریں بنا رکھا تھا۔ یہ ایک ایسا نازک مرحلہ تھا کہ سارے خاندان سے لڑائی مول لینے سے کم نہ تھا لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور سب سے پہلے اسی کام کو سرانجام دیا۔ خود آپ کے پاس بھی ایک بہت بڑی جاگیر تھی بعض لوگوں نے پوچھا اگر ایسا کیا تو اولاد کے لئے کیا انتظام کریں گے؟ آپ نے جواب دیا "انہیں میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں" پھر آپ نے اہل خاندان کو جمع کیا اور کہا "تمہارے پاس دولت کا جو حصہ ہے اس میں میرے خیال کے مطابق نصف یا دو تہائی اہل بیت کا مال ہے"

سب نے کہا "خدا کی قسم نہ ہم اپنے آباؤ اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ اپنی اولادوں کو مفلس کریں گے اس لئے جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہو جائیں اس وقت تک یہ جا بیدار ہیں ہم واپس نہیں دے سکتے۔" عمر بن عبد العزیز نے فرمایا "خدا کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو میں تم کو رسوا کر کے چھوڑوں گا" پھر آپ نے باہر بیٹھ عام میں تقریب کی اور کتابیں بہ کام رکھیں۔ تقریب کے بعد جا بیداروں کے تمام کھاغذات منگوائے اور ایک ایک کر کے قبضی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ پھر سب خاندانی جاگیریں دیں کر دیں یہاں تک کہ اپنے پاس ایک ٹکیٹھ بھی نہ بچا۔ صبح سے دوپہر کی نماز تک یہ کام ختم کر دیا۔

گھر آئے تو اپنی بیوی فاطمہ سے متوجہ ہوئے۔ فاطمہ گوان کے باپ عبد الملک نے ایک بیٹھ قیمت پتھر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان سے کہا کہ اس پتھر کو بیت المال میں جمع کروادو یا پھر مجھے چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بیوی نے پتھر فوراً بیت المال میں بھیج دیا۔

فدک کا فیصلہ | فدک خیبر کا ایک گاؤں تھا جسے فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے مخصوص

کر لیا تھا اور اس کی آمدنی اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات پر صرف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے آپ سے مانگا تھا لیکن آنحضرتؐ نے انہیں نہیں دیا تھا۔ اسی لئے خلفائے راشدین نے بھی فدک کو اپنے انتظام میں رکھا اور اس کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ کرتے رہے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے۔

مروان بن حکم نے اپنے عہد میں فدک کو جاگیر بنایا تھا چنانچہ وہ

عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آگیا اور اس کی آمدنی سے خاندان کے اکثر لوگوں کی پرورش ہوتی تھی لیکن اہل بیت کی وراثت میں نہ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز سے فدک کے گادوں کو اپنے قبضے سے نکال دیا اور اس کو قدیم مزارتو کے لئے مخصوص کر دیا اور فرمایا "جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کو نہیں دی تھی اس پر میرا کوئی حق نہیں ہو سکتا"۔

فدک کا معاملہ طے کرنے کے بعد آپ نے تمام عمارتوں اور رؤسائے غصب شدہ جاگیریں واپس حقداروں کو دلوائیں۔ چنانچہ عراق میں اس قدر مال واپس ہوا کہ شاہی خزانہ خالی ہو گیا اور مال کے سرکاری اخراجات کے لئے وارا اٹھانہ سے رقم کھینچی پڑی۔ مہرلی شہادت پر بھی مال واپس مل جاتا تھا اس لئے اس کام میں لوگوں کو زحمت نہ ہوئی۔ جو سرکاری قبضے ان کے وارثوں کو مال مل چکا تھا۔

اموی خلفائے نو بیت المال کو ذاتی خواہ
سمجھ رکھا تھا اور ہر جائز و ناجائز مال کو اس

بیت المال کی اصلاح

میں شامل کر لیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے سب سے پہلے بیت المال کے تمام ناجائز ذرائع بند کروا دیئے۔ غصب شدہ مال کو واپسی کے سلسلے میں آپ کے خاندان کا بہت سا مال بیت المال میں جمع ہو گیا تھا۔ خاندان کے تمام سرکاری وظیفے بند ہو گئے تھے، شاہی سواریوں کو اور تمام ذاتی سامان امارت جس میں لوٹری غلام تک شامل تھے سب فروخت کروا کر رقم بیت المال میں جمع کروادی۔ یہاں سے بیت المال میں فراہمی بہت آگئی۔ حجاج نے اپنے زمانے میں بیت المال کی آمدنی بڑھانے کی خاطر غیر مسلموں سے جزیہ لینا شروع کر رکھا تھا جسے حضرت عمر بن عبد العزیز نے کما کر وادیا۔

اس حکم پر صرف مصر میں اس قدر لوگ مسلمان ہو گئے کہ جزیہ کی آمدنی بہت کم ہو گئی اور حاکم مصر لکھا کہ آمدنی اتنی کم ہو گئی ہے کہ مجھے قرض لے کر مسلمانوں کے وظیفے دینے پڑے ہیں۔ خلیفہ نے جواباً لکھا "جزیہ بہر حال بند کر دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے محصل رخصتوں لینے والے) بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے"۔ اس سلسلے میں اس قدر سخت حکم جاری کیا کہ غیر مسلم جلدی جلدی اسلام لانے لگے۔ آپ نے لکھا کہ "اگر کسی غیر مسلم کا جزیہ ترازو میں رکھا جا چکا ہو اور اس حالت میں بھی وہ اسلام قبول کرے یا نئے سال کے آغاز سے ایک دن پہلے رجب کہ پورے سال کا جزیہ عائد ہو جاتا ہے) اسلام لے آئے تو بھی جزیہ نہ لیا جائے گا"۔ اس کے علاوہ جتنے ناجائز ٹیکس تھے ختم کر دیئے گئے۔

پھر بیت المال کی حفاظت کا بھی مضبوط انتظام کر دیا گیا اور ذرا سی بے احتیاطی پر بھی باز پرس ہوتی تھی۔ ایک دفعہ مین کے بیت المال سے ایک انٹرنی کم ہو گئی تو خلیفہ نے وہاں کے افسر خزانہ کو لکھا کہ "تمہاری امانت پر بدگمانی نہیں کرتا، لاپرواہی ضرور ہوتی ہے۔ میں چونکہ مسلمانوں کی طرف سے ان کے مال کا دعویٰ ہوں اس لئے تم پر قرض ہے کہ اپنی صفائی میں شرعی قسم کھاؤ"۔ یزید بن مہلب والے خراسان کو خیانت کے جرم میں معزول کر دیا تھا۔ دفتری اخراجات میں بھی کمی کروادی اور کفایت شعاری سے کام لینے کا حکم دیا۔

اموی عمال روالی حاکم، بڑے سخت گیر اور ظالم و جور کے خوگر بن گئے تھے، وہ اپنے اپنے علاقوں میں جو چاہتے کرتے تھے۔ سلیمان بن عبد الملک نے اپنے

عمال کا احتساب

اور ظالم و جور کے خوگر بن گئے تھے، وہ اپنے

اپنے علاقوں میں جو چاہتے کرتے تھے۔ سلیمان بن عبد الملک نے اپنے

عہد میں عمال کا سختی سے محاسبہ کیا تھا اور کئی والی معزول کر کے ان کی جگہ نئے مقرر کر دیئے لیکن ابھی اصلاح کی ضرورت باقی تھی جسے حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے پورا کر دیا۔

یزید بن مہلب والے خراسان نے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کو ایک خط لکھا تھا جس میں اُس نے اپنے علاقہ سے ایک عجمی رقم جزیہ اور ٹیکس کے طور پر وصول کر رکھی تھی۔ یہ رقم وصول کئے بغیر سلیمان بن عبد الملک فوت ہو گئے تھے اور خط حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے یزید بن مہلب کو لکھا اس رقم کی ادائیگی کر دو لیکن یزید نے جواب دیا کہ میں نے خلیفہ سلیمان کو محض اس لئے لکھا کہ مخالفین پر رعب چھا جائے ورنہ رقم تو کوئی وصول نہ کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے کہا کہ ہمیں یہ جواب خاموش نہیں کر سکتا چنانچہ ابن مہلب کو گرفتار کر کے دمشق صدر مقام میں قید کر دیا۔ یزید کے بیٹے فحولہ کو باپ کی قید کا علم ہوا تو دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر کہا کہ "اے امیر المومنین اللہ ہرے آپ کو امت پر خلیفہ بنا کر بڑا احسان کیا ہے اس لئے سر بانی ہو تو کچھ کم کر کے معاملہ ٹکے کر دیں۔" حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے فرمایا "جب تک ایک ایک کورہ وصول نہیں کر لوں گا تمہارے والد کو نہ چھوڑوں گا کیونکہ یہ حقوق المسامین کا معاملہ ہے" چنانچہ یزید بن مہلب آپ کے آخر عمر تک قید میں رہا پھر جب یزید نے سنا کہ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کا وقتِ آخر ہے تو قید سے بھاگ گیا اور بصرہ پہنچا۔ وہاں سے خلیفہ کو خط لکھا کہ "خدا کا قسم اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہوتا تو میں کبھی نہ بھاگتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ باپ کے بعد یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوگا اور وہ میری تانہ بولی کر ڈالے گا"

حجاج اور اس کے خاندان کے لوگوں نے عوام پر بڑے ظلم و ستم دکھائے تھے اس لئے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے حجاج کے پورے خاندان کو مین میں جلا وطن کر دیا اور وہاں کے حاکم کو لکھا کہ میں تمہارے پاس اُن لوگوں کو بھیج رہا ہوں جو عرب میں بدترین خاندان ہے اس کو اپنے حدودِ حکومت میں چھپا دو اور یہ لوگ ہر قسم کے ملکی حقوق سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

جراح بن عبداللہ والے خراسان کو لکھا کہ مجھے شکایت پہنچی ہے کہ تو نو مسلموں سے بھی جز یہ لیتا ہے اسے بند کر دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُدی بنا کر بھیجے گئے تھے محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے جراح نے حکم کی تعمیل فوراً شروع کر دی تو لوگ گروہ در گروہ مسلمان ہونے لگے۔ پھر خلیفہ نے لکھا کہ "اپنے لوگوں کو درست کر کے لئے کڑوں اور تلو سے کام مت لو۔ لوگوں کی درستی عدل و انصاف سے ہوا کرتی ہے لہذا اسی چیز کو عالم کر دو۔"

اہلِ سمرقند نے خلیفہ کو لکھا کہ قتیبہ بن مسلم نے ہمارے علاقہ پر نا انصافی قیضہ کر لیا تھا اس لئے ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ خلیفہ نے سلیمان بن ابی السریٰ کو لکھا کہ ایک قاضی مقرر کر کے معاملہ کا فیصلہ کر دو اور مجھے لاکھو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں فیصلہ اہلِ سمرقند کے حق میں ہو گیا کہ مسلمان سمرقند سے قیضہ اٹھالیں اور ابہر قدیم چھاڑنی میں چلے جائیں اور وہاں سے نئے سرے سے بزورِ شمشیر فتح کریں یا نیا صلح نامہ لکھیں۔ اہلِ سمرقند اس انصاف پسندی پر اتنے خوش ہوئے اور کہا کہ ہم موجودہ صورت حال پر ہی خوش ہیں اور ایسی عدل پر قوم سے جھگڑا نہیں چاہتے۔

و تمہیں سے حسن سلوک | کسی حکمران کا عدل و انصاف جاننے کے

لئے اس کا وہ سلوک دیکھا جاتا ہے جو اس نے اپنے ماتحت غیر مذہب قوموں سے روا رکھا ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عمدہ عدل و انصاف کا نمونہ تھا۔ انہوں نے ذمیوں کے ساتھ جو عمدہ سلوک کیا اس کی مثال سوائے عمر فاروق کے عہد کے کہیں نظر نہیں آتی۔ ذمیوں کو پوری مذہبی آزادی تھی، ان کے جان و مال کی پوری حفاظت تھی اور جزیہ کی وصولی میں نرمی اور سہولت تھی۔ ان میں اگر کوئی بوڑھا اور نادار ہوتا تو اس کی نفاقت کا انتظام کیا جاتا اور کوئی جزیہ وغیرہ وصول نہ کیا جاتا۔ ایک ذمی کے خون کی قیمت ایک مسلمان کے خون کے برابر تھی۔ ایک بار جبرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جبرہ کے حاکم کو لکھا کہ "قاتل کو نوراً مقول کے ورثاء کے حوالہ کر دیا جائے وہ چاہیں تو قتل کریں چاہیں تو معاف کریں"۔ چنانچہ اس کے ورثاء نے قاتل کو قتل کر دیا۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کے مال پر دست درازی کرتا تو اسے سخت سزا دی جاتی۔ ایک دفعہ ایک مسلمان نے سرکاری ضرورت کے تحت ایک ذمی کا گھوڑا زبردستی پکڑ لیا۔ خلیفہ نے مسلمان کو چالیں کوڑے لگوائے۔ ذمیوں کی غصب شدہ جائیدادیں بھی واپس آواہیں۔ دمشق کا ایک گرجا عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جائیر میں چلا آتا تھا خلیفہ نے عیسائیوں کی درخواست پر اسے واپس دلوا دیا۔ مقدمات میں ایک ذمی اور ایک شاہی خاندان کے فرد میں کوئی فرق نہ کیا جاتا تھا۔

رفاء عام کے کام | ویسے تو ہر اسماح رفاہ عام میں شمار ہوتی ہے لیکن اصطلاحی معنوں میں بھی ان کا اصطلاحاً ہونا۔ تمام مساکین اسلام میں بکثرت سر نہیں بنواہیں۔ تمام ضروریہ مساکین

کے حکام کو لکھا کہ کچھ فاصلوں پر سڑکوں کے ساتھ ساتھ سرائیں تعمیر کرائیں اور جو مسلمان اُدھر سے گزریں ان کی ایک دن رات میزبانی کی جائے اور جو بیمار ہو اس کی دو شبانہ یوم میزبانی کا جائے جس مسافر کے پاس گھڑ تک پہنچنے کا سامان نہ ہو اسے سامان مہیا کیا جائے۔ اس کے علاوہ نہریں، ٹواریں اور مآلاب بنوائے۔

حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے دوسری اصلاحات کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامی کو بھی از سر نو زندہ

احیائے شریعت

کر دیا۔ آپ سے پہلے اموی خلفاء کے عہدوں میں بعض امور مذہبی راہ سے ہٹ چکے تھے آپ نے انہیں پھر سے شریعت کے مطابق کر دیا۔ تمام عمال کو لکھا کہ وہ شریعت کی سختی کے ساتھ پابندی کریں اور اس معاملہ میں تطہی مسائل سے کام نہ لیں۔ اکثر اموی خلفاء خصوصاً حجاج نماز کے وقت کی پابندی میں غفلت سے کام لیتا تھا۔ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے حکام کو لکھا کہ نماز کے وقت تمام کاروبار بند کر دو اور اس کی پوری پابندی کرو۔ حجاج کے زمانہ میں زکوٰۃ کا نظام بھی خراب ہو گیا تھا چنانچہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاة کو لکھا کہ "میں تم کو زکوٰۃ کے معاملہ میں حجاج کی روش سے روٹنا ہوں وہ اس کو غیر محل سے لیتا تھا اور بے محل خرچ کرتا تھا" آپ کے عہد میں مسئلہ قضا و قدر چھڑا آپ نے اس سے توبہ کرائی اور محدثین و فقہاء کو لکھا کہ وہ ان خیالات کو قبول نہ کریں۔

ایک بدعت بد (نہری) کا خاتمہ

اموی خلفاء نے ایک نہایت

بہی بدعت روین میں نئی

بات، جاری کر رکھی تھی اور وہ یہ تھی خطبات میں حضرت علیؓ پر لعن و

طعن کیا کرتے تھے بلکہ اس بات کو خطبہ کا ایک لازمی جز بنا دیا گیا تھا۔ حضرت
 عمرؓ بن عبدالعزیز کا یہ بھی شان دار کارنامہ تھا کہ انہوں نے اس رسم بد کو ختم
 کر دیا اور تمام عمال کو لکھا کہ خطبہ میں ان بڑے الفاظ کی جگہ قرآن مجید
 کی سورہ نحل کی ۹۰ ویں آیت (إِنَّ إِلَهَكُمْ يَوْمَئِذٍ وَاحِدٌ . . . تَذَكَّرُونَ)
 تلاوت کی جائے۔ تبری (پیرای) کی اس رسم بد کو ختم کرنا بھی حضرت عمرؓ بن
 عبدالعزیز کا معجزہ سے کم کام نہ تھا۔

علامت اور وقت | آپ کی وفات سے متعلق دو روایات ہیں
 ایک یہ طبعی علامت میں مبتلا ہو کر فوت
 ہوئے، دوسرے یہ کہ کسی نے کھانے میں زہر ملا دیا جس سے بیمار ہو کر فوت
 ہو گئے۔ بہر حال ۲۵ رجب ۱۰۰ھ کو آپ دنیا سے رخصت فرمائے۔

سیرت حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؓ

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؓ کی سیرت میں بیک وقت علم و فضل، انداز و
 قناعت، عبادت و ریاضت اور حکومت و سلطنت کے حیرت انگیز
 نظر آتے ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے عالی مرتبہ علماء کی رائے
 ہے کہ آپ پہلی صدی ہجری کے مجدد تھے اور امام شافعیؒ و سفیان ثوریؒ
 کا قول ہے کہ آپ پاپچویں خلیفہ راشد تھے۔

آپ شاہی خاندان میں پیدا ہوئے، اس سے دولت و ثروت میں پرورش
 پائی لیکن ذہنی جادو جلال کے بجائے اپنے دامن دل کو دولتِ آخرت سے
 چمکنا پسند کیا۔ ان کے والد نے جب انہیں دمشق سے سرانجام دارالامارینہ

لے جاتا چاہا تو آپ نے کہا "اے باپ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ مجھے مصر کے بجائے مدینہ منورہ حاضر ہونے کی اجازت دے دی جائے تاکہ میں وہاں رہ کر علماء و فقہاء کی صحبت سے استفادہ کروں"۔ باپ نے اجازت دے دی۔ ذہانت و قطانت اور شوق و محنت نے اس درجہ تک پہنچا دیا کہ اگر آپ کے لئے حکومت مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو آپ یقیناً "مستدر علم و فضل کے صدر نشین ہوتے۔ ابو نصر مدینی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن سلیمان بن یسار کو عمر بن عبدالعزیز کی قیام گاہ سے نکلتے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا آپ انہیں پڑھانے ہیں؟ سلیمان نے جواب دیا "خدا کی قسم وہ تم سب سے زیادہ جانتا ہے"۔ مجاہد کہتے ہیں "ہم عمر بن عبدالعزیز کو پڑھانے آئے مگر ان سے پڑھ کر اٹھے"۔ مہمون بن ہران کا قول ہے "عمر بن عبدالعزیز کے سامنے علماء وقت کی حیثیت شاگردوں کی سی ہے"۔ بیٹ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جو عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھ چکا تھا کہ "ہم نے جس مسئلہ کی بھی تحقیق کی عمر بن عبدالعزیز کو اس کے اصول و فروع پر سب سے زیادہ عادی پایا۔

خلافت راشدہ کا سنگ بنیاد شوری تھا یعنی احکام اسلام کے نفاذ کی ذمہ داری جس شخص سے متعلق ہو وہ جمہور کی رائے سے منتخب ہوا ہو۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا کہ یہ بنیاد متزلزل ہو چکی تھی۔ ہر خلیفہ اپنے بعد حکومت کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ ولی عہد مقرر کر دیا جاتا تھا، خود عمر بن عبدالعزیز کا تقرر بھی اسی طرح ہوا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اسی بنیاد کو درست کیا اور مسلمانوں کو جمع کر کے اعلان کر دیا کہ "میرے خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے کے بغیر مجھے خلافت ملی ہے میں اس سے

دست بردار ہوتا ہوں تم جسے چاہو خلیفہ منتخب کرو۔“ لوگ پکار اٹھے
 ”ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے ہم سب آپ کی خلافت پر راضی ہیں۔“
 آپ نے لوگوں کو درست کرنے کے بجائے پہلے خود اپنے آپ کو
 اپنے خاندان کو درست کیا اور اصلاح کی پہلی ضرب اپنے گھر پر لگائی۔ اپنی
 ذات کے تمام قیمتی کپڑے اور سامان بیچ کر بیت المال میں جمع کروا دیا، بوی
 سے تمام زبورات لے لئے اور اس کے باپ کا دیا ہوا ایک قیمتی ہیرا
 لیتے وقت اسے یہ کہا کہ ”باید ہیرا بیت المال میں جمع کروا دو یا مجھے
 چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ پھر اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے
 کہا کہ ”خدا کی قسم میں تم سے جاگیریں واپس لے کے چھوڑوں گا خواہ تمہیں
 رسوا کیوں نہ کرنا پڑے۔“ اپنے زمانے کا سب سے خوش لباس بعد میں چونڈ
 لگے ہوئے کپڑے پہن کر خوش ہونا۔

ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں کہ ”عمر بن عبدالعزیز اولیٰ قرنی خیر امتنا“
 سے بھی زہد و تقویٰ میں آگے ہیں کیونکہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس دنیا پوری
 ان بان کے ساتھ آئی اور انہوں نے اُسے ٹھکرا دیا اور اولیٰ قرنی کو دنیا
 سے واسطہ ہی نہیں پڑا۔“ خشوع و خضوع کا یہ حال تھا کہ جب ہونت کا
 ذکر آتا تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ آپ کی بیوی فاطمہ کہتی
 ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھ کر منیٰ پر بیٹھ جاتے اور روتے رہتے یہاں تک
 کہ آنکھ جھپک جاتی، جب آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگتے اور یہ سلسلہ
 صبح تک رہتا۔

امراء و حکام بادشاہ کے دست دباؤ ہوتے ہیں۔ آپ نے تمام
 امراء و حکام کو عادلانہ نظام قائم کرنے کے لئے ہدایات جاری کر دیں اور

سختی اور ظلم و ستم کی بجائے نرمی اور رحمت و شفقت سے معاملات طے کرنے کا حکم دیا۔ زمینوں سے وہ سلوک کیا کہ لوگ بحق و رجوع اسلام میں داخل ہونے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی دنیا امن و امان کا گوارہ بن گئی۔ آپ کی وفات کی خیر سن کر شاہِ روم نے رو کر کہا :-

”اگر عیسائی مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہوتے، میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادتِ خانہ میں جا بیٹھے۔ میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔“

سوالات

- ۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سیرت اور طرزِ سیاست پر ایک مضمون قلم بند کرو۔
- ۲۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو اصلاحات نافذ کیں ان کی نوعیت اور نتائج سے بحث کرو۔
- ۳۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز پانچویں خلیفہ راشد تھے یہ کہاں تک درست ہے ؟

یزید بن عبد الملک

۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ

یزید بن عبد الملک بن مروان ۶۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں عاتکہ یزید بن معاویہ کی لڑکی تھی۔ سلیمان بن عبد الملک نے عمر بن عبد العزیز اور یزید بن عبد الملک کو بیٹے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ وصیت کے مطابق یہ تخت نشین ہوا۔ خلیفہ ہونے کے بعد صرف چالیس روز تک حضرت عمر بن عبد العزیز کے نقش قدم پر چل سکا پھر ان کی قائم کردہ تمام اصلاحات منسوخ کر کے دوبارہ حکومت کو اپنی اسیٹھ کے پڑانے دستور کے مطابق کر دیا۔ یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے شراب پینے شروع کی اور راگ و رنگ میں وقت ضائع کیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے یزید بن
مطلب والے خراسان کو خراج نہ ادا

یزید بن مطلب کی بغاوت

کرنے پر قید کر رکھا تھا لیکن ان کے آخر وقت میں وہ قید سے بھاگ گیا تھا کیونکہ اُسے ڈرتا کہ ان کے بعد یزید بن عبد الملک اُس کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ ابن مطلب بھاگ کر بصرہ پہنچا جہاں عدی بن اوطاة والی تھا۔ ابن مطلب نے اپنے حامیوں کی مدد سے عدی بن اوطاة کو نکال کر خود بصرہ پر قبضہ کر لیا اور فارس اور اہواز تک اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس کے فوراً بعد ابن مطلب نے

شام پر حملہ کرنے کے لئے ایک بھاری فوج تیار کی اور لوگوں کو جہاد پر اکسایا کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں آنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے کے مترادف ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس کی مخالفت کی لیکن لوگوں نے انہیں اس خیال سے خاموش کر دیا کہ کہیں ابن مہلب انہیں قتل نہ کر دے۔

پھر یزید بن مہلب فوج کے ساتھ واسط کی طرف نکلا۔ ادھر یزید بن عبد الملک نے اس کے مقابلہ کے لئے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو فوج دے کر بھیجا۔ دونوں میں سخت جنگ ہوئی۔ جنگ میں یزید بن مہلب اور اس کا بھائی حبیب دونوں مارے گئے اور مسلمہ کو فتح نصیب ہوئی۔ مہلب کے باقی بیٹے بصرہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر مشرق کی جانب بھاگ نکلے۔ اور ایک فوجی دستہ تعاقب میں بھیجا گیا۔ کرمان کے قریب جب کشتیوں سے اترے تو قندارہیل کے مقام پر فوجی دستے سے مقابلہ ہو گیا۔ سوائے دو بچوں ابو عتبہ بن مہلب اور عثمان بن مفضل بن مہلب کے کوئی اور زندہ نہ چھوٹا گیا۔ چنانچہ مہلب جیسے نامور سپہ سالار کا تمام خاندان ختم ہو گیا۔

فتوحات | اسی دوران میں سمرقند کے ترکوں اور اہل سغد نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ سعید حرشی آل مہلب کے خاتمے کے بعد خراسان کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔ سعید حرشی نے بھاری فوج کے ساتھ سغدیوں اور ترکوں سے جنگ کی اور ان پر قابو پایا۔

خوز اور آرمینیہ میں شبیت نرانی سرحد پر منتہین تھا۔ اہل خوز نے اس پاس سے مدد کے لئے حجاج کے مقام پر مسلمانوں سے جنگ کی۔ اسلامی فوج کو شدید نقصان پہنچا اور مسلمان بھاگ کر شام میں آ گئے۔ یزید بن عبد الملک

نے جراح بن عبداللہ حاکمی کو لشکرِ حرارہ کے کردوانہ کیا۔ یہ لشکر ہیے بروز
پہنچا پھر دریائے کر کو عبور کر کے اہل خزر پہ حملہ آور ہوا اور دشمن کو شکست
دلائی۔ پھر اسلامی فوج نے تھوڑا آگے بڑھ کر ایک مضبوط قلعہ پر بھی قبضہ
کر لیا۔ پھر بخیر پے چڑھائی کی، بڑی خون ریز جنگ کے بعد مسلمان فتح یاب ہوئے۔
بادشاہ چھاگ گیا تھا جراح نے بادشاہ کے پاس اس کے بیوی بچے بھی محفوظ بھیج
دیئے۔ یہ ہربانی دیکھ کر بادشاہ خود حاضر ہو گیا۔ جراح نے بادشاہ کو اس کا سارا
مال دے دیا اور شہر بھی واپس کر دیا اور شرائط طے کر لیں کہ وہ مسلمانوں کا
دفاع و رہے گا اور خلیفہ کو مسلمانوں کے دشمنوں کی احکامات دینا رہے گا۔

یزید بن عبدالملک کا امادہ تھا کہ اپنے بعد اپنے بیٹے ولید کو
ولی عہد بنائے لیکن مشیروں نے مشورہ دیا کہ ولید کم سن بچہ

ہے اس لئے یہ درست قدم نہ ہوگا۔ چنانچہ یزید نے اپنے بعد اپنے بھائی ہشام
بن عبدالملک اور اپنے بیٹے ولید بن یزید کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کر دیا۔

۲۵ شعبان ۷۰ھ کو یزید بن عبدالملک سل کی بیماری میں مبتلا
رہ کر فوت ہو گیا۔ عمر تقریباً چالیس برس تھی اور مدتِ خلافت

چار برس ایک مہینہ۔

ہشام بن عبد الملک

۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ

یہ بید بن عبد الملک کے بعد اُس کا بھائی ہشام بن عبد الملک ۱۰۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ ہشام ۱۲۵ھ میں پیدا ہوا تھا جب کہ عبد الملک عراق میں مصعب بن زبیر کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا۔ اس کی والدہ عائشہ بنت ہشام بن اسماعیل مخزوم خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ والدہ نے اپنے باپ کے نام پر بچہ کا نام رکھا تھا اور اسی نام سے مشہور ہوا۔ زید کی ذات پر ہشام رضاع میں تھا وہیں تاج پوشی کی رسم ادا کی گئی پھر دمشق پہنچا اور عام بیعت ہوئی۔ ہشام بڑا مدبر، حلیم اور عقل مند خلیفہ تھا۔ بیس برس حکمرانی کی اور اندرونی اور بیرونی سب مہمات درپیش تھیں لیکن وہ اپنی بہت اور انتقال سے سب پر قابو پا گیا۔ اسی لئے بنی امیہ کے بہترین خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔

مہمات و فتوحات

خراسان و ترکستان | بنی امیہ میں ایک بڑی بات یہ پیدا ہو گئی تھی کہ وہ قومی عصبیت کا شکار ہونے لگے۔ ہشام قحطانیوں کو پسند کرتا تھا اور مضریوں کو ناپسند۔ چنانچہ اُس نے عراق

کے والی ابن ہبیرہ کو جو مضرى تھا معزول کر کے وہاں خالد بن عبداللہ قسری کو مقرر کیا جو فحطان قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ خالد نے اپنی مرضی سے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو خراسان کا اور حنید بن عبدالرحمن کو سندھ کا والی بنا کر بھیج دیا۔ اسد بڑا بہادر اور شجاع تھا اس نے ہرات اور غورد کے پہاڑوں میں کئی جگہیں کیں اور فتح حاصل کی۔ سندھ میں اس نے شہر بلخ آباد کیا اور یہاں (یہاں کی خاندان کا باپ) نے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ یہاں فوجی چھاڑنی بھی قائم کی۔ اسد مضرلوں کا سخت مخالف تھا اس لئے نصر بن سیار، عبدالرحمن بن نعیم، سورہ بن حر وغیرہ کو جو بڑے بڑے نامور لوگ تھے کوڑے لگا کر اور سر منڈوا کر اپنے بھائی خالد کے پاس عراق بھیجا۔ ہشام کو جب معلوم ہوا تو اس نے خالد کو لکھا کہ اسد کو فوراً معزول کر دو۔ چنانچہ ہشام نے خود اسد کی جگہ اثرس بن عبداللہ سلمیٰ کو خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ اثرس حلیم اور قابل آدمی تھا۔ اہل خراسان اس کے آنے پر بہت خوش ہوئے۔ اسی کی کوشش سے بہت سے ذمی مسلمان ہو گئے جس سے جزیرہ کی آمدنی میں خاصی کمی ہو گئی۔ صدر مقام دمشق سے سمرقند کے حاکم کو حکم آیا کہ جو ختنہ کرے، قرآن پڑھے اور شرعی فریضوں کی پابندی کرے اس کا جزیرہ چھوڑ دو باقی سب سے وصول کرو۔ سمرقند میں اثرس کی طرف سے ابوصیداء تبلیغ دین پر مامور تھا۔ سمرقند میں ابوصیداء نے اس حکم کی مخالفت کی اور نو مسلموں کو کہا کہ تم پر وہ نہ کرو اور جزیرہ مت ادا کرو۔ دیگر مسلمانوں نے بھی ابوصیداء کا ساتھ دیا۔ لیکن اثرس کے امیر فوج نے لوگوں پر سختی شروع کر دی جس سے بہت سے نو مسلم دین چھوڑ گئے اور ترکوں سے جا ملے۔ اثرس خود فوج لے کر آیا اور دریائے جیحون کو عبور کر کے باغیوں کے مرکز بکیند کا محاصرہ کر لیا۔ ترکوں

نے پانی روک لیا لیکن مسلمانوں نے زبردستی پانی چھین لیا اور خونریز جنگ ہوئی جس میں مسلمان غالب رہے۔

خاقان ترکستان نے یہ دیکھ کر کہ ہر طرف شور مچا رہا ہے خراسان کے سب سے بڑے شہر کمرچہ پر حملہ کر دیا جہاں کچھ مسلمان، سغدی، ذئی اور دوسرے لوگ موجود تھے مسلمانوں نے قلعہ بند ہو کر مدافعت کی جسے کہ عورتوں اور بچوں نے بھی شرکت کی۔ خاقان کی سخت دھمکی کا بھی اہل کمرچہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر تنگ آ کر خاقان نے محاصرہ اٹھا لیا۔ مسلمان نکل کر دیوسبہ میں آ گئے۔

اللہم میں ہشام نے اشرس کو معزول کر کے اس کی جگہ جنید بن عبدالرحمن کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ جنید نے قحطانیوں کو معزول کر دیا اور ہر جگہ مہزی عمال مقرر کر دیئے۔ پھر جنید نے ترکستان پر کئی حملے کئے اور انہیں شکست فاش دی اور خاقان کا چیرا بھائی گرفتار کر لیا۔ ۱۱۴ھ میں جنید نے طخارستان پر فوج کشی کر دی۔ اُدھر سمرقند کے مسلمانوں پر ترکوں نے حملہ کر دیا۔ سمرقند کے حاکم سورہ بن الحرانے مدد کے لئے جنید کو لکھا۔ جنید کے پاس اگرچہ فوج تھوڑی تھی جلدی سے دریائے جیحون پار کر کے آگے بڑھا۔ سمرقند کے قریب تھا کہ خاقان بھاری فوج لے کر مقابلہ میں آیا۔ سخت معرکہ ہوا اور کئی دن لڑائی جاری رہی۔ مسلمان تھوڑے تھے لیکن بڑی ثابت قدمی سے لڑے۔ جنید نے صورتِ حالات کا جائزہ لے کر سورہ کو لکھا کہ سمرقند چھوڑ کر فوراً ہمارے ساتھ آ ملو۔ سورہ پارہ ہزار آدمی لے کر پہنچ گیا لیکن دونوں اسلامی لشکروں کے درمیان ترک فوج آدھمکی۔ سورہ نے زبردستی حملہ کیا جس سے ترک بھاگ نکلے لیکن

مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا خود سورہ گھوڑے سے گم کر فوت ہو گیا۔
 اوھر جنید نے دشمن پر زور وار حملہ کیا اور شکست دے کر سمرقند میں داخل
 ہو گیا اور وہاں سے مسلمانوں کے اہل و عیال نکال لئے۔ چار ماہ بعد خاقان
 نے پھر بخارا پر حملہ کیا لیکن شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

۱۱۶ھ میں جنید نے یزید بن مہلب کی بیٹی فاضلہ سے نکاح کر لیا۔
 ہشام اس پر اس قدر ناراض ہوا کہ اسے معزول کر کے عاصم بن عبداللہ
 کو خراسان کا والی مقرر کر کے اسے ہدایت کی کہ جنید اگر سمرقند میں
 ہیں بھی ملے تو اس کا گلا گھونٹ دینا۔ لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ عاصم کے پیچھے
 سے پہلے ہی جنید فوت ہو گیا۔ عاصم نے خراسان پہنچ کر جنید کے قائم کردہ تمام
 عمال کو معزول کر کے قید کر دیا۔ عاصم کے مشورہ پر ہشام نے خراسان کا اہم
 عراق سے کر دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد عاصم کو بھی معزول کر دیا اور اس کی جگہ پھر
 اسد بن عبداللہ کو مقرر کر دیا اور اس کے بھائی خالد کو والی عراق کے تخت پر
 دیا۔ عاصم نے بغاوت کرنی چاہی لیکن لشکر نے انکار کر دیا۔ اس نے آ کر عاصم
 کو گرفتار کر لیا اور جنید کے عمال رہا کر دیئے گئے۔ اسی دوران میں خاقان
 نے پھر سر اٹھایا۔ اس نے شکست فاش دی اور اپنے آباد کئے ہوئے شہر
 بلخ کو فوجی مرکز بنا لیا اور ساری علاقے میں پھر سے امن و امان قائم کر دیا
 ۱۱۹ھ میں اس نے نقل (ترکستان کا شہر) پر حملہ کیا۔ ترک متقابل
 نہ کر کے مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور فوج بھیج کر اس پاس کے رؤساء
 کو بھی مطیع کر لیا۔ ۱۲۰ھ میں اس نے بلخ میں وفات پائی۔ ہشام نے اس
 کی جگہ نصر بن سیار کو والی خراسان مقرر کر دیا۔ نصر نے مشرقی علاقوں میں
 بہت سی جنگیں کیں اور ہر بار کامیاب رہا۔ نصر نے نو مسلموں کا جذبہ بھی ختم

کر دیا جس کی وجہ سے اس امام پھینچے لگا۔ ۱۲۱ھ میں ہی ہشام نے خالد بن عبداللہ ثقفی کو عراق سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو امیر مقرر کر دیا۔ یہ شخص ایک طرف تو نہایت عبادت گزار تھا اور دوسری طرف جاہل اور احمق، اس لئے بے رحمی سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرتا تھا۔

امام زید | یوسف بن عمر ثقفی کے زمانہ میں (۱۲۲ھ) امام زید بن علی بن حسین نے کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر علم بجاوت بنا کر دیا۔ امام ابوحنیفہ اسی امام زید کے حامیوں میں سے تھے۔ لیکن جب یوسف بن عمر فوج لے کر مقابلہ کے لئے آیا تو بہت سے کوفیوں نے صرف اس بات پر کہ امام زید حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو برا نہیں کہتے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ امام کے ساتھ صرف دو سو آدمی رہ گئے۔ لڑائی ہوئی اور امام قتل ہو گئے لوگوں نے دفن کر دیا۔ یوسف بن عمر نے قبر سے نکال کر سولی پر چڑھا دیا پھر سر کاٹ کر دمشق بھیجا جو ہشام کے حکم سے دمشق کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا۔ مین میں بھی کچھ لوگ امام زید کے حامی تھے جو آج تک زیدی کہلاتے ہیں۔

ارمنیہ و آذربائیجان | ہشام کے عہد میں دوسرا ہڑا محاذ آرمینیا اور آذربائیجان کا علاقہ تھا۔ یہاں آٹھ

ہزار تک جنگیں ہوتی رہیں۔ ۱۲۱ھ میں ہشام نے جراح کو معزول کر کے اپنے بھائی مسلمہ کو بھیجا جس نے کئی علاقے فتح کر لئے۔ ہشام نے بھائی کو واپس بلا کر پھر جراح کو وہاں بھیجا۔ جراح نے ۱۱۱ھ میں خزر پر فوج کشی کی۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی مسلمانوں کو شکست ہوئی اور جراح شہید ہو گئے۔ دشمن نے کئی دوسرے اسلامی مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ ہشام نے

سعید حسنی والے خراسان کو فوج دے کر بھیجا۔ سعید نے ایک ایک کر کے سب علاقے دشمن سے چھڑائے۔ پھر اردبیل پر حملہ کیا۔ رات کا وقت تھا دشمن کا ایک فرد بھی بچ نہ سکا۔ تمام مسلمان قیدی آزاد ہو گئے۔ اہل خزر پھرجم ہو کر نکلے لیکن مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ گئے۔ ہشام نے پھر سعید کو بلا کر مسلمہ کو بھیجا۔ لیکن اسی دوران میں مسلمہ فوت ہو گیا۔ ۱۱۱۱ھ میں ہشام نے مروان بن محمد کو بھاری فوج دے کر بھیجا۔ مروان کی فوج نے بہت سے علاقے فتح کر لئے۔ اس پاس کے تمام لوگ سہم گئے اور مصالحت کر لی۔

سندھ کا علاقہ

ایک عرصہ سے سندھ کی مہموں کا سلسلہ بند پڑا تھا۔ ہشام نے اپنے عہدہ ۱۱۱۱ھ میں جنید بن عبدالرحمن کو بھیجا۔ جنید نے دریائے سندھ کے کنارے کنارے فتوحات شروع کر دیں جہاں راجہ داہر کا لڑکا جے سنگھ حکمران تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں جے سنگھ مسلمان ہو گیا تھا اس لئے اس کی حکومت اسی کو دے دی گئی تھی۔ جے سنگھ نے جنید کو اطلاع دی تھی کہ مسلمان ہوں اس لئے میرے علاقہ میں پیش قدمی نہ کرو مجھے خطر ہے۔ جنید نے منظور کر لیا لیکن راستہ وہی تھا اس لئے جے سنگھ جنید کی فوجوں کی آمد سے بدگمانی میں پڑا اور اس قدر مخالف ہوا کہ مرتد ہونے کا اعلان کر کے بھری پڑے کے ساتھ مقابلہ پر آکھڑا ہوا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ جے سنگھ قتل ہو گیا۔ اس کے بعد جنید نے کیرج کا علاقہ جو باغی ہو گیا تھا دوبارہ فتح کر لیا۔ پھر کئی دوسرے علاقے فتح کئے اور بڑا عمدہ انتظام حکومت قائم کر دیا۔ ۱۱۱۱ھ میں جنید کی جگہ تمیم حکمران ہو کر آیا۔ یہ نااہل آدمی تھا اس لئے پھر

سے بغاوتیں بلند ہونے لگیں۔ ہشام نے اسے بھی واپس بلا لیا اور حکم بن
عوانہ کو بھیجا۔ حکم نے بہت جلد باغیوں کا سر دبا دیا اور پھر امن و امان
تاکم کر دیا۔

اندلس کی فتح کے بعد فرانس پر فوج کشی کا خیال
سب سے پہلے ہشام کے زمانہ میں عملی صورت
میں آیا جس سے مسلمان وسط فرانس تک پہنچ گئے۔ اگرچہ اس سے پہلے
بھی بعض وایوں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن ناکامی ہی رہی تھی۔

اس مہم کی پہلی کوشش تو ولید کے عہد میں ہوئی تھی لیکن ناکام رہی۔
دوسری کوشش حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں سمع بن مالک
والے اندلس نے کی اور سلاطین فرانس پر فوج کشی کر دی اور
جیل البرانس کے پار جنوبی فرانس میں نارمن کی ریاست کا محاصرہ کیا آخر
انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔

نارمن کے بعد سمع بن مالک طلوشہ (ٹولوس) کی طرف بڑھا اور
محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے بھی اطاعت قبول کر لینے کا ارادہ کیا لیکن
ان کا بادشاہ (ڈیوکس) ایک بھاری فوج لے کر مسلمانوں پر حملہ آور
ہوا۔ سخت محاصرہ ہوا۔ امیر سمع اسی جنگ میں شہید ہو گئے اور مسلمانوں
کو شکست ہوئی۔

تیسری کوشش سلاطین میں ہوئی جب عنبیسہ بن سحیم والے
اندلس بن کر آیا۔ عنبیسہ نے جیل البرانس پار کر کے قریشونہ راکسون
کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قریشونہ نے جزیہ دے کر صلح کر لی اور مسلمان
قیدی رہا کر دیئے اور مسلمانوں سے دوستی کا عہد کر لیا۔ اس باس کے

کئی امرانے بھی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد عنبنہ اندرون ملک کی طرف بڑھا اور شہر اوٹن اور دریائے ریحون کی شاواہب، وادیاں تباہ کر دیئے۔ عیسائیوں کے کئی حصوں نے اسلامی فوج پر حملے کیے۔ اسی دوران میں ایک دیہاتی عیسائی لشکر سے مقابلہ کرتے ہوئے امیر عنبنہ شہید ہو گئے۔ فوتیگی سے پہلے امیر عنبنہ عروہ بن عبداللہ کو اپنا جانشین بنا گئے تھے۔

چوتھا حملہ ۳۱۱ھ میں عبدالرحمن بن عبداللہ دالی اندلس نے کیا۔ یہ شخص بڑا بہادر اور مدبر تھا۔ سب سے پہلے عبدالرحمن نے اندلس کا اندرونی انتظام درست کیا۔ پھر اعلیٰ پیمانے پر حملہ کے انتظامات کئے۔ اسلامی لشکر ابھی سرحد فرانس پر ہی پہنچا تھا کہ امیر عثمان (بربری) باغی ہو گیا۔ وجہ یہ تھی کہ عثمان پہلے سارے اندلس کا حاکم تھا پھر معزول کر کے ایک چھوٹے سے علاقے دار سرحد کا حاکم بنا دیا گیا۔ چونکہ بربری تھا عربوں کا سخت دشمن ہو گیا اور ڈیوک آف ایبیلین رطلوشہ کو اپنے ساتھ بلا لیا۔ عبدالرحمن نے ابن زریان کو تھوڑی سی فوج دے کر عثمان کی سرکوبی کے لئے آگے بھیجا۔ عثمان پہاڑی علاقہ میں بھاگ گیا۔ ابن زریان نے تعاقب کر کے پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر فرانس کے میدانی علاقہ میں داخل ہو گیا۔ اس علاقے کے تمام سردار اپنی فوجیں لے کر ڈیوک کے ساتھ مل گئے اور متحد ہو کر اسلامی فوج کے مقابلہ میں آئے۔ سخت معرکہ ہوا اور عیسائی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ مسلمان فتح کرنے ہوئے پورٹو کی بندرگاہ تک پہنچ گئے اور ڈیوک کے سارے ساز و سامان کو جیت لیا۔

لیا۔ پھر یہاں سے شمالی جانب دریائے ڈاروون پر ڈیوک نے
 پھر روکنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے ساری عیسائی فوج کو
 ختم کر دیا اور دریا پار کر کے سینٹ ہلاری کے مشہور گرجے کی بہت
 بڑی دولت پر قبضہ کر لیا۔ اُدھر ڈیوک نے اپنے حریف چارلس ماٹل
 کو بغیرت دلا کر ساتھ ملا لیا اور قومی جنگ کی دعوت دے کر ہر
 طرف سے فوجیں امداد کے لئے بلا لیں۔ اسلامی فوج ٹورس کے
 قریب تھی اُدھر سے چارلس بہت بڑی فوج لے کر آ گیا۔ سخت
 خون ریز جنگ ہوئی۔ اسلامی فوج تھوڑی تھی لیکن بڑی ثابت
 قدمی سے لڑتی رہی۔ آخر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے عبدالرحمن
 جویش میں آکر دشمنوں میں گھس گئے اور سینکڑوں زخم کھا کر شہید
 ہو گئے۔ رات ہو چکی تھی لڑائی دوسرے دن کے لئے بند ہو گئی۔
 مسلمانوں نے رات کی تاریکی میں میدان خالی کر دیا لیکن چارلس
 مسلمانوں سے اس قدر خوفزدہ تھا کہ تعاقب کرنے کی ہمت نہ کی۔
 اسی جنگ میں عیسائیوں کی کامیابی پر چارلس کو ماٹل (پرتھوڑا)
 کا لقب ملا تھا۔

اس حملہ کی ناکامی کے بعد عبداللہ بن حجاب والے افریقہ نے
 عبدالملک بن قطن فہری کو اندلس کا والی بنا کر بھیجا۔ عبدالملک بن
 قطن نے بھاری فوج کے ساتھ فرانس پر حملہ کیا۔ یہ فرانس پر پانچواں
 حملہ تھا۔ عبدالملک نے ناعاقبتہ اندیشی سے موسم کا لحاظ نہ کیا
 برسات کی وجہ سے تمام ندی نالے طغیانی پر تھے اس لئے مسلمانوں
 کو قدم قدم پر مشکلیں پیش آئیں۔ آخر اسلامی فوج نے واپسی اختیار کر لی۔

افریقہ کے والی ابن حجاب نے عبد الملک کو سہزوں کر کے ۱۱۶ھ میں
عقبہ بن حجاج کو اندلس کا والی مقرر کر دیا۔

عقبہ بن حجاج نے اندلس کی برائتستانی کو فوراً
ٹھیک کر دیا اور ہر طرف امن و امان قائم

افریقہ میں حالات

کیا۔ پھر بعض غیر مستوحہ علاقوں کو مطیع کر دیا۔ اور عبد اللہ بن حجاج
والی افریقہ کے حبیب بن ابی شیبہ کو فوج دے کر سوڈان روانہ کیا۔
حبیب نے جاتے ہی سوڈان فتح کر لیا اور اس پانچویں تمام علاقے بھی
مطیع کر لئے۔ سوڈان کی فتح سے مسلمانوں کے دائرہ بہت بڑھ گیا اور
والی غنیمت آیا۔

ابن حجاب نے نئے بکری کارخانے قائم کیے اور بکری پریشی کو تھمتی
دے کر ۱۱۶ھ میں حبیب کے ذریعے جزیرہ سروانیہ پر بھی قبضہ کر
لیا۔ ۱۱۶ھ میں حبیب کو جزیرہ تنقلیہ پہنچایا گیا جہاں حبیب کے
نامور فرزند عبد الرحمن بن حبیب نے رومیوں کو شکست دی پھر رومیوں کا
محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں بعد اہل ہرتومہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور سارا
جزیرہ فتح کر لیا گیا۔

افریقہ کے بربروں سے انصاف رکھتے تھے اس لئے حبیب کے
موت ملتا وہ بغاوت کر دیتے تھے۔ طاہر کے علاوہ کا امیر عمر بن عبد اور
تھا اس نے بربروں سے سکس وصول کرنے میں سہاوت کی۔ اور زمانہ میں
افریقہ کی فوجیں کسے کسے ہتھیاروں، اس لئے عقبہ شمالی پر حملہ کرنا
نہایت حیاں کر بربروں نے بغاوت کر دی۔ شمالی افریقہ میں فوج
کی بڑی تعداد تھی وہ بھی بربروں سے مل کر افریقہ میں بغاوت کر رہے تھے۔

قتل گئے۔ خارجی اور بدری علی کرطنجہ پر حملہ آور ہوئے۔ عمر بن عبداللہ مقابلہ کے لئے آیا لیکن قتل ہو گیا۔ بدریوں نے طنجہ پر قبضہ کر لیا اور عربوں کو نہایت بے دردی سے قتل کرنا شروع کیا۔ اس علاقہ کی خبر سن کر باقی اذریقہ کے بدری بھی باغی ہو گئے ہر علاقہ سے عرب حکام کو نکال کر خود قابض ہو گئے۔ ابن حباب نے فوراً حبیب بن ابی عمیرہ کو صقلیہ سے واپس بلا لیا اور اس کے رط کے خالد کو بدریوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ طنجہ پر خون سینہ جنگ ہوئی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ دوسری جنگ پھر طنجہ میں ہی ہوئی۔ حبیب اس دفعہ عرب کے بڑے بڑے نامور شرفاء اور سپہ سالار ساتھ لایا تھا سخت متحکم ہوا لیکن سب شرفا شہید ہو گئے۔ اسی لئے یہ جنگ جنگ اشرف کہلاتی ہے۔

بدریوں کی کامیابی سن کر اندلس کے بدریوں نے بھی بغاوت کر دی۔ ہشام نے ابن حباب کو معزول کر کے کلتوم بن عیاض کو تیس ہزار فوج کے ساتھ اذریقہ بھیجا اور ہدایت کر دی کہ کلتوم قتل ہو جائے تو اس کا بھیجا یحییٰ بن بشر سپہ سالار بنے۔ کلتوم قیروان پہنچا تو شکست خوردہ فوجیں بھی ساتھ مل گئیں اور مجموعی تعداد ستر ہزار ہو گئی۔ کلتوم طنجہ کی طرف بڑھا تو سخت متحکم ہوا۔ شامی فوج بڑی جواں مروی سے لڑائی لیکن بدری بہت زیادہ تھے اس لئے اسلامی فوج شکست کھا گئی اور ایک تہائی مسلمان مارے گئے خود کلتوم سپہ سالار بھی میدان جنگ میں کام آیا۔ بہت سے مسلمان گرفتار ہو گئے۔ یحییٰ بن بشر بچے ہوئے مسلمانوں کو لے کر سبتہ چلا گیا۔ ہشام نے غضب ناک ہو کر حنظلہ بن صفوان کلبی کو تیس ہزار اعلیٰ

فوج دے کر افریقہ روانہ کیا اور اس کے چھپرے بھائی ابوالخطاہ کو اندلس
کا والی مقرر کر کے بھیجا۔ حنظلہ قیروان پہنچا تو بربروں نے مقابلہ کیا بیستار
بربر ہی مارے گئے۔ اس کے بعد بربروں کا دوسرا لشکر تین لاکھ فوج کے
ساتھ آ پہنچا۔ قیروان کے قریب ہی اسلامی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مسلمان
صرف چالیس ہزار تھے اس لئے شکست کھائی۔ اس شکست کے
بعد حنظلہ نے جہاد پر فوجیں تقریباً کیں جس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان
عورتوں تک نے جان پر کھیل جانے کی قسم کھالی۔ چنانچہ پھر جنگ ہوئی
مسلمان اس بہادری سے لڑے کہ مقابلہ کے بے شمار بربری بھانٹے
گئے، مسلمانوں نے تھاقب کر کے انہیں قتل کیا۔ اس جنگ میں تقریباً
دو لاکھ بربری قتل ہو گئے، اور شمالی افریقہ میں ان کی قوت ختم ہو گئی۔

شروع سے ہی خلافت کے اصل رعیداً
دعوتِ محمدیہ علیہ السلام

علیؑ کی غیر فاطمی اولاد لیکن سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ میں یہ منصب
علویوں سے آلِ عباس میں منتقل ہو گیا۔

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد شیعانِ علیؑ نے حضرت امام
زین العابدینؑ کے سامنے منصبِ امامت پیش کیا لیکن وہ واقعات سے
اس قدر دل شکستہ ہو گئے تھے کہ انکار کر دیا۔ اس کے بعد شیعانِ
علیؑ نے حضرت علیؑ کے غیر فاطمی فرزند محمد بن حنفیہ کے سامنے عرصہ مدعا
کیا تو انہوں نے قبول کر لیا۔ اس طرح امامت کا منصب اہل بیتِ نبویؑ سے
علوی شاخ میں چلا گیا۔ محمد بن حنفیہ کے بعد ان کے بیٹے ابوالشام مبارک
جانشین ہوئے اور سارے اسلامی ممالک میں حنفیہ دعوت دیتے رہے

ابو ہاشم عبد اللہ ایک دفعہ شاہ میں سلیمان بن عبد الملک سے ملنے
 شام گئے۔ سلیمان نے بہت خاطر دارات کی اور احترام سے واپس
 کیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ واپسی پر سلیمان نے انہیں زہر دلوادیا تھا۔
 راستہ میں مقام حمیمہ پر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پوتے محمد بن علی بن
 عباسؓ موجود تھے اس لئے ابو ہاشم وہیں پہنچ گئے اور وفات سے پہلے ہی
 منصب امامت ان کے سپرد کر دیا تھا اور اپنے عراقی اور خراسانی اتباع
 کو ہدایت کر دی تھی کہ ان کے بعد محمد بن علی جانشین ہوں گے۔ چنانچہ
 ابو ہاشم کی وفات کے بعد لوگوں نے محمد بن علی بن عباسؓ کے ہاتھوں پر
 بیعت کر لی بلکہ اس طرح امامت کا منصب علویوں سے بنی عباس میں چلا گیا۔
 اس کے بعد محمد بن علی نے باقاعدہ تنظیم سے دعوت کا کام شروع کر
 دیا۔ تجربہ کار لوگوں کی جماعت منتخب کر کے عراق و خراسان روانہ کی۔ ان
 لوگوں نے بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے کام کیا اور بنی امیہ کے مظالم اور
 برائیوں کو لوگوں تک پہنچا کر بنی عباس کی دعوت دینی شروع کر دی۔ جب
 کبھی اس دعوت کا کہیں راز کھلتا چند ایک آدمی پکڑے بھی جاتے اور
 قتل کر دیے جاتے لیکن اس سے تبلیغی کارروائی اور سرگرمی میں کوئی فرق نہ
 پڑتا، ایک مڑا تو دوسرا اس کی جگہ کام کرنے لگتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بن
 عبد العزیز کے زمانہ سے لے کر ہشام کے عہد تک ہر ایسے خفیہ تحریک چلتی
 رہی اور ہزاروں عراقی اور خراسانی اس تحریک میں شریک ہو گئے۔ عوام
 کے علاوہ بہت سے شرفاء و اہل علم بھی شامل ہو گئے۔ مشہور عباسی داعی ابو مسلم
 خراسانی اس کی تفصیل آگے آگے گی، اسی زمانہ میں اس دعوت میں شامل
 ہوا تھا۔ ہشام کو بالکل آخر عمر میں اس دعوت کا احساس ہوا چنانچہ اس نے

اس کو ختم کرنے کی راہ نکالی لیکن عمر نے ہمت نہ دی۔
وفات ہشام بن عبدالملک ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں مدینہ منورہ میں
 میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا اور اپنے نئے دارالخلافہ رصافہ اشقم
 میں دفن ہوا۔ عمر ۵۵ برس کی تھی اور مدتِ خلافت ۹ سال ۹ مہینے۔

سوالات

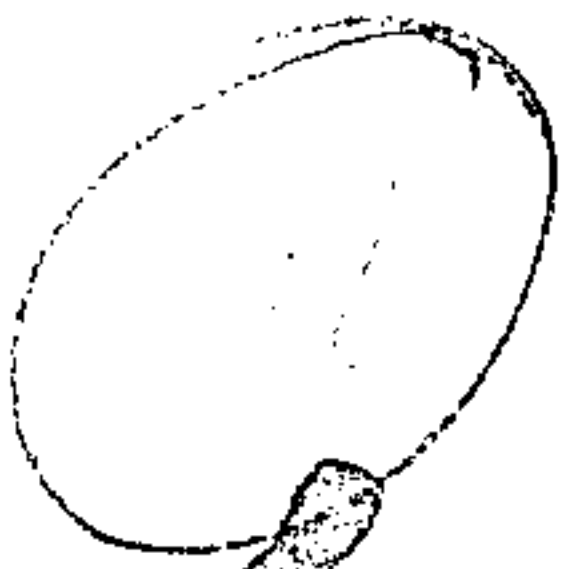
- ۱۔ ہشام بن عبدالملک کے عہد کی فتوحات بیان کرو۔
- ۲۔ ہشام کے عہد میں فرانس پر جو حملے ہوئے ان کی تفصیل لکھو اور
 بتاؤ کہ اسے فتح کرتے ہیں ناکامی کیوں ہوئی؟
- ۳۔ تحریک دعوت عباسیہ کی ابتدا کیسے ہوئی؟ ان کی کامیابی کی کیا
 وجوہ تھیں؟

ولید شانی بن یزید بن عبد الملک

۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ

یزید بن عبد الملک اپنی زندگی میں ہی ہشام کے بعد اپنے ولید کو خلافت کے لئے نامزد کر گیا تھا۔ چنانچہ وہ ہشام کے بعد ۱۲۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ ہر لحاظ سے نا اہل خلیفہ نے خلیفہ ہوتے ہی اپنے مخالفوں سے انتقام لینا شروع کر دیا۔ سے پہلے ہشام بن عبد الملک کے اہل و عیال کی جائیداد ضبط اس کے بعد جن اہل اس کو ولی عدلی سے معزول کرنے ہشام سے موافقت کی تھی ان کو پکڑ پکڑ کر کوڑے لگوائے اور بعضوں اتنی ازبتیں دیں کہ وہ مری گئے۔

یہ ظلم و ستم دیکھ دیکھ کر اہل میں جو زیادہ تر فوج میں شامل اس سے بیزار ہو گئے۔ اور بہت سے بنی امیہ ولید کے دشمن بن اور طرح طرح کی افواہیں پھیلانی شروع کر دیں۔ لوگ خلیفہ سخت دشمن ہوتے گئے۔ یزید بن ولید بن عبد الملک کی پھسید ہوئی افواہوں نے لوگوں کے دلوں پر بہت اثر کیا بلکہ یزید بن



مطالعہ قرآن مجید

(عہد رسالت تا خلافت نبوی امیر)

مؤلفہ

پروفیسر محمد ارشد خاں صاحب - ایم۔ اے، ایم۔ ایس سی

صدر شعبہ علوم اسلامیہ و معارف و حیاتیات

ایم۔ اے - او۔ کالج، لاہور

ناشر

ڈاکٹر - نظام باندا - انارکلی - لاہور

ایڈریس: لاہور